

وجادلهم بالتى هى أحسن (آية)

مرقاة الناظر فى كلام المناظر

تأليف

سلطان المناظرين المحدث المدقق شيخ القرآن والحديث
الشيخ عبد الشكور
الديروى حفظه الله

ترجمه

مولوى محمد اسماعيل انور

ناشر

مولانا حسين على الشكورى

مدرس دار العلوم تعليم القرآن خال دير

0314-9819090



www

Maktaba Tul Ishaat .com



تمام فنون کے کتب کے پی-ڈی-ایف ہمارے ویب سائٹ سے اور پلے سٹور سے فری ڈاؤن لوڈ کریں۔ ہم روزانہ کی بنیاد پر اس میں مزید کتب شامل کر رہے ہیں اس لیے آپ ہفتے میں ایک بار ضرور ہمارے پلے سٹور اور ویب سائٹ کو چیک کیا کریں۔

ابھی مطلوبہ پی-ڈی-ایف مفت ڈاؤن لوڈ کریں

منطق	خطبات	تفاسیر
معانی	سیرت	احیث
تصوف	تاریخ	فقہ
تقابل ادیان	صرف	سوانح حیات
تجوید	نحو	درس نظامی
نعت	فلسفہ	لغت
تراجم	حکمت	فتاوی
تبلیغ و دعوت	بلاغت	اصلاحی
تمام فنون		



مرقاۃ الناظر فی کلام المناظر

تالیف

سلطان المناظرین المحقق المدقق شیخ القرآن والحديث
الشیخ عبد الشکور
الدیروی حفظہ اللہ

ترجمہ

مولوی محمد اسماعیل انور

ناشر

مولانا حسین علی الشکور

مدرس دارالعلوم تعلیم القرآن خال دیر

0314-9819090

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جميع الحقوق محفوظة بحق المؤلف

- اسم الكتاب : مرقاۃ الناظر فی کلام المناظر
- التأليف : محقق العصر شيخ القرآن و الحديث عبد الشکور دامت فیوضهم.
- المترجم : مولانا محمد اسماعیل انور
- الطبع : الأول سنة ۱۴۴۰ھ / ۲۰۱۹
- الناشر : مولانا حسین علی الشکوری
- رقم الاتصال : ۰۳۱۴۹۸۱۹۰۹۰
- موضع الحصول : الجامعة دار العلوم تعلیم القرآن خال دیر



التنبیه : قد بذلنا جهودنا في تطبيق الترجمة مع العبارة في كل صفحة ولكن عدّة مواضع غيّرنا الأسلوب فيها وهي إيراد عبارة في صفحة و ترجمتها في صفحة تليها لمصلحة تناسب هناك .

تنبیه : ہم نے انتہائی کوشش کی کہ ہر صفحہ پر عبارت کے ساتھ ترجمہ برابر آجائے لیکن چند جگہوں پر الگ طریقہ اختیار کیا وہ یہ کہ ایک صفحہ پر عربی عبارت پھر اگلے صفحہ پر اسکا ترجمہ بنا بر مصلحت جو وہاں مناسب ہو۔

عرض مترجم

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سید المرسلین وبعده!

اللہ تعالیٰ نے شعبان ورمضان کی چھٹیوں میں ہمارے شیوخ کو دورہ تفسیر القرآن پڑھانے کی وہ سعادت دی ہے جسکی نظیر نہیں ملتی اور یہ ان شخصیات کے کلیدی کردار کا ثمرہ ہے جنہوں نے اندھیری راتوں میں روشنی کے چراغ جلائے میری مراد شیخ القرآن محمد طاہر رحمہ اللہ اور شیخ القرآن غلام اللہ خان رحمہ اللہ ہیں جن کے مایہ ناز شاگردوں میں شیخ القرآن والحديث علامہ عبدالشکور صاحب مدظلہ العالی سر فہرست ہیں۔ چند سالوں سے آپ رمضان سے پہلے شعبان میں دورہ تفسیر کے دوران طلباء کے لئے کچھ وقت مختص کر چکے ہیں جس میں دین کے ان خدما کو فتنوں کے اسباب سے باخبر کر کے ان سے بچاؤ کی تدابیر مختصر انداز میں بیان کی جاتیں ہیں اور اس پر تنبیہ دیتے ہوئے مبتلیٰ بہ کو مناظرے کی اصول اور اسکے طریقے اپنے خاص اسلوب سے سمجھاتے ہیں۔

پھر اسکا باقاعدہ طور پر کوئی نصاب نہیں تھا جن سے طلباء استفادہ کر کے اپنی اس ضرورت کو پوری کر لیتے تو اسکے لئے شیخ القرآن مدظلہ سے خواہش ظاہر کی کہ اپنے اس تقریر کو کتابی شکل دیں دے، اس اقتضاء اور پرزور مطالبے کو دیکھتے ہوئے شیخ القرآن مدظلہ نے رجب 1439 ہ میں عرق ریزی اور جانکاہی سے اس کام کو سرانجام دیا اور ایک بیش قیمت اور گوہر بے بہا تالیف سامنے آگئی جس میں مؤلف نے فتنے و فتنوں کے اسباب کو حق ادا کرتے ہوئے حسن تعبیر اور وضاحت کلام سے بیان فرمایا۔

جبکہ اصول مناظرہ اور مناظرے کے متعلقات و ضروریات کو محاسن سے آراستہ کئے ہوئے عمدہ ترتیب سے پرودیا، لیکن بہلا شیخ صاحب مدظلہ کی دقیق اور عمیق تعبیرات کو کما حقہ سمجھ لینے کا حوصلہ کس کو عطا کیا گیا ہے (جو اپنی دقت و اغلاق میں علماء کے حلقہ میں ضرب المثل ہے) اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے الشیخ ابو احمد بادشاہ منیر صاحب اور مفتی شریف حسین صاحب نے حضرت شیخ صاحب مدظلہ کی تالیف پر نظر ثانی کے بعد یہ رائے پیش کر دی کہ اسکا اردو ترجمہ

کیا جائے تاکہ اسکا فائدہ عام ہو حضرت شیخ صاحب نے اس کے لئے بندہ کا انتخاب کیا جسکو اپنی علمی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا خوب اعتراف ہے لیکن حضرت شیخ کے ساتھ معمولی نسبت نے حضرت کے علوم و معارف کے افادیت کو عام اور آسان بنانے پر نہ صرف آمادہ بلکہ مجبور کر دیا اور جب اللہ تعالیٰ کسی کام کی تکمیل کا ارادہ فرماتا ہے تو پردہ غیب سے اسکا انتظام بھی فرماتا ہے، اب یہ مترجم حصہ آپ کے سامنے ہیں لیکن اب اس سے دشوار اور پیچیدہ کام کا فیصلہ کر لیا گیا ہیں جو اس تالیف کا تحشیہ ہے اور میرے لئے عقبہ پار کرنا ہے، اللجن محسوس کر رہا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ سے ناامید نہیں ہوں۔

نہ ہو نومید نومیدی زوال علم و عرف امید مرد مؤمن ہے خدا کے رازدانوں میں

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں نظر آتی ہے انکو اپنی منزل آسمانوں میں

اہتمام اور احتیاط کے باوجود ڈر ہے کہ میری کم فہمی اور کم علمی کی بنا پر کوئی غلطی یا حضرت شیخ کے منشاء کے خلاف کوئی بات انکی طرف منسوب نہ ہو گئی ہو اس لئے اہل علم حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اصل کتاب کو مد نظر رکھتے ہوئیں پڑھیں اور جو غلطی یا کوتاہی ہو گئی ہو اس پر مطلع فرمائیں کہ حضرت شیخ کے دامن علمی کو غلط انتساب کے داغ سے محفوظ رکھنا میرا فرض ہے۔

مطالعہ کرنے والے کے لئے ایک ضروری امر یہ ہے کہ وہ کتاب کے نام اور اس کی وجہ تسمیہ کو جانتا ہو چنانچہ یہ نام (مرقاۃ الناظر فی کلام المناظر) بطور تنبیہ رکھا گیا ہے کہ واردات میں مبتلی شخص، مخاطب اور مقابل کو اونچے مقام سے نظر میں رکھ کر یہ جاننے کی کوشش کرے کہ اسکا مقصد حق کا اظہار ہے یا فتنہ و فساد پھیلانا، حق پرستوں کو بدنام کرنا اور انکے خلاف پراپیگنڈہ کرنا ہے، اسی وجہ سے مناظرہ کی مباحث سے پہلے جو مضمون ہے اسکا مطالعہ

بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے تاکہ مبتلیٰ بہ، مخاطب کی حیثیت کے مطابق اقدام کرے، کہیں ایسا نہ ہو کہ لفظ تو مناظرے کا استعمال کیا جائے، لیکن مناظرے کی بدنامی اور ملک میں فتنہ و فساد برپا کرنے کی آگ بڑکائی جا رہی ہو۔

بندہ لاشییٰ اپنی اور اپنے شیخ کی طرف سے ان تمام معاونین حضرات کا بے حد ممنون ہے جنہوں نے اپنے انتہائی تعلیمی مصروفیات میں سے وقت نکال کر ہماری تعاون فرمائی،

بالخصوص حضرت علامہ ابو احمد بادشاہ منیر صاحب اور ابو عمار مفتی شریف حسین شریف صاحب کی جنہوں نے عربی عبارات کی نظر ثانی بڑی جانفشانی سے کی، اور مولانا محمد حماد (پنج پیر) کی جنہوں نے عربی تالیف کے کمپوزنگ کی خدمات انجام دیئے۔

اسکے علاوہ بندہ محمد طلحہ نعمانی (اسلام آباد) کا بھی انتہائی مشکور ہے جنہوں نے اردو ترجمہ کی نظر ثانی کا کام بڑی عرق ریزی سے انجام دیا۔

نیز برادر م مفتی ریحان اللہ روغانی صاحب بھی انتہائی شکریہ کا مستحق ہے جنہوں نے اردو ترجمہ کی طباعت اور کمپوزنگ کے مراحل میں بندہ کا ساتھ دیا۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات اساتذہ کرام اور جملہ احباب کو اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائیں۔

اور بندہ کو علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

محمد اسماعیل انور بن عبید اللہ انور

(تحت بہائی مردان)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



الاعتذار والالتماس

وضعت هذه الرسالة للردّ على من أنكر عن الدّين ، و تأوّل في ضروريات الدّين ، و تحوّلها إلى غير ما كانت عليه ، و أخرجها عن صورة ما تواترت عليه فتأويله ردّ على الشّريعة ؛ فلزم علينا الردّ عليه ، و أمّا ذكر الفرق الّتي هم من المسلمين ، و ليس الاختلاف معهم في أصول الدّين و لا في العقائد فذكرهم تطفلاً .

نعم ! الاختلاف معهم باعتبار بعض الجهات فذكرهم و لا نريد بذكرهم إلّا النّصيحة كما قال النّبي ﷺ: الدّين النّصيحة ، قيل : لمن ؟ قال : لله و لرسوله ولكتابه و لأئمّة المسلمين و لعامّتهم

معذرت اور گزارش

یہ رسالہ دین کے منکرین، اور ان لوگوں کی تردید میں ہے جو دین کے اہم امور میں تاویلات کرتے ہیں اور انہیں غیر مناسب مواضع کی طرف پھرتے دیتے ہیں اور انکو اپنی اس صورت سے نکالتے ہیں جو کہ متفق علیہ ہوتی ہے۔

تو انکی یہ تاویلات دیدہ حقیقت شریعت کا رد کرنا ہے اس لئے ہمیں بھی انکی تردید میں قدم

اٹھانا پڑا۔

باقی رہیں مسلمانوں کی ٹولیاں، اور وہ جنکے ساتھ اختلاف دین کے اصول اور عقائد میں نہیں تو انکا تذکرہ ضمنّا ہے۔

ہاں ! انکے ساتھ بعض چیزوں کا جو اختلاف ذکر کیا جائے گا تو اس سے ہمارا مقصود بھلائی کرنا

ہوگا۔ جیسے کہ نبوی فرمان ہے: ”دین سراسر خیر خواہی ہے“ عرض کیا گیا کس کے لئے؟ ارشاد فرمایا اللہ، اسکے رسول، اسکی کتاب، مسلمانوں کے ائمہ اور انکی عوام کے لئے۔

فالمرجو من کلّ ناصح إمعان النظر بالإنصاف ، و التنبیه بالخطأ
و الزلات [جزاه الله خيراً] ؛ فتأمل و تدبر بإمعان النظر و دقّته .

أمّا ذکر بعض الروایات الضعیفة فی الفتن والملاحم ، فلا إقامة
بعض الإصطلاحات فقط ، لا لإثبات المسئلة ، وقال الحافظ ابن حجر
رحمه الله فی مقدمة كتابه^۱ بعد أن نقل قول الامام احمد رحمه الله : ثلاثة
كتب ليس لها أصول ، أي : أسانید وهي المغازی والتفسير والملاحم .
قلت : ينبغي أن يضاف إليها الفضائل ؛ فهذه أودية الأحاديث
الضعيفة و الموضوعة ؛ إذ كانت العمدة فی المغازی علی مثل الواقدي ،
و فی التفسير علی مثل مقاتل و الكلبي و فی الملاحم علی
الإسرائيليات.....

ہر ناصح سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ میانہ روی کے ساتھ گہری نظر کر کے کوتاہی اور لغزشوں
سے باخبر کریگا (اللہ اسکو بھلائی عطا فرمائے) غور کیجئے اور دقت نظر کے ساتھ سوچئے۔
اور جو ضعیف روایات فتنوں اور جنگوں کے بارے میں ذکر کی گئی ہیں تو وہ بعض اصطلاحات کے قیام کیلئے
ہیں نہ کہ کسی مسئلہ کے اثبات کیلئے۔ حافظ ابن حجرؒ اپنی کتاب (لسان المیزان) کے مقدمہ میں امام احمد
کے قول کو نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: کہ تین انواع کتب کی ایسی ہیں جنکی کوئی اصل اور سند نہیں
ہے جو کہ مغازی، تفسیر اور ملاحم پر مشتمل ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ مناسب ہے کہ اسکی نسبت فضائل کی
طرف بھی کی جائے کیونکہ یہ تو منکھڑت اور ضعیف احادیث کی وادیاں ہیں۔
کیونکہ مغازی میں عمدہ کتاب واقدی جیسے، اور تفسیر میں مقاتل اور کلبی جیسے لوگوں کی ہے
اور ملاحم تو اسرائیلیات سے بھرے پڑے ہیں۔

و أما الفضائل فلا یخصی کم وضع الرافضة فی فضل أهل البيت ، وعارضهم جهلة أهل السنة بفضائل معاوية رضی اللہ عنہ ، بل و بفضائل الشیخین ، و قد أغناهما الله و أعلى مراتبهما عنها^۱ .

فلا ینبغی لأحد المؤاخذه علی المؤلف من ذکر الروایات الضعیفة

کما هو المرجو من المخلصین.....

جبکہ فضائل تو بے شمار ہیں، شیعہ نے کتنے ہی فضائل اہل بیت کے بارے میں گھڑے ہیں جبکہ اہل سنت میں سے بعض جملہ بھی انکے مقابلے میں حضرت معاویہ کے فضائل بلکہ شیخین کے فضائل گھڑ چکے ہیں (حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اس سے مستغنی فرمایا ہے اور انکے بغیر ہی انہیں عالی مراتب عطاء فرمائے ہیں۔)

اس وجہ سے یہ بات مناسب نہیں کہ کوئی مصنف پر کمزور روایتیں ذکر کرنے کے بسبب گرفت کرنا شروع ہو جائے۔ جیسا کہ (اس عدم مؤاخذہ کی) مخلصین سے امید ہے۔

^۱ (ہامشۃ الاجوبۃ الفاضلۃ لاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ ص ۹۰)

و کذا ذکر بعض الألفاظ اللّٰتی تتعلّق بالمعقول و أصول الفقهاء ؛ فلامر لا بدّ منه ، و هو أنّ من يتصدّى إلى المناظرة يتلى من الخصم بنحو هذه الكلمات ؛ فلا ينبغي له أن يعدّ الخصم حقيراً ، أو يجعله مستطيراً ؛ لأنّ للخصم في المناظرة أسلوباً عجيباً و كيداً غريباً ؛ فلزم على الباحث المناظر علم هذه المصطلحات ؛ لئلا يقع في الورطة و الاضطراب حين البحث ، و الله الموفق و هو المعين

اسی طرح بعض دیگر وہ الفاظ جو معقولات اور فقہاء کے اصول کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں انکے ذکر کرنے کا سبب بھی وہ امر لازم ہے جسکے سوا چارہ نہیں اور وہ یہ کہ جس شخص کا مناظرہ کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے اُسے مقابل کی جانب سے ایسے الفاظ کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے۔
یہ بات بھی اچھی نہیں کہ وہ مد مقابل کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے یا بحث کو طول دے دے کیونکہ مقابل مناظرہ میں عجیب انداز اور عجیب مکر و فریب کرتا ہے۔
چنانچہ مباحثہ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان اصطلاحات کو جانتا ہو تا کہ گھڑے میں نہ پھنسے اور نہ ہی مباحثہ کے دوران تزلزل کا شکار ہو۔
اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور وہ ہی اعانت کرنے والا ہے۔

خطبة الكتاب

الحمد لله الذي نزل الفرقان ، و خلق الإنسان ، و علّمه البيان ،
و الصلوة و السلام على سيّد الرّسل في كلّ زمان و مكان ، و على آله
و أصحابه هم نجوم هذه الأمة في كلّ أحيان ، و بهم يهتدي في دياجر
الكفر و ظلمات التّزندق و الإلحاد بكلّ أوان ، و بهم ترجم شياطين
الإنس و الجن ، أمّا بعد !

فإنّا أصبحنا في زمان فيه تسلّط الفرق الباطلة ، و تلوّثهم كتلون
الحرباء ، و لهم في عزائمهم الفاسدة ، و أعمالهم لإصطياد الإسلام و
تخريبه ، و تذليل المسلمين ، و تخريب مراكز الإسلام ، و قتل العلماء و
الفقهاء طرق مختلفة ، و حيل عجيبة ، و مكائد غريبة.....

خطبة کتاب

سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی
کتاب کو نازل فرمایا ہے، جس نے انسان کو پیدا کیا اور اسکو بولنا سکھایا ہے اور درود و سلام ہو پیغمبروں
کے سردار پر ہر وقت ہر جگہ میں اور نزول رحمت ہو آپ کے خاندان پر اور ان صحابہ پر جو اس ملت کے
ستارے ہیں، اور کفر کی تاریکیوں، زندیقیت اور الحاد کے اندھیروں میں انہی کے اقتداء کے ذریعے صحیح
راستہ پایا جاسکتا ہے۔ اور انہی کے ذریعے انہی اور جنی شیاطین کا قلع قمع کیا جاسکتا ہے۔

بعد از درود و سلام ! بلاشبہ ہم نے ایسے زمانے میں آنکھ کھولی ہے جس میں فرق باطلہ کا
غالبہ ہیں اور گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہے ہیں، اہل اسلام کا شکار کرنے، انہیں تخریب کاری کرنے
، مسلمانوں کو ذلیل کرنے، اسلام کے مراکز ویران کرنے اور علماء و فقہاء کا قتل عام کرنے کے لئے اپنے
فاسد ارادوں اور مکاریوں کے مختلف طریقے اور عجیب حیلے اختیار کرتے ہیں۔

الحذر الحذر عن کید الفسقة الفجر ، من أهل البدع و الکفر .
 و لهم تجربة في تبليغ أديانهم و أخلاقهم حتى قد تسلطوا ببلاد
 المسلمين ، و اصطادوهم ، و أغووههم حتى يحكي المسلمون حكاية الکفر
 ، و يلبسون لباسهم ، و يتشابهونهم في المآكل و المشارب و القيام و
 القعود ، و اجتماعهم و انفرادهم و أعيادهم حتى في رسوم الأموات و
 النکاح و الوليمة ، و حتى في التّغيير في الأجساد و الموافقة في لغاتهم ،
 و يفتخرون بها حتى صار المسلمون المخلصون غرباء في العالم ، و اجتمع
 الکفرة على خلافهم .

کما روي عن أبي موسى رضي الله عنه مرفوعًا : إنّ بين يدي الساعة فتن
 كقطع الليل المظلم يصبح الرجل فيها مؤمنًا ، و يمسي كافرًا .. الحديث

اسلئے اپنے آپ کو اہل بدع، اور کفار کے فاسق و فاجر طبقے کے مکر سے بچانا ایک امر ضروری ہے، کہ
 اپنے دین اور اپنی عادات پہیلانا انکا خصوصی تجربہ ہے، جس سے مسلمانوں کے شہروں پر تسلط حاصل کر
 چکے ہیں، انکو شکار کر کے گمراہ کر دیا، حتی کہ مسلمان کفار کی نقل اتارنے لگے، انکا لباس پہننے لگے، کہانے
 پینے، اٹھنے بیٹھنے اور اجتماعی و انفرادی زندگی میں بلکہ عیدوں میں بھی انکی مشابہت کر لی یہاں تک کہ
 فوتگیوں، نکاحوں اور ولیمہ کے رسوم میں اور یہاں تک کہ جسمانی وضع قطع بدل دینے میں بھی انکی
 مشابہت کرنے لگے، اور بالآخر ان کی زبان بولنے پر فخر کرنے لگے نتیجہً مخلص مسلمان بھی اپنی شناخت
 کہو بیٹھے، اور کفار انکے خلاف جمع ہو گئے۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت منقول ہے یقیناً قیامت سے پہلے سیاہ رات کے
 ٹکڑوں جیسے فتنے برپا ہونگے جسمیں انھان صبح کو تو مومن ہوگا اور پھر رات کو کافر۔

و عن ابن عباس رضی اللہ عنہ: یأتی علی الناس زمان یقتل فیہ العلماء کما یقتل الکلاب ؛ فیا لیت العلماء فی ذلک تحامقوا ^۱ .

و كأنّ الکفرة تواصوا بالحرب من حیث الأفكار و النظریات ، و یدبّون تدبیب النمل ، و لا یعلم أحد بسرّایة مذهبهم و بتخریبهم فی عالم الإسلام ، و لا یعرفهم أهل الإسلام و المسلمون إلّا من عصمه الله و قلیل ما هم ، و لا لهم معرفة بدفع تلك السّرایة ، و هی تمتدّ إلى ما لا نهاية له ، و تتسلّط علی الأفكار و الأذهان و الأرواح و القلوب ؛ و إذا فسدت القلوب فسدت الأجساد کلّها و لا یلتام جراحه أبداً ، و یبقى أبد الدّهر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئیگا جس میں علماء کا قتل عام ایسے کیا جائے گا جیسے کتوں کو قتل کیا جاتا ہے، کاش کہ علماء ایسے وقت انجان بن کے رہے۔

ایسا لگتا ہے کہ کافروں نے فکری اور نظریاتی جنگ کے لیے ایک دوسرے سے عہد کر چکے ہیں اور چیونٹی کے رینگنے کی طرح ہاتھ، پاؤں کے بل رینگ رہے ہیں، اور کسی کو انکے مذہب کی فروغ اور عالم اسلام میں تخریب کاری کا علم نہیں اور نہ ہی اہل اسلام اور مسلمان ان کو جان سکتے ہیں ہاں جنگی اللہ حفاظت فرمادے البتہ ایسے افراد بہت ہی کم ہیں، بلکہ مسلمانوں کو ان کے مذہب کے پسینے اور اس تخریب کاری کے دفاع کا کوئی راہ ہے ہی نہیں معلوم، حالانکہ یہ شہرت اپنی انتہاء کو پہنچ چکی ہے فکروں، ذہنوں، روحوں اور دلوں پر قابض ہو رہی ہے اور جب کبھی دل بگڑ جائے تو سارے جسم میں فساد برپا ہو جاتا ہے، اس کا زخم کبھی بھی نہیں بہریگا، ہمیشہ کیلئے باقی رہے گا۔

و لهم حيل في هذا الأمر و هذا من كيد الشيطان كما قال الله تعالى : ﴿وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا ۖ لَّعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَا تَخَذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۖ وَلَا ضِلَّكُمْ وَلَا ضَلَّكُمْ وَلَا مَنِيَّتُهُمْ وَلَا مَنِيَّتُهُمْ فَلْيَبْتَكَنْ أَذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَا مَرْتَهُمْ فَلْيَغْيِرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ، وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُبِينًا ۖ يَعِدُهُمْ وَيُمْنِيهِمْ، وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۖ﴾ .

﴿ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ (۱۶) ثُمَّ لَا تَجِدَهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ ۚ عَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ (۱۷) ﴾ ۱

اہل بدع اور کفار فکری اور نظریاتی جنگ مسلمانوں پر مسلط کرنے کیلئے تدابیر اختیار کر چکے ہیں، دراصل یہ شیطان ہی کی تدابیر ہیں، جیسا کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے «ترجمہ» اور نہیں پکارتے مگر شیطان سرکش کو جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے، کھا شیطان نے کہ میں آپ کے بندوں سے ضرور مقررہ حصہ لوں گا، اور ان کو بہکاؤنگا اور ان کو امیدیں دلاؤنگا۔ اور ان کو یہ سکھلاؤں گا کہ جانوروں کے کان چیریں اور یہ کہ بدل ذی اللہ کی بنائی ہوئی صورتیں اور جو کوئی اللہ کو چھوڑ کر شیطان دوست بنائیں وہ صریح نقصان میں پڑا، شیطان ان کو وعدہ اور امیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ وہ وعدہ دیتا ہے سو وہ فریب ہے۔

اور فرمان الہی ہے «ترجمہ» : بولا شیطان جیسا تو نے مجھے گمراہ کر دیا میں بھی بیٹھوں گا، ان کی تاک میں تیرے سیدھے راہ میں پھر ان پر آؤنگا۔ ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں اور بائیں سے اور نہ پایگا تو اکثر لوں کو ان میں شکر گزار۔

۱ «سورة النساء ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰» .

۲ «سورة الأعراف ۱۶، ۱۷» .

ابتداء الفتن فی المسلمین

و اعلم : أنّ أكثر الفتن من اليهود بسبب أنهم كانوا يسكنون فی العرب و انتشروا فی قبائل من حمیر و بني کنانة و بني الحارث بن الکعبة و کنده و بني قریظة و بني قینقاع و أول من تهوّد من العرب سعد أبو بکر ثمّ کثر أتباعه و بنوا فی المدينة بیت المدراس یترجمون التوراة للعرب و یوعظونهم حتی أنّ الأوس و الخزرج ینذرون لهم الأولاد و هکذا أعراب کلاله فأنهم تنصّروا .

وسائر العرب علی فریقین من اليهود علی جابیه الشام والمدينة والنصارى علی قبائل نجران وکانوا فی المدينة ولذا لم یجد ذکرهم فی السور المکیّة.....

مسلمانوں میں فتنوں کی ابتداء

جان لینا چاہئے کہ اکثر فتنے یہود کے پیدا کردہ ہیں، یہ لوگ عرب میں رہتے تھے، پھر مختلف قبائل، جیسے حمیر، بنو کنانہ، بنو حارث بن کعبہ، کنده، بنو قریظہ، بنو قینقاع میں بٹ گئے۔ عرب میں سب سے پہلے جس نے یہودیت اختیار کی وہ سعد ابو بکر تھا، پھر اس کے ماننے والے بڑھتے گئے بالاخر مدینہ میں بیت المدراس بنایا جس میں وہ اہل عرب کو تورات کا ترجمہ پڑھاتے اور ان کو وعظ و نصیحت کرتے یہاں تک کہ اوس اور خزرج انہیں اپنے بیٹے نذرانہ میں پیش کرنے لگے اسی طرح کلالہ کے بدو نصرانی بن گئے۔

تمام عرب دو فریق میں تقسیم تھے چنانچہ یہود شام اور مدینہ کے اطراف میں جبکہ نصاریٰ نجران کے قبائل میں بستے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپکو مکی سورتوں میں ان کا تذکرہ نہیں ملے گا۔ سو یہ اس وقت بیت المدراس میں تورات پڑھا رہے تھے۔

و كانوا يدرسون في بيت المدراس التوراة وهو لفظ عربى بمعنى القانون و الشريعة وتطلق على خمسة كتب:

۱ / سفر التكوين : ما فيه مبدأ آدم و حوا و نوح و ابراهيم و اسحاق و يوسف عليهم السلام .

۲ / سفر الخروج : فيه ذكر موسى عليه السلام و فرعون و بني اسرائيل .

۳ / سفر الاخبار : فيه تفصيل الحلال والحرام .

۴ / سفر العدد : فيه تعداد الاقوام و بني اسرائيل حين خرجوا

من مصر و مقاتلتهم مع الاقوام

سویہ اس وقت بیت المدراس میں تورات پڑھا رہے تھے۔

توراة عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی قانون اور شریعت ہے جبکہ اس کا اطلاق پانچ کتب پر کیا

جاتا ہے:

۱: سفر التكوين: جسمیں آدمؑ، اور ایساہی حوا، نوح، ابراہیم، اسحاق اور یوسف علیہم السلام کے

مبداء کا ذکر ہے۔

۲: سفر الخروج: اس میں موسیٰ علیہ السلام فرعون اور بنی اسرائیل کا تذکرہ ہے۔

۳: سفر الاخبار: اس میں حلال اور حرام کا تفصیلی بیان کیا گیا ہے۔

۴: سفر العدد: اس میں مختلف قوموں کی تعداد کا بیان ہے، اسی طرح بنی اسرائیل کے نکالے

جانے اور انکی دیگر قوموں سے لڑائی کا ذکر ہے۔

۵ / سفر الإستثناء : ففيه إستثناء بعض الإحكام الجزئية و شرحوا التوراة بينهم يذكرون فيه مواعظ الانبياء واقوالهم و غيروها بالتغيرات الفاسدة وأيضاً شرحوها بسفر يوشع عليه السلام وغيره .

ولما اذن للنبي ﷺ بالهجرة و سمع المسلمون بالمدينة بمخرج رسول الله ﷺ من مكة فكانوا يغدون كل غداة إلى الحرة فينتظرونه حتى يردّهم حرّ الظهيرة فانقلبوا يوماً بعدما طال انتظارهم، فلما آووا إلى بيوتهم أوفى رجلٌ من اليهود على أطم من أطامهم لأمر ينظر اليه ، فبصر برسول الله ﷺ ، واصحابه فلم يملك اليهودي أن قال بأعلى صوته يا معشر العرب هذا جدّكم فثار المسلمون إلى السلاح ، فتلقوا رسول الله ﷺ بظهر الحرة (الحديث) ١

۵: سفر الاستثناء: اس میں چند جزئی احکام کے استثناء کا بیان ہے، حالانکہ انہوں نے تورات کی تشریح اور وضاحت اپنے سے کی جس میں انہوں نے انبیاء کی نصیحتیں اور اقوال ذکر کرتے ہوئیں انہیں بری طرح بدل ڈالا، اور اس کی وضاحت سفر یوشع وغیرہ سے کی۔

جب آپ ﷺ کو ہجرت کی اجازت دی گئی، اور مسلمانوں نے مدینہ میں آپ ﷺ کے مکہ سے نکلنے کا سنا تو ہر صبح وہ حرہ کو نکلتے اور آپ ﷺ کے آنے کا انتظار کرتے یہاں تک کہ دوپہر کی شدید گرمی ان کو واپس لوٹنے پر مجبور کر دیتی، ایک دن طویل انتظار کے بعد سب لوگ واپس آگئے اور گھروں کو پہنچ گئے، تو ایک یہودی اپنے محل پر کچھ دیکھنے چڑھا، اس نے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو آتے دیکھا تو (یہودی) بے اختیار چلا اٹھا، کہ اے عرب کے لوگوں تمہارے وہ بزرگ (سردار) آگئے جن کا تمہیں انتظار تھا، مسلمان ہتھیار لے کر دوڑے اور آپ ﷺ کا مقام حرہ پر استقبال کیا۔

١ (البخاری ص ۵۵۵ ج ۱) .

و أمّا اليهود فصاروا فرقا:

۱ : منهم المخلصون كعبد الله بن سلام رضی اللہ عنہ وقال عليه السلام إنه من أهل الجنة وفيه نزلت هذه الآية (وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ قَامَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ) ^۱ وجاء الى النبي ﷺ فقال : أشهد أنك رسول الله و أنك جئت بحق وقد علمت اليهود أنني سيدهم و ابن سيدهم و أعلمهم وابن أعلمهم فادعهم فسلهم عنّي قبل أن يعلموا أنني قد أسلمت فانهم إن يعلموا أنني قد أسلمت قالوا فيّ ما ليس فيّ ، فارسل نبي الله ﷺ فأقبلوا فدخلوا عليه

رہے یہود تو وہ چند ٹولوں میں بٹ گئے:

۱: بعض تو ان میں مخلص تھے جیسے عبد اللہ بن سلامؓ، آپ ﷺ نے انکی شان میں فرمایا: یہ عبد اللہ جنتی ہے اور اس کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی ہے، (وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ) الآیۃ

آپؐ نبی کریم ﷺ کے ہاں آئے اور کھا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ آپ حق لے کر آئے ہیں، اور یہودی میرے متعلق اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں، ان کے سردار کا بیٹا ہوں اور ان میں سب سے زیادہ علم والا ہوں اور ان کے سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں اس لئے آپ اس سے پہلے کہ میرے اسلام لانے کا خیال انہیں معلوم ہوا انہیں بلائیں اور ان سے میرے بارے میں دریافت کر لیں، کیونکہ اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ میں اسلام لا چکا ہوں تو میرے متعلق غلط باتیں کہنی شروع کریں گے، چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں بلا بھیجا، اور جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے

فقال لهم رسول الله: يا معشر اليهود ويلكم اتقوا الله الذي لا اله الا هو انكم لتعلمون اني رسول الله حقاً، واني جئتكم بحق، فاسلموا فقالوا: ما نعلمه فقال لهم النبي ﷺ ثلاث مرار ثم قال لهم: فأي رجل فيكم عبد الله بن سلام، قالوا: ذاك سيدنا وابن سيدنا وأعلمنا وابن أعلمنا قال: أفرايتم إن اسلم، قالوا: حاشا لله ما كان ليسلم، قال: أفرايتم إن اسلم، قالوا: حاشا لله ما كان ليسلم، قال: يا بن سلام! أخرج عليهم، فخرج فقال: يا معشر اليهود اتقوا الله، فوالله الذي لا اله الا هو انكم لتعلمون أنه رسول الله، وإنه جاء بحق، فقالوا: كذبت، فأخرجهم رسول الله ﷺ.....

تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے یہودیوں افسوس تم پر، اللہ سے ڈرو، اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم لوگ خوب جانتے ہو کہ میں اللہ کا برحق رسول ہوں اور یہ کہ میں تمہارے پاس حق لے کر آیا ہوں پھر اب اسلام میں داخل ہو جاؤ انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں ہے۔ ”نبی کریم ﷺ نے ان سے اس طرح تین مرتبہ فرمایا“ پھر آپ نے فرمایا: عبد اللہ بن سلام تم میں سے کون ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے سردار اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ اسلام لے آئے؟ پھر تمہارا کیا خیال ہو گا وہ کہنے لگے اللہ اس کی حفاظت کرے وہ کیوں اسلام لائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن سلام! ان کے سامنے آ جاؤ، عبد اللہ بن سلام باہر آ گئے اور کہا کہ اے گروہ یہود! خدا سے ڈرو اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تمہیں خوب معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور یہ کہ آپ حق کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں، یہودیوں نے کہا تم جھوٹے ہو، پھر آپ ﷺ نے ان کو باہر نکال دیا۔

۲ : ومنهم اهل الجزية والموادعة كما قال الله تعالى ﴿ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴾ (۲۹) ۱

و قال عمر رضي الله عنه عن النبي : أقرّكم ما أقرّكم الله به ؛ ولكن اليهود كانوا يغدرون و كانوا ينكثون العهد حتى قال لهم رسول الله ﷺ و أتى بيت المدراس فقال: أسلموا تسلموا ، و اعلم أنّ الارض لله و لرسوله فأنتي أريد أن أجليكم من هذه الأرض ؟.....

۲ : بعض ان میں وہ لوگ تھے جو جزیہ اور صلح والے تھے ، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے «ترجمہ» : لڑوان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو حرام کیا ہے اللہ اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں دین سچا ان لوگوں میں سے جو کہ اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔

اور عمرؓ نے کھا کہ نبی ﷺ نے (خیبر کے یہودیوں سے) فرمایا تھا : میں تمہیں اس وقت تک یہاں رہنے دوں گا جب تک اللہ تم کو یہاں رکھے ، لیکن یہود دغا بازی کرتے اور عہد توڑ دیتے ، بالآخر آپ ﷺ نے بیت المدراس میں آکر ان کو فرمایا : کہ اسلام لاؤ تو سلامتی کے ساتھ رہو گے۔ اور سمجھ لو ! کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ اور میرا ارادہ ہے کہ تمہیں اس ملک سے نکال دوں۔

۱ (سورة التوبة ۲۹)

۲ (حاصل ما فی البخاری ص ۴۴۹ ج ۱)

۳ : ومنهم المنافقون وهم عبد الله بن أبی بن سلول و أصحابه و كان كبيرهم يقدم على أكبر الكبائر كما قال الله (إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ) ۱ و إنما ظهروا فی المدينة لغلبة أمر المسلمين فلذا يذكر المنافقون فی السور المدنية كما فی سورة النساء ۲ .

۴ : ومنهم الزنادقة وهم الذين أحرقهم علیؑ كما فی البخاری ۳ عن عكرمة ؓ قال : أتى علیؑ بالزنادقة فأحرقهم فبلغ ذلك ابن عباس ؓ فقال : لو كنت أنا لم أحرقهم

۳: ایک طبقہ منافقین کا تھا، جیسے عبد اللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھی ، جو کہ ان کا سردار تھا اور کسی بھی بڑے سے بڑے گناہ سے دریغ نہ کرتا، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے : «ترجمہ» : اور جس نے اٹھایا ہے اس کا بڑا بوجہ اس کے واسطے بڑا عذاب ہے ۔

انکا ظہور مدینہ میں اس وقت ہوا جب اہل اسلام کا غلبہ تھا، یہی وجہ ہے کہ مکی سورتوں میں منافقین کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔

۴: اور ایک طبقہ زنادقہ کا بھی تھا، یہ وہی لوگ تھے جن کو حضرت علیؑ نے جلایا تھا۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ان کا ذکر ہے، حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں: حضرت علیؑ کے پاس کچھ بے دین لوگ لائے گئے آپؐ نے ان کو جلوا دیا، یہ خبر ابن عباسؓ کو پہنچی تو انہوں نے کھا کہ اگر میں حاکم ہوتا تو ان کو کبھی نہ جلواتا.....

۱ (سورة النور ۱۱)

۲ (سورة النساء ۸۸)

۳ (ص ۱۰۲۳ ج ۲)

لنهی رسول اللہ ﷺ لاتعذبوا بعذاب اللہ، ولقتلتهم لقول رسول اللہ ﷺ: من بدل دینہ فاقتلوه، و فی هامشۃ البخاری^۱ وہم طائفة من الروافضة تدعی السبائیة، ادّعوا أن علیاً رضی اللہ عنہ الہ و کان رئیسہم عبد اللہ بن سبا الصنعانی و کان أصلہ یہودیّا، وکان اکثر الفتن من هذه الطائفة السبائیة فإثمہم کانوا بالمرصاد، وکانوا عارفين أن فی حياة النبی ﷺ ينزل الوحي فکلما أوقدوا نارًا للحرب أطفأها اللہ فلما توفی النبی ﷺ أظهروا الإسلام وأبطنوا الکفر مثل المنافقين بل هم اشدّ منهم تخريبًا و أوقدوا نار الاختلاف بین المومنین بعدة وجوه، و بحیلهم فی زمن الخلفاء حتی أصابوا عمر رضی اللہ عنہ ما أصابوا و أصابوا عثمان رضی اللہ عنہ ما أصابوا و أصابوا علی رضی اللہ عنہ ما أصابوا.....

کیونکہ آپ ﷺ نے جلانے سے منع فرمایا ہے آگ اللہ کا عذاب ہے، تم اللہ کے عذاب سے کسی کو مت عذاب دو، میں تو ان کے قتل کا حکم دیتا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنا دین بدل دے اس کو قتل کر دو۔

صحیح بخاری کے حاشیہ میں (سہارنپوری رحمہ اللہ نے کتاب التبصرہ لابی المظفر الاسفرائی کے حوالہ سے لکھا) ہے کہ یہ روافض (شیعہ) کا ایک گروہ ہے جن کو فرقہ سبائیہ سے جانا جاتا ہے ان کا دعویٰ ہے کہ علیؑ معبود ہیں اور ان کا سردار عبد اللہ بن سبا صنعانی تھا، جو دراصل یہودی تھا، بہت سے فتنوں کی پیداوار اسی فرقے سے ہوئی، کیونکہ یہ لوگ ہر وقت اسی تاک میں رہتے۔ اور انہیں بخوبی علم تھا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں وحی کے نزول کا سلسلہ جاری رہتا ہے تو یہ جب بھی جنگ کی آگ بھڑکائیں گے تو اللہ تعالیٰ بجمادیں گے سو جب آپ ﷺ وفات پا گئے تو یہ لوگ ظاہر اسلام لے آئے اور کفر کو چھپا دیا جیسا کہ منافقین کا طریقہ ہے بلکہ ان سے بھی تخریب کاری میں آگے بڑھ گئے

وأوضحوا الخلال بين المومنين حتى صاروا إثنين و سبعين فرقة من الفرق الباطلة كالمعتزلة وهم عشرون فرقة ، ومنهم الرافضة وهم إثنان و عشرون فرقة ، ومنهم المرجئة وهم خمس فرق ، ومنهم النجارية وهم ثلاث فرق ، والجبرية فرقة واحدة ، وكذا المشبهة فرقة واحدة وللزنادقة حيل ومكائد ولهذا اختلفوا في تعريفهم.

اور ایمان والوں کے درمیان مختلف طریقوں اور اپنے فریب سے خلفائے راشدین کے زمانے میں اختلافات کی آگ بھڑکا دی ، یہاں تک کہ عمرؓ کے ساتھ جو کرنا چاہتے کر دیا ، عثمانؓ کے ساتھ جو کرنا چاہا کیا اسی طرح علیؓ کے ساتھ جو چاہا کیا ۔ اور اہل ایمان کے درمیان تفریق پیدا کر ڈالی ، نتیجہ یہ نکلا کہ یہ لوگ بہتر ۷۲ فرقوں میں بٹ کر رہ گئے ، جیسے معتزلہ بیس ۲۰ گروہ ، شیعہ میں ۲۲ گروہ ، مرجئہ میں ۵ گروہ ، نجاریہ میں ۳ گروہ ، جبریہ میں ایک گروہ ، اسی طرح مشبہہ میں ایک گروہ ہیں ، یہی حال انکا بھی ہے۔

ان زنادقہ کے مختلف مکر و فریب ہیں ، یہی وجہ ہے کہ انکی تعریف میں بھی اختلاف کیا گیا

ہے۔

تعریف الزنادقة

فندکر اولاً تعریفهم ، ثم أنموذجاً من حيلهم ، فقال التفتازانی فی تعریفهم:

مع اعترافهم بنبوته ﷺ ، و إظهار شعائر الإسلام يبطنون عقائد هي كفر بالاتفاق حصّ باسم الزنادق^۱ .

و فی المرقّات : هو من يبطن الكفر ، و يظهر الإسلام^۲ .

و فی الشّامية : إنّ الزّندیق یموّه بکفره ، و یروّج عقیدته الفاسدة ، و ینخرجها فی الصّورة الصّحيحة^۳ .

زنادقہ کی تعریف

پہلے ہم انکی تعریف ذکر کریں گے اور اسکے بعد ان کے نمونے،

تفتازانی کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ یہ وہ طبقہ ہے جو باوجود آپ ﷺ کی نبوت کے اقرار اور اسلامی شعائر کے کچھ ایسے چھپے ہوئے عقیدے رکھتا ہے، جو اتفاقاً کفر ہیں یہی لوگ زنادقہ کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ مرقّات میں ہے ”کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کفر کو چھپا کر اسلام ظاہر کرتے ہیں۔“

جبکہ شامی میں ہے کہ زندیق اپنے کفر کو ملمع کرتا ہے اور برے عقیدے کو مزین کرتا ہے اور اس کو بہترین صورت میں پیش کرتا ہے۔

^۱ « شرح المقاصد ص ۲۶۸ / ج ۲ ، و کذا فی کلیات أبي البقاء ص ۵۹۳ .

^۲ « المرقّات ص ۱۰۴ / ج ۷ » .

^۳ « الشّامي ص ۳۲۴ / ج ۳ » .

و قال الشّاه ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ: و إن اعترف به ظاہراً
لکنہ یفسّر ببعض ما ثبت من الدّین بخلاف ما فسّره الصّحابة و التّابعون
و أجمعت علیہ الأئمّة فهو الزّندیق^۱ .

وہم الذین قتلوا الانبیاء علیہم السّلام ومتبعیہم کما فی الخبر
قال : ابن جریر رحمہ اللہ قتل بنو اسرائیل ثلاثہ و أربعین نبیّاً أوّل النّہار فی
ساعة واحدة فقام مائة و سبعون رجلاً من عباد بنی اسرائیل فأمرؤا من
قتلہم بالمعروف ، و نھووا عن المنکر فقتلوا جمیعاً من آخر النّہار من ذلك
اليوم.

و عن أبي هريرة رحمہ اللہ : قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : سیأتی علی
النّاس زمان یخیر فیہ الرّجل بین العجز و الفجور

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ کوئی شخص ظاہراً اسلام کا اعتراف کرے
لیکن دین کے بعض ثابت شدہ احکام کی ایسے طریقے سے تفسیر کرے جو کہ صحابہ کرامؓ، تابعین اور اجماع
امت کے خلاف ہو۔ سو اسی کا نام زندیق ہے۔

ابن جریرؒ سے مروی ہے کہ یہ زنادقہ بنی اسرائیل کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے دن کے پہلے
حصے میں یکے بعد دیگرے ۴۳۱ انبیاء قتل کر ڈالے، تو ایک سو ستر ۷۰ ابنی اسرائیلی کسڑے
ہوئے اور انہیں نیکی کا حکم دینے لگے اور برائی سے منع کرنے لگے، سو انہوں نے اسی دن کے آخری حصے
تک ان سب کو قتل کر ڈالا۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، کہ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا
زمانہ آنے والا ہے جس میں آدمی کو عاجزی اور بدکاری کے درمیان اختیار دیا جائیگا (کہ دونوں میں سے
کسی ایک کو پسند کر لے)۔

^۱ « مسوٰی ص ۱۰۹ / ج ۲ » .

فمن أدرك منكم ذلك الزمان فليختر العجز على الفجور^۱ .
و عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه يقال : قال رسول الله : تكثر
الصّواعق عند اقتراب السّاعة فيصبح القوم فيقولون من صعق البارحة ،
فيقولون : صعق فلان ، و فلان^۲ .

فأهل الزّندقة يفترون على المسلمين ، و علمائهم ، و من يخدم
دين الإسلام بالجهاد سنّا و لساناً ، و يشتهرون بشبكاتهم العالمة مع
البهتان و الافتراء ؛ و لكن لا ينبغي للعلماء أن يصطاد بشبكتهم .

چنانچہ تم میں سے جو یہ زمانہ پائے، اسے چاہئے کہ عاجزی کو بدکاری کے مقابلہ میں پسند
کرے۔

ابو سعید خدریؓ سے نقل ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ قربِ قیامت میں بادل کا
گر جنابڑہ جائے گا تو ایک قوم صبح کو اٹھے گی، اور کہی گی کہ گزشتہ رات کون کون ہلاک ہوا، کہیں گے کہ
فلاں و فلاں۔

یہی وہ زنادقہ ہیں جو اہل اسلام اور ان کے علماء اور ان لوگوں پر جھوٹ گھڑتے ہیں جو زبان
اور تلوار کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے دین اسلام کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، اور اپنے میڈیا کے
ذریعے انہیں جھوٹ اور بہتان زدہ مشہور کر رہے ہیں، لیکن علماء کو یہ مناسب نہیں کہ ان کے اس جال
کا شکار بن جائیں۔

^۱ « المستدرک کتاب الفتن و الملاحم ص ۳۵۲ / ج ۵ » .

^۲ « المستدرک کتاب الفتن و الملاحم ص ۳۵۸ / ج ۵ » .

و أمّا أنموذجاً من حیلهم فمن أعظم حیلهم التّشکیک فی أمور الدّین و ضروریّاته كما قال القروانی الملحد فی رسالته إلى سلیمان بن الحسن : إنّی أوصیک بتشکیک النّاس فی المعاد ، و النّشور من القبور ، و الملائکة ، و الجنّ .

و قد أوصوا أن يقع الاختلاف فی الملة الإسلامیّة ، و تواصلوا علی کیفیّة اختلاف الأمة .

فالاختلاف الأوّل منهم وقع فی موت النّبی ﷺ :
 فزعم قوم منهم أنّه لم یمت و إنّما أراد الله رفعه إلیه كما رفع عیسی
 ابن مریم ﷺ إلیه و زال هذا الخلاف

رہے ان کے مکر و فریب کے نمونے تو سب سے بڑا انکا مکر اور چال ضروریات دین میں شک پیدا کرنا ہے۔ جیسا کہ ملحد قروانی اپنے خط میں سلیمان بن حسن کو لکھتا ہے، کہ میں تجھ کو نہ صرف قرآن کے بارے میں لوگوں کو شک میں ڈالنے کی وصیت کرتا ہوں، بلکہ ساری آسمانی کتب، قیامت، قبروں سے اٹھنے، ملائک اور جنات کے بارے میں لوگوں کو شک میں ڈالنا، اور یقینی بات ہے کہ یہ لوگ ملت اسلامیہ میں اختلاف ڈالنے کی وصیتیں کر چکے ہیں اور ایسا ہی امت کے اختلاف کی کیفیت کے متعلق بھی وصیتیں کر چکے ہیں۔ چنانچہ پہلی اختلافی پیداوار وہ ہے جو آنحضرت ﷺ کے وفات کے متعلق تھی، ان کے ایک گروہ کا نظریہ یہ تھا کہ نبی ﷺ پر موت نہیں آئی بلکہ اللہ نے آپ کو اپنی طرف اٹھایا ہے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ کو اٹھایا تھا۔ تو یہ اختلاف تب ختم ہوا

و أقرّ الجميع بموته حين تلا أبو بكر الصديق رضي الله عنه قول الله في شأن رسوله عليه السلام : ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾^۱ و قال لهم : من كان يعبد محمداً فإنّ محمداً قد مات ، و من كان يعبد ربّ محمّد فإنّه حيّ لا يموت . و الاختلاف الثاني في دفن النبي عليه السلام : فأراد أهل مكة ردّه إلى مكة ؛ لأنّها مولده و مبعثه و قبلته و موضع نسله و بها قبر جدّه إسماعيل عليه السلام . و أراد أهل المدينة دفنه بالمدينة ؛ لأنّها دار هجرته و دار أنصاره .

اور تمام کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اتفاق ہو گیا جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ آیات تلاوت فرمائیں جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اتریں تھیں۔ (انک میت وانهم میتون) «ترجمہ» : یقیناً آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں، اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر فرمایا : کہ جو محمد کی عبادت کرتا تھا تو تحقیق محمد رحلت فرما چکے ہیں، اور جو محمد کے رب کی عبادت کرتا تھا تو یقیناً وہ زندہ ہے نہیں مرتا۔

۲: دوسرا اختلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کرنے کی جگہ کے متعلق ہوا، مکہ والوں کا ارادہ یہ تھا کہ آپ کو مکہ لوٹایا جائے کیونکہ مکہ ہی آپ کی جائے پیدائش اور بعثت کی جگہ ہے، اور آپ کا قبلہ بھی مکہ تھا، اور آپ کے خاندان کی جائے سکونت بھی، اور اسی میں آپ کے دادا اسماعیل کی قبر بھی تھی، جبکہ اہل مدینہ کی چاہت یہ تھی کہ آپ مدینہ میں ہی دفن ہوں، کیونکہ مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالہجرت اور انصار کا مسکن تھا۔

و قال الآخرون بنقله إلى أرض القدس و دفنه ببیت المقدس عند قبر جدّه إبراهيم عليه السلام .

و زال هذا الخلاف بأن روى لهم أبو بكر الصديق رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وآله : إنّ الأنبياء يدفنون حيث يقبضون ؛ فدفنوه في حجرته بالمدينة .
و الاختلاف الثالث منهم في الإمامة

فأذعنت الأنصار إلى البيعة لسعد بن عباد الخزرجي رضي الله عنه .

و قال قريش : إنّ الإمامة لا تكون إلّا في قريش .

ثمّ أذعنت الأنصار لقريش ما روي لهم قول النبي صلى الله عليه وآله : الأئمة من قريش .
و هذا الخلاف باق إلى اليوم ؛ لأنّ الضرار ، أو الخوارج قالوا : بجواز الإمامة من غير قريش
.....

باقی دیگر نے کہا کہ آپ ارض مقدس (شام) منتقل کر دے جائیں اور بیت المقدس میں اپنے دادا ابراہیم کے قبر کے ساتھ دفن کئے جائیں۔

تویہ اختلاف بھی ابو بکر صدیق کی نقل کردہ حدیث سے دفع ہوا (إنّ الأنبياء يدفنون حيث يقبضون) : بيشك پیغمبر وہاں دفن ہوتے ہیں جہاں وفات پا جاتے ہیں۔

۳: تیسرا اختلاف انہوں نے امامت کے مسئلہ میں کیا انصار سعد بن عبادہ متزرجی کی بیعت پر متفق ہو گئے اور قریش کا کہنا تھا کہ امامت قریش کے علاوہ کسی کو سپرد نہیں کی جاسکتی لیکن پھر جب ان کو آپ کا یہ فرمان بیان ہوا کہ (الأئمة من قريش) : ائمہ قریش میں ہی سے ہوں گے، تو انصار نے قریش کے ساتھ اتفاق کر لیا۔ البتہ یہ اختلاف تاحال باقی ہے کیونکہ ضرار اور خوارج غیر قریشی کی امامت کے جواز کے قائل ہیں۔

و الاختلاف الرابع في شأن فذك و في توريث التّركات عن الأنبياء عليهم الصّلوات و التّسليمات :

ثمّ نفذ في ذلك قضاء أبي بكر الصّديق رضي الله عنه بروايته عن النّبي صلى الله عليه وآله : إنّ الأنبياء لا يورثون.

و الاختلاف الخامس في مسألة الزّكوة وجوب الزّكوة و حكم مانعي الزّكوة: ثمّ اتفقوا على رأي أبي بكر الصّديق رضي الله عنه في وجوب قتالهم ^۱.

و من حيلهم التّفرّس أوّلاً في من يعرفه ، و يطمع فيه اصطياًداً و تشكيكا ، و قالوا : من شرط الدّاعي إلى مذهبه أن يكون عارفاً بوجوه الدّعوة

۴: چوتھا اختلاف فذك کے متعلق تھا، اور اس طرح انبیاء کے مال وراثت کے بارے میں، پھر اس میں ابو بکر صدیق کا وہ فیصلہ نافذ ہوا جو کہ آپ نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا تھا، (إنّ الأنبياء لا يورثون) «ترجمہ»: انبیاء کرام کا میراث نہیں بانٹا جاتا۔

۵: پانچواں اختلاف زکوٰۃ کے وجوب اور ان لوگوں کے حکم کے بارے میں تھا جو زکوٰۃ کے وجوب کا انکار کر رہے تھے، لیکن پھر اس میں بھی ابو بکر صدیق کی رائے کو لیا گیا اور ان کا قتل واجب ٹھہرا۔

اور انکے حیلوں کا ایک ضروری پہلو یہ بھی ہے کہ جسے پہچانتے ہوں تو سب سے پہلے اس پر تفرس کی (گہری) نظر کی جاتی ہے۔ اور اسکے شکار ہونے اور شک میں پڑنے کی امید رکھی جاتی ہے۔
و قالوا : لكلّ صنف من النّاس وجه من الدّعوة ؛ فلما رأوا أحداً شاكا صرحوا له بنفي المذهب و الدّین ، و حملة على استباح المحرمات

من شرب الخمر ، و نکاح المحرّمات ، و کثرت الأزواج لأمرأة واحدة ، و رفع الحجاب من النساء ، و اختلاط الرجال مع النساء ، و یعبرون عن ذلك بالتطوّر (التّرقی) و السّرور ، و رفع الغمّ ، و هذا عروجهم بالفلوس و الشّهوات (أعاذنا الله من ذلك) .

و قال علیہ السلام : ألا فاتّقوا الدّنيا ، و اتّقوا النساء ^۱ .

جبکہ اپنے منشور میں یہ بات شرط قرار دیتے ہیں کہ داعی اپنی دعوت کے طریقوں سے بخوبی واقف ہو، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر جماعت کی دعوت کے الگ الگ طریقے ہیں۔ پس جب بھی انہیں کوئی دین میں شک کرنے والا ملتا ہے تو اسے برملا دین اور مذہب کے چھوڑنے کا کہتے ہیں، اور حرام چیزوں ”مثلاً شراب نوشی، محرمات کے ساتھ نکاح، ایک عورت کیلئے بیک وقت بہت سے مردوں کے جواز، عورتوں کی بے پردگی، مردوں کا عورتوں سے اختلاط“ کو حلال سمجھنے پر اکساتے ہیں اور اسے ترقی خوشحالی اور بے غمی کا نام دیتے ہیں، حالانکہ یہ روپے پیسے اور خواہشات و شہوات کی سیڑھی ہے (اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے)۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”خبردار دنیا اور عورتوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا“۔

^۱ « كما في المشكوة ص ۴۵۹ » .

و عن مالک بن دینار رضی اللہ عنہ : أوحى الله إلى نبيٍّ من أنبياء بني إسرائيل : أن قل لقومك : لا يدخل مداخل أعدائي ، و لا يلبس ملابس أعدائي ، و لا يركب مراكب أعدائي ، و لا يطعم مطاعم أعدائي فيكونوا أعدائي كهم أعدائي^۱ .

و يحتالون لقتل العلماء ، و قالوا في وصاياهم للدعاة إلى بدعتهم : لا تتكلموا في بيت فيه سراج .

يعنون بالسراج من يعرف الكتاب و السنة ، و وجوه النظر و المقاييس .
و قالوا أيضًا لدعاتهم : لا تطرحوا بذركم في أرض سبخة .

اور اسی طرح مالک ابن دینار رحمہ اللہ سے روایت منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر کو وحی کے ذریعے بتایا کہ اپنی قوم سے کہہ دیجیے ” میرے دشمنوں کے داخلے کی جگہ داخل نہ ہوں ، اور میرے دشمنوں کے لباس جیسا لباس بھی نہ پہنیں ، اور نہ میرے دشمنوں کی سواریوں پر سواری کریں ، اور نہ ہی میرے دشمنوں کے کہانوں جیسا کہانا کہائیں ، وگرنہ یہ بھی میرے ایسے ہی دشمن بن جائینگے جیسے کہ وہ دشمن ہیں۔“

علماء کے قتل کی تدابیر کرتے ہیں ، اور اپنی بدعت کو رواج دینے والے داعیوں کو وصیتیں کرتے ہیں کہ ایسی جگہوں میں بولنے کی جرأت مت کرنا جہاں چراغ ہو ، اور چراغ سے انکی مراد وہ عالم ہوتا ہے جسے کتاب و سنت کی معرفت کاملہ حاصل ہو ، اور نظرو قیاس کے طرق سے بخوبی واقف ہو ، اپنے داعیوں سے یہ بھی کہتے ہیں کہ بنجر زمین میں اپنا تخم مت ڈالنا۔

ومن دأبهم : یمشون ببریّ إلى ذی سلطان لیقتله .
و لهم کید عظیم فی إشاعة الکذب و البهتان ، و زلة العلماء
سوالاً و جواباً ، و يأخذون ما فیہ زلة العالم ، و یترون ما فیہ إعلاء
کلمة الله ، و عظمة الإسلام و الدین ، و القرآن ، و المسلمین .
کما قالوا ، و أوصوا : ﴿ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا
وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا

اور اس سے مقصود داعیوں کو ان لوگوں کی دعوت سے منع کرنا ہوتا ہے جن پر انکی دعوت کا
کچھ اثر نہ ہوتا ہو جیسے بنجر زمین میں تخم بے اثر ہوتا ہے۔

اور انکی بد کرداریوں میں یہ بات بھی ہے کہ پاکدامن شخص کو اس کے قتل کیلئے بادشاہ کے
در بار لے چلتے ہیں۔

اور جھوٹ و بہتان اور علماء کی خطاؤں کو انٹرویو کے ذریعے نشر کرنے میں مہارت رکھتے
ہیں۔ اور نکتہ نظر اس بات کو ٹھراتے ہیں جسمیں علماء کی لغزشیں ظاہر ہو سکیں، اور جن چیزوں سے کلمہ
توحید کی سر بلندی، اسلام کی عظمت، دین و قرآن اور مسلمانوں کی بڑھائی معلوم ہوتی ہو اس کو چھوڑ دیتے
ہیں۔

اور ایک دوسرے کو یہ وصیت بھی کرتے ہیں، کہ اگر تمہیں یہ حکم ملے تو قبول کر لینا اور اگر
یہ حکم نہ ملے تو بچتے رہنا (یہاں فقط ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے اصل واقعہ ذہن نشین رکھنا چاہیے، اور اس
کے ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی شریعت کو اپنی خواہش کے تابع کرنا چاہتے ہیں
، تو جس چیز میں ان کا مقصد رآمد ہو وہ بخوشی قبول کر لیتے ہیں، اور جس امر میں دین اسلام کا غلبہ نظر
آئے اس سے منہ موڑ لیتے ہیں) اور جس کو اللہ گمراہ کرنا چاہے آپ اس کیلئے اللہ کے ہاں کچھ نہیں
کر سکتے یہی۔

أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرْ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي
الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۴۱) ﴿۱﴾

و كما قال الله تعالى : ﴿ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَاطِئِينَ الْإِنْسِ
وَ الْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ
وَمَا يَفْتَرُونَ (۱۱۲) ﴿۲﴾

و قال ﷺ لليهود: لا تمشوا ببریّ إلى ذي سلطان ليقتله .
و بقتلهم العلماء و الفقهاء و تجریبهم المملكة الإسلامية ، و
مراكز الإسلام يحصلون العطايا و الرتب
.....

وہ لوگ ہیں جنکو اللہ نے نہیں چاہا کہ ان کے دل پاک کریں ، ان کے لیے دنیا میں ذلت اور
آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

اور جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے «ترجمہ»: اسی طرح بنایا ہم نے ہر نبی کیلئے دشمن شریر آدمیوں
کو اور جنوں کو جو کہ سکھلاتے ہیں فریب دینے کیلئے ایک دوسرے کو ملمع کئے ہوئی باتیں ، اور اگر تیر
ارب چاہتا تو وہ لوگ یہ کام نہ کرتے سو تو چھوڑ دے وہ جانے اور ان کا جھوٹ۔

اور آپ ﷺ نے یہود کو فرمایا تھا کہ تم لوگ کسی پاکدامن شخص کو اس کے قتل
کیلئے بادشاہ کے پاس مت لے جایا کرو۔

علماء و فقہاء کے قتل کرنے ، اسلامی ریاستوں ، اور دینی مراکز میں تخریب کاری کرنے پر یہ
لوگ تحفے تحائف اور عہدے حاصل کرتے ہیں۔

^۱ «سورة المائدة ۴۱» .

^۲ «سورة الأنعام ۱۱۲» .

و عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ : قال : قال رسول اللہ ﷺ : خذوا العطايا ما دام العطايا فإذا صار رشوة على الدين فلا تأخذوه ، و لستم بتاركيه ، يمنعكم الفقر و الحاجة ، ألا إنّ ربحي الإسلام دائرة فدوروا مع الكتاب حيث دار ^۱ .

و عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ : قال : حفظت من رسول اللہ ﷺ وعائين ، فأما أحدهما فبثثته فيكم ، و أما الآخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم (يعني مجرى الطعام) رواه البخاري ^۲ .

فيجب على ذمة أمة محمد ﷺ خصوصا على العلماء الربانيين معرفة هذه الفتن و الرد عليه وبهذا فضيلة هذه الامة

حالانکہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ تحفہ لیا کرو جب تک کہ یہ تحفہ کی حیثیت میں ہو لیکن جب دین کے خلاف رشوت بن جائے تو پھر مت لینا، البتہ تم یہ چھوڑ نہیں سکتے ، کیونکہ تمہارے سامنے فقر و فاقہ کی دیوار مانع ہے (لیکن) خبردار ! اسلام کی چکی گھوم رہی ہے ، سو وہ جہاں گھومے وہیں گھوم جاؤ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے علم کے دو برتن محفوظ کئے (یعنی دو طرح کا علم) ان میں سے ایک تو میں نے تمہارے درمیان پھیلا دیا اور دوسرا علم ایسا ہے کہ اگر میں اسے بیان کروں تو میرا یہ گلا کاٹ دیا جائے گا۔

چنانچہ امت محمدیہ ﷺ کی ذمہ داری ہے بالخصوص اللہ والے علماء کی کہ وہ ان فتنوں کو خوب سمجھ لیں اور اس کی تردید کریں ، اسی وجہ سے یہ امت بہترین امت ٹھرائی گئی ہیں۔

^۱ « مجمع الزوائد ص ۲۳۸ / ج ۵ ، و طبرانی بحوالہ أحسن الفتاوی ص ۱۳۵ / ج ۶ » .

^۲ « بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۷ ، کتاب العلم » .

فضیلة هذه الأمة أولاً و آخراً

هذه الأمة أفضل الأمم أخرجت للناس كما قال الله تعالى كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (الآية)

وقال عليه السلام: مثل أمّتي مثل المطر لا يدري أوله خير أم آخره » رواه الترمذي .

و قال عليه السلام : أبشروا و أبشروا إنّما مثل أمّتي مثل غيث لا يدري آخره خير أم أوله ، أو كحديقة أطعم منها فوج عامّاً ، ثمّ أطعم منها فوج عامّاً لعلّ آخرها فوجاً أن يكون أعرضها عرضاً أعمقها عمقاً و أحسنها حسناً

اس امت کی فضیلت اول اور آخر

یہ ایک بہترین گروہ ہے جو لوگوں کے فائدے کیلئے بھیجا گیا ہے ، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے: کہ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے، معلوم نہیں کہ اس کا آخری حصہ بہتر ہے یا پہلا۔

اور فرمایا: خوش ہو جاؤ، خوش ہو جاؤ، کہ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے، جس کے بارے میں معلوم نہیں کہ اس کا آخری حصہ بہتر ہے یا پہلا، (یا یوں سمجھ لو) کہ میری امت ایک باغ کی مانند ہے جس سے ایک سال ایک جماعت نے کہا یا اور دوسرے سال ایک اور جماعت نے، ممکن ہے وہ جماعت جس نے آخر میں باغ سے کہا یا ہو چوڑائی اور گہرائی میں زیادہ ہو اور خوبیوں میں بھی بہتر ہو۔

کیف تھلک أمة أنا أولها و المهدي وسطها و المسيح آخرها ، و
 لكن بين ذلك فيح أعوج ليسوا مني ، و لا أنا منهم ^۱ .
 فيجب على هذه الأمة الإهتمام لمعرفة تلك الفتن وأسبابها والرد
 عليها خصوصاً للعلماء الربانيين الداعيين بالحكمة .

وہ امت کیونکر ہلاک ہوگی جس کا اول میں ہوں، جس کے وسط میں مہدی ہوں گے اور جس
 کے آخر میں مسیح علیہ السلام ہوں گے۔ ہاں ان زمانوں کے درمیان ایک کجرو (ٹیڑھی) جماعت ہوگی جو
 نہ مجھ سے ہوگی اور نہ میں ان سے ہوں گا (یعنی نہ وہ جماعت میرے راستے اور طریقے پر چلے گی اور نہ
 میرا ان سے کچھ تعلق ہوگا)، چنانچہ اس امت کو ان فتنوں کی پہچان اور ان کی پیداوار کے اسباب و ذرائع
 اور پھر انکی تردید کا اہتمام کرنا ہوگا، خصوصاً ان علمائے ربانیین کو جو حکمت کے ساتھ دعوت دینے میں
 لگے ہوئے ہیں۔

^۱ « المشكوة ص ۵۳۸ »

تفصیل علماء الربانیین ودعوتهم

فیجب علی العلماء الربانیین إصلاح هذه الأمة كما قال الله تعالى : ﴿ وَلَٰكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ ۝۹ ﴾^۱ كما قال أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري رحمه الله : قال ابن عباس رضي الله عنه : كونوا ربّانيّين ، حكماء ، علماء ، فقهاء .
و يقال : الربّاني : الذي يربّي بصغار العلم قبل كباره .
و قال الله تعالى : ﴿ كَتَبْنَا أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۝۲ ﴾.

اللہ والے علماء کی تفصیل اور انکا دعوت دینا

لہذا ان ہی علماء کے ذمے اس امت کی اصلاح ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے «ترجمہ
«: لیکن تم اللہ والے ہو جاؤ کہ تم تو کتاب پڑھاتے ہو اور خود پڑھتے بھی ہو،
اس طرح امام بخاری رحمہ اللہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں، کہ اللہ والے بن جاؤ،
حکمت و علم اور فقاہت والے۔
پھر عالم ربانی کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ جو انتہاء کی ضرورت سے پہلے ہی علم کے ابتدائی
مقدمات سے تعلیم دیتا ہو۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے «ترجمہ»: یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے اتاری ہے تیری طرف تاکہ
تو نکالے لوگوں کو اندھیرے سے اجالے کی طرف۔

^۱ «سورة آل عمران ۷۹» .

^۲ «سورة إبراهيم ۱» .

و قال الله تعالى : ﴿ أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَهْدِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا ﴾^۱ .

و قال الله تعالى : ﴿ لَوْ لَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِلَٰهَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴾^۲ .

و قال الله تعالى : ﴿ لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَآءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ^۳ ۷۸ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ^۴ ۷۹ ﴾^۲

اور فرمایا ہے ترجمہ : بھلا ایک شخص جو کہ مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو روشنی دی تاکہ لیے پھرتا ہے اس کو، یہ برابر ہو سکتا ہے اس کے جس کا حال یہ ہو کہ پڑا ہو اندھیروں میں وہاں سے نکل نہیں سکتا (ہر گز نہیں)

ایک اور جگہ فرمایا ہے «ترجمہ» : کیوں منع نہیں کرتے ان کے درویش اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے بہت ہی برا عمل ہے جو یہ کر رہے ہیں۔

اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے «ترجمہ» : ملعون ہوئے کافر بنی اسرائیل میں سے داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ ابن مریم کی یہ اس لئے کہ نافرمانی کرتے اور حد سے گزرتے آپس میں منع نہ کرتے برے کاموں سے جو وہ کرتے کیا ہی برا کام ہے جو کرتے تھے۔

^۱ «سورة الأنعام ۱۲۲» .

^۲ «سورة المائدة ۶۳» .

^۳ «سورة المائدة ۷۸ ، ۷۹» .

و قال الترمذی عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً قال : قال رسول اللہ ﷺ : لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نحتهم علمائهم فلم ينتهوا ، فجالسوهم فی مجالسهم و آكلوهم و شاربوهم فضرَب اللہ قلوب بعضهم ببعض فلعنهم علی لسان داؤد و عیسیٰ بن مریم علیهم السلام ذلك بما عصوا ، و كانوا یعتقدون ، قال : فجلس رسول اللہ ﷺ و كان متکأ فقال : لا ، و الذي نفس محمد بیده حتی تأطروهم أطراً^۱ .

فینبغی للعلماء بل یجب أن یصدّوا لدفع هذه الفتنة و یتدبروا و یتفکروا و یتعیّنوا فی وجوه دعوتهم و تحریکهم

ترمذی میں عبد اللہ بن مسعود کی مرفوع روایت میں ہے : کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : بنی اسرائیل جب گناہ میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے ان کو روکا اور جب وہ باز نہ آئے تو علماء بھی ان کی مجلسوں کے ہم نشین اور ہم نوالہ و ہم پیالہ بن گئے ، چنانچہ اللہ نے ان سب کو خلط ملط کر دیا اور ان کے دلوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا لیا ، اور پھر اللہ نے ان پر حضرت داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان کے ذریعے لعنت فرمائی جس کا سبب ان کے گناہ اور حد سے تجاوز کرنا تھا ، ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ”جو کہ تکیہ لگائے بیٹھے تھے“ سید ہے بیٹھے گئے ، اور فرمانے لگے اس ذات کی قسم جس کی قبضے میں میری جان ہے تم اس وقت تک عذاب الہی سے نجات نہیں پاسکو گے جب تک ظالموں کو ان کے ظلم اور فاسقوں کو ان کے گناہوں سے نہیں روکو گے ، تو علماء کیلئے مناسب بلکہ واجب کے درجے میں ہے کہ وہ اس فتنہ کے دفاع کیلئے کوشش اور غور و فکر کریں ، اور ایسے لوگوں کی دعوت کے طریقوں اور ان کی تحریکات کی نشاندہی کریں

؛ لأن لا يقعوا في الفتنة كما قال عمر رضی اللہ عنہ : ما أخاف على هذه الأمة من مؤمن ينهأه إيمانه ، و لا من فاسق بين فسقه ، و لكن أخاف عليهم رجلاً قد قرأ القرآن حتى أزلقه بلسانه ^۱ .
و عنه قال : كنا نقول في عهد النبي ﷺ إنما يهلك هذه الأمة كل منافق عليم اللسان ^۲ .

و عنه يقول على المنبر : إنَّ أخوف ما أخاف على هذه الأمة المنافق العالم ، قالوا : و كيف يكون منافقاً عليمًا ، يا أمير المؤمنين؟
قال : عالم اللسان جاهل القلب ^۳ .

تاکہ کہیں اس فتنہ کا حصہ نہ بن جائیں،

جیسا کہ عمرؓ نے فرمایا تھا: کہ مجھے اس امت میں ایسے مومن کا خوف نہیں جس کو اس کا ایمان روکتا ہے اور نہ ایسے فاسق کا خوف ہے جس کا فسق ظاہر ہو، لیکن ایسے شخص کا ڈر ہے جو قرآن پڑھ چکا ہو، اور پھر اسے اسکی زبان پھسلادے۔

اور آپؐ سے نقل ہے کہ ہم آپؐ کے زمانے میں یہ کہتے تھے کہ اس امت کو ہر وہ منافق برباد کر سکتا ہے جو زبان کا چالاک ہو، اسی طرح آپؐ سے منقول کہ برسر منبر آپؐ فرما رہے تھے میں اس امت پر جن چیزوں سے ڈرتا ہوں ان میں سب سے زیادہ خوف سمجھدار منافق کا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! منافق کیسے سمجھدار ہوگا۔

فرمایا کہ زبان کا سمجھدار اور دل کا جاہل۔

۱۔ « کنز العمال ص ۲۶۸ / ج ۱۰ » .

۲۔ « کنز العمال ص ۲۶۸ / ج ۱۰ » .

۳۔ « کنز العمال ص ۲۶۹ / ج ۱۰ » .

فہذا الحین حین لا یعرف الرجل جلیسہ ، و یقع العالم المخلص
 فی زلّۃ من جدال ذلك المنافق ، کما قال عمر رضی اللہ عنہ : یهدمه (الإسلام)
 زلّۃ العالم ، و جدال المنافق بالکتاب ، و حکم أئمة المضللین .
 فعلى أقطاب الأمة من العلماء أن يأمرُوا بالمعروف ، و ينهوا عن
 المنکر ، و لا ینغی لعلماء الأمة و مشایخها السکوت عن الحق ؛ لأنهم
 طائفة یجب علیهم الأمر بالمعروف و النهی عن المنکر ، قال علیہ السلام : لا
 یزال من أمتی أمة قائمة بأمر الله لا یضرهم من خذلهم ، و لا من خالفهم
 حتی یأتی أمر الله و هم علی ذلك ^۱ .

تو یہ وہی زمانہ ہے جس میں آدمی اپنے ہم نشین کو نہیں پہچان سکتا اور مخلص عالم ایسے
 منافق کے بحث و مباحثہ سے پھسل سکتا ہے۔

جیسا کہ عمرؓ نے فرمایا تھا: اسلام کو عالم کا پسلسنا، منافق کا کتاب کو لیکر بحث و مباحثہ کرنا اور
 گمراہ کن اماموں کے فیصلے ڈھائے گا۔

امت کے علماء کے سرداروں پر لازم ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں
 علماء اور مشائخ کیلئے یہ بالکل نازیبا ہے کہ وہ حق سے خاموش رہیں، کیونکہ یہی وہ گروہ ہے کہ نیکی کا حکم
 اور برائی سے منع کرنا اس کی ذمہ داری ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں ہمیشہ
 ایک گروہ ایسا رہے گا جو اللہ کے حکم پر قائم ہوگا اس گروہ کو نہ وہ شخص نقصان پہنچا سکے گا جو اس کی تائید اور
 اعانت ترک کر دے اور نہ وہ شخص ضرر پہنچائے گا جو اس کی مخالفت کیلئے کمر بستہ ہو۔ یہاں تک کہ اللہ
 کا حکم آ پہنچے گا، اور یہ لوگ اپنے اسی راستہ پر یعنی احکام خداوندی کی اطاعت اور دین کی خدمت و اعانت پر
 قائم ہونگے۔

و هم الذین دعا لهم النبی ﷺ بقوله عليه السلام : نضر الله امرءًا
سمع مقالتي فوعاها و أداها كما حفظ « معنی الحديث »^۱ .

وهم العلماء الربانین

كما يستفاد من قوله تعالى : ﴿ قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا
وَمَنِ اتَّبَعْنِي وَسُبْحَنَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝۱۰۸ ﴾^۲ .

و من قوله ﷺ : اللهم احفظ العلماء^۳ .

و من قوله ﷺ : ما قبض الله علما إلّا ثغرة في الإسلام^۴ .

اور یہ وہ لوگ ہیں، جن کیلئے آپ ﷺ نے دعا فرمائی ہے: اللہ تعالیٰ اس بندے کو تروتازہ
رکھے جس نے میری کوئی بات سنی اور اسے یاد رکھا اور ہمیشہ یاد رکھا اور اس کو جیسے سنا ہوا ایسا ہی لوگوں
تک پہنچا دیا، اور یہی وہ عالم ربانی ہے جو فرمان باری تعالیٰ کا مصداق ہے، (جس کا اپنے نبی کو حکم دیا تھا)
» ترجمہ «: کہہ دیجیے یہ میری راہ ہے بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجہ کر میں اور

جو میرے ساتھ ہیں اور اللہ پاک ہے اور نہیں ہوں میں شریک بنانے والوں میں۔

اسی طرح یہ عالم ربانی آپ ﷺ کی اس دعا کہ ”اے اللہ

علماء کی حفاظت کیجیے“ کی مراد ہے۔ اور آپ کے اس فرمان کہ ”اللہ کسی عالم کی روح قبض

نہیں فرماتا مگر اس کا قبض اسلام کی آبادی میں رخنہ (گھڑا) بن جاتا ہے“ کا مصداق ہے۔

^۱ « أخرجه الترمذي ص ۳۲۱ / ج ۲ » .

^۲ « سورة يوسف ۱۰۸ » .

^۳ « أخرجه المناوي في كنوز الحقائق ص ۴۶ / ج ۱ » .

^۴ « أخرجه المناوي في كنوز الحقائق ص ۴۶ / ج ۱ » .

و عن الحسن مرسلًا قال : قال رسول الله ﷺ : من جاءه الموت و هو يطلب العلم ليحيي به الإسلام فبينه و بين النبيين درجة واحدة في الجنة « رواه الدارمي » .

و عنه مرسلًا قال : سئل رسول الله ﷺ عن رجلين كانا في بني إسرائيل أحدهما كان عالمًا يصلي المكتوبة ثم يجلس فيعلم الناس الخير ، و الآخر يصوم النهار و يقوم الليل أيهما أفضل ؟ قال رسول الله ﷺ : فضل هذا العالم الذي يصلي المكتوبة ، ثم يجلس فيعلم الناس الخير على العابد الذي يصوم النهار و يقوم الليل كفضلي على أدناكم « الدارمي »^۱.

جبکہ حضرت حسن رحمہ اللہ مرسل روایت میں نقل کرتے ہیں کہ جس کو اس حالت میں موت آئے کہ وہ طلب علم میں لگا ہو اس ارادہ سے کہ وہ اسلام کی ترویج کر سکے تو اسکے اور پیغمبروں کے درمیان جنت میں ایک ہی درجہ کافرق ہوگا۔

اور آپ رحمہ اللہ سے مرسلایہ بھی نقل کیا گیا: کہ رسول اللہ ﷺ سے بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کے بارے میں پوچھا گیا، ان میں ایک تو عالم تھا جو فرض نماز پڑھتا تھا پھر بیٹھ کر لوگوں کو علم سکھلاتا، اور دوسرا وہ شخص تھا جو دن کو روزے رکھتا اور تمام رات عبادت کرتا تھا، کہ ان دونوں میں بہتر کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس عالم کو جو فرض نماز پڑھتا ہے اور پھر لوگوں کو علم سکھلانے میں لگا رہتا ہے اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات میں عبادت کرتا ہے ایسی فضیلت حاصل ہے جیسا کہ مجھے تمہارے ایک ادنی آدمی پر۔

و بالجملة : هذه الأمة أفضل الأمم كما في الحديث عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جدّه : أنّه سمع رسول الله ﷺ يقول في قوله تعالى : ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾^۱ .

قال : أنتم تتمون سبعين أمة أنتم خيرها و أكرمها على الله تعالى « رواه الترمذي » .

و علمائهم كأنبیاء بني إسرائيل ، و كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء كلما هلك نبي خلفه نبي و لا نبي بعدي و سيكون خلفاء فيكثرون

خلاصہ یہ کہ یہ امت ایک بہترین امت ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں بہز بن حکیم اپنے والد اور وہ اسکے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ :

آپ نے نبی ﷺ کو مندرجہ ذیل آیت "کنتم خیر امة اخرجت للناس" کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا۔

فرمایا: کہ تم ستر امتوں کو پورا کرو گے، اللہ کے نزدیک تم ان امتوں میں سب سے بہتر اور عزت والے ہو، اور اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہونگے پھر بنی اسرائیل کی سیاست (یعنی ان کی اصلاح اور انکو تہذیب سکھلانا) انبیاء کرتے تھے چنانچہ جب ایک نبی وفات پا جاتا تو اس کا جانشین کوئی دوسرا نبی ہو جاتا (اسی طرح یکے بعد دیگرے انبیاء اپنے قوم کی تربیت کرتے) اور بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں البتہ میرے بعد امر اخلافا ہوں گے جو بہت زیادہ تعداد میں ہوں گے

قالوا : فما تأمرنا ؟

قال : فوا بیعة الأول فالأول ، اعطوهم حقهم فإن الله سائلهم عما استرعاهم « متفق علیه »^۱ .

فینبغی لهم الدعوة بالحكمة والموعظة الحسنة، كما قال الله تعالى (ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ)

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ایسے حالات میں آپ ہمیں کیا ارشاد فرماتے ہیں : آپ ﷺ نے فرمایا : پہلے امیر کی بیعت پوری کرنا پھر اس کے بعد دوسرے زمانے میں بھی پہلے امیر کی (یعنی جب ایک ہی وقت میں دو امیر ہوں تو ان میں سبقت کرنے والے کی طاعت کرو) اور ان کے حقوق ادا کرو، جو اللہ نے ان کو اپنے مخلوق کی نگرانی اور حکومتی ذمہ داری سونپی ہے اس کے بارے میں وہ خود انہیں سے پوچھ لے گا۔

سوائے واسطے یہ ضروری ہے کہ وہ حکمت کے ساتھ اور نصیحت سنا کر دعوت دیتے رہیں ، جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے : ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ «الآیة»

الدّعوة بالحكمة

لا بد أولاً من معرفة الحكمة وتفصيلها:

فدعوتهم بالحكمة دعوتهم بالدلائل العقلية والنقلية والوحيية .

معاني الحكمة :

١. القرآن قاله ابن مسعود .
٢. معرفة الناسخ ، و المنسوخ عن ابن عباس رضي الله عنه .
٣. النبوة قاله ابن عباس رضي الله عنه .
٤. الفهم في القرآن قاله أبو العالية ، و قتادة .
٥. والعلم ، و الفقه قاله ليث عن مجاهد .
٦. و الإصابة في القول قاله أبو النّجیح .
٧. الورع في دين الله تعالى قاله الحسن .
٨. و خشية الله تعالى قاله ربيع بن أنس .
٩. التّحمّل في الدّين .
١٠. العلم ، و العمل ، قاله ابن قتيبة .

حکمت کے ساتھ دعوت دینا

چنانچہ پہلے پہل حکمت کی تعریف اور تفصیل ضروری ہے سوا سے مقدم کیا جاتا ہے:
حکمت کے ساتھ دعوت، دلائل عقلیہ، نقلیہ اور وحیہ کے ساتھ دعوت دینا ہے،
پھر حکمت کے کئی معانی ہیں:

- ۱۔ ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ حکمت قرآن ہی ہے۔
- ۲۔ ابن عباسؓ کے نزدیک اس کا معنی ناسخ اور منسوخ پہچاننا ہے۔
- ۳۔ آپؐ سے یہ قول بھی نقل ہے کہ نبوت حکمت ہے۔
- ۴۔ ابو العالیہ اور قتادہ کے نزدیک فہم قرآن۔
- ۵۔ لیث نے مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ علم اور فقاہت، حکمت ہے۔
- ۶۔ ابوالنخج کے نزدیک بات میں درستگی کا نام حکمت ہے۔
- ۷۔ حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے دین میں تقویٰ اور خشوع حکمت ہے۔
- ۸۔ ربیع بن انس حکمت کی تعبیر خشیت الہی سے فرماتے ہیں۔
- ۹۔ دین میں تحمل اور بردباری۔
- ۱۰۔ جبکہ ابن قتیبہ کے نزدیک علم و عمل حکمت ہے۔

تفسير الحكمة من القرآن

- ١ . مواعظ القرآن كما قال الله تعالى : ﴿ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ ﴾^١ .
 - ٢ . الفهم و العلم : كما قال الله تعالى : ﴿ وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ ﴾^٢ .
 - ٣ . و النبوة : كما قال الله تعالى : ﴿ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ﴾^٣ .
 - ٤ . و علم أسرار الله تعالى بالوحي : كما قال الله تعالى : ﴿ لَمَّا آتَيْنَاكُمْ مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ ﴾^٤ .
 - ٥ . و تفسير القرآن بالسنة : كما في قوله تعالى : ﴿ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ﴾^٥ .
- فالمراد في قوله تعالى : ﴿ اذْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ ﴾ الدعوة بكتاب الله بما فيه من إيجاد الأشياء ، و ما فيها من الأسرار ، و ينبغي لمن تصدى لأداء منصب الرسالة أن يقول قولاً بليغاً كما قال الله تعالى : ﴿ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴾^٦ .

^١ « سورة البقرة ٢٣١ » .

^٢ « سورة لقمان ١٢ » .

^٣ « سورة النساء ٥٤ » .

^٤ « سورة عمران ٨١ » .

^٥ « سورة البقرة ١٢٩ » .

^٦ « سورة النساء ٦٣ » .

قرآن میں سے حکمت کی تفسیر

۱۔ قرآن مجید کی نصائح: جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے «ترجمہ»: اور جو اتاری تم پر کتاب اور علم کی باتیں کہ تم کو نصیحت کرتا ہے اس کے ساتھ۔

۲۔ علم اور فہم: جیسا کہ سورۃ لقمان میں ہے «ترجمہ»: دی ہم نے لقمان کو سمجھ بوجہ۔

۳۔ پیغمبری: جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے «ترجمہ»: اور دی ہم نے ابراہیمؑ کے خاندان کو کتاب اور پیغمبری۔

۴۔ اللہ کے رازوں کا علم بذریعہ وحی: جیسا کہ سورۃ آل عمران میں ہے «ترجمہ»: کہ جو میں نے تم کو دیا کتاب اور اللہ کے اسرار کا علم۔

۵۔ اسی طرح قرآن کی تفسیر سنت سے کرنا بھی حکمت ہے: جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں «ترجمہ»: اور دی ان کو کتاب اور حکمت (یعنی کہ ایسا پیغمبران میں بھیجا جو ان کو قرآن کی تعلیم دے اور قرآن کی تفسیر اپنی سنت سے کر دے۔

اور باری تعالیٰ کے فرمان "ادع الی سبیل ربك" (الآیۃ) سے مراد اللہ کی کتاب کے ذریعے ان چیزوں کی طرف متوجہ کرنا ہے جن کی پیدائش کتاب اللہ میں مذکور ہے اور ان اشیاء کے جو راز ہیں انکی طرف توجہ دلانی ہے۔ تو جو شخص منصب رسالت پر فائز ہے اُسے چاہئے کہ وہ کام کی باتیں کرے، جیسے حکم باری تعالیٰ ہے «ترجمہ»: ان سے کہہ دے ان کی حق میں کام کی باتیں۔

ولا بدّ من تصحيح البيان نطقًا كان، أو كتابة

فإنّ الانقلاب يأتي بالبيان تكلّمًا كان أو كتابة ، و البيان منبع
الکمالات فيجب صون الكلام والبيان من اللّحن في النطق و الكتابة ،
و قال الله تعالى : ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾^۱ .

اللّحن و الخطأ في الكلام يشين أهل العلم ، و يزدري بهم في أعين
السّامعين كما قال القائل شعر:

رأيت لسان المرء آية عقله و عنوانه فانظر بما ذا تعنون
و يعجبني زيّ الفتى و جماله فيسقط عن عينيّ ساعة يلحن

بيان کی تصحیح ضروری ہے خواہ کلام ہو یا تحریر

وجہ یہ ہے کہ انقلاب گفتگو سے آتا ہے خواہ وہ کلام میں ہو یا تحریر میں۔ اور یہی گفتگو کمالات
کا سرچشمہ ہے تو اس وجہ سے کلام اور تحریر کو غلطیوں سے بچانا ضروری ہے،
اور فرمان الہی ہے «ترجمہ»: اور نہیں بولتا یہ پیغمبر اپنے نفس کی خواہش سے، یہ تو
حکم ہے بھیجا ہوا، بلکہ کلام میں غلطی علم والے کو عیب دار بنادیتی ہے اور سامعین کی نگاہوں میں اس
کو حقیر سا ٹھراتی ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

ترجمہ: آدمی کی زبان کو اس کے عقل کی نشانی اور ایسی چیز سمجھتا ہوں جس کے ظاہر سے باطن کو
جانا جاسک تا ہے، سو تو دیکھ سکتا ہے جسکا ارادہ ہو۔ اور کسی نوجوان کی ہیئت اور اس کا حسن
مجھے تعجب میں تو ڈالتا ہے لیکن ایک ہی لمحے کی خطا اس کو میری نگاہ سے گرا دیتی ہے۔

^۱ «سورة النجم ۳ ، ۴» .

و أمّا البیان کتابۃ فکما قال اللہ تعالیٰ : (ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ)^۱ .

قال أبو حاتم البستی شعر :

إذا أقسم الأبطال يوماً بسيفهم و عدوّه ممّا یکسب المجد و الکرم

کفی قلم الکتاب عزّاً و رفعة مدى الدّهر إنّ اللّٰه أقسم بالقلم

هذه دعوتهم بالحکة وهی السیاسة الإسلامیة أيضاً .

تفصیل السیاسة الإسلامیة

فالحاصل : أنّ السیاسة الإسلامیة هی الحکمة الباحتة عن کیفیة

ربط الواقع بین أهل المدينة

رہی تحریر سو باری تعالیٰ نے اسکی قسم کہائی ہے «ترجمہ» : قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے

ہیں

ابو حاتم نے یہ شعر پڑھا ہے۔

«ترجمہ» : جب کسی دن پہلوان اپنی تلواروں کی قسم کہاتے ہیں اور انکا دشمن بزرگی

اور سخاوت کی طلب میں ہوتا ہے ، تو کافی ہے اس کیلئے کتابوں کی قلم بندی عزت

اور مرتبے میں لمبے زمانے تک کیلئے ، کیونکہ اللہ نے قلم کی قسم کہائی ہے ۔

اسلامی سیاست کی تفصیل

یہی حکمت کے ساتھ دعوت دینا ہے اور اسے ہی اسلامی سیاست کھا جاتا ہے، سو

حاصل یہ نکلا کہ اسلامی سیاست نام ہے اس حکمت کا جو اہل مدینہ کے باہمی معاملات کے

تعلق کی کیفیت واضح کرتی ہے۔

و اختلفوا في تعريفها .

قال العلامة ابن خلدون رحمه الله (المتوفى سنة ۸۰۸) :
فالسِّياسة و الملك : هي كفالة للحقّ ، و خلافة لله في العباد لتنفيذ
أحكامه فيهم .

و قال أبو الوفاء ابن عقيل البغدادي رحمه الله (المتوفى سنة
۵۱۳) : السِّياسة : ما كان من الأفعال بحيث يكون الناس معه أقرب إلى
الصّلاح و أبعد من الفساد .

و قال ابن العابدین رحمه الله: السِّياسة : استصلاح الخلق
بإرشادهم إلى الطّريق المنجي في الدّنيا و الآخرة^۱

فقہاء نے اس تعریف میں اختلاف کیا ہے ۔

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں: کہ سیاست اور بادشاہت حق کی ذمہ داری ہے،

اور اللہ تعالیٰ کے واسطے بندوں میں خلافت ہے تاکہ اس کے احکام انکے مابین نافذ ہوں۔

ابو الوفاء ابن عقیل فرماتے ہیں کہ سیاست افعال کا وہ حصہ ہے کہ جس کے ذریعے لوگ

اصلاح کے قریب اور فساد سے دور ہو جائیں۔

جبکہ علامہ عابدین (شامی) کی رائے یہ ہے کہ لوگوں کی خیر خواہی چاہنا ایسے راہ دکھلا کر جو

دنیا و آخرت میں انکی نجات کا ذریعہ بن سکے

^۱ « التعزیري ص ۱۵ » .

فالسّیاسة علی الطّریقة المذكورة كما يجب علی الخلفاء كذلك
يجب علی الأنبياء ، و علی العلماء الذّین هم ورثة الأنبياء كما یقال :
المک و النّبوة توأمان و هذا و إن کان من کلام العامّة لا أصل له من
المرفوع و لکنّه حقيقة واقعیّة .

و عن تمیم الدّاری رضی اللہ عنہ عن عمر رضی اللہ عنہ ما حاصله : أنّه لا إسلام إلّا
بجماعة ، و لا جماعة إلّا بإمارة ، و لا إمارة إلّا بالطّاعة ، فمن سوّده
قومه علی الفقه کان خیرة له و لهم ، و من سوّده قومہ علی غیر فقه کان
هلاکاً له و لقومہ « الدّارمی »^۱ .

لہذا مذکورہ طریقے سے سیاست کرنا جیسے کہ خلفاء پر لازم تھا ایسے ہی انبیاء پر، اور ان علماء کا
فریضہ بھی ہے جو انبیاء کے وارث ہیں، کھا جاتا ہے کہ بادشاہت اور نبوت جڑویں ہیں، باوجود یہ کہ یہ
عوام الناس کی باتیں ہیں مرفوعات میں انکی اصل نہیں ملتی، لیکن واقع میں یہ بالکل حقیقت ہے۔
حضرت تمیم دارمیؒ سے نقل کرتے ہیں: (جس کا حاصل یہ ہے) کہ اسلام بغیر جماعت کے
قبول نہیں اور جماعت بغیر امارت کے معتبر نہیں اور امارت عبارت ہے طاعت سے، چنانچہ جس شخص
کو اس کی قوم اسکی سمجھ بوجہ کی بناء پر سردار منتخب کرے تو یہ اس کے اور اسکی قوم کے حق میں بہتر ہوگا
اور جس کو اس کی قوم سردار بنائے باوجود اسکی کم فہمی کے تو یہ اس کیلئے اور اس کی قوم کیلئے ہلاکت کا ذریعہ
ہے۔

^۱ « هامش إعلام الأعلام لعلامة ولي الله الكابلگرامي الشهيد رحمه الله » .

و قال الله تعالى : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ
أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾^۱ .

و العلماء الربّانية هم أولوا الأمر ايضاً

کما قال الجصاص رحمه الله في تفسير ﴿أُولِي الْأَمْرِ﴾ : المراد منه
الأعمّ من الأمراء و العلماء ؛ لأنّ الأمراء يلون أمر تدبير الجيوش ، و
العلماء يلون أمر حفظ الشريعة .

و قال في تفسير قوله تعالى : ﴿إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ أي كتاب الله
، و سنّة رسوله ﷺ منصوباً أو استنباطاً .

فرمان باری تعالیٰ ہے «ترجمہ» : اے ایمان لانے والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو اللہ
کے رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں، پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو لوٹاؤ اللہ کی طرف
اور اس کے رسول کی طرف اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔

اور علماء ربّانیّین بھی اولو الامر کا مصداق ہیں جیسے کہ علامہ جصاص رحمہ اللہ اولو الامر کی
تفسیر میں لکھتے ہیں: اسکی مراد عام ہے خواہ امراء ہوں یا علماء کیونکہ امراء کو لشکروں کے انتظامی امور
سپرد کیئے جاتے ہیں اور علماء دین کے حفاظتی امور کی کے ذمہ دار ہوتے ہیں -

پھر (لہ ورسولہ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کہ یہ نصوص ہیں
اور استنباط انہی سے کیا جاتا ہے،

و بالجملة : لما انقطعت النبوة على خاتم النبیین ﷺ وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ^۱ .

و قال النبی ﷺ : أنا خاتم النبیین و لا نبی بعدی ، و كان علماء الأمة ربانیون خلفاءه ﷺ فيجب عليهم أن يسوسوا الناس بكتاب الله سبحانه و سنة رسوله ﷺ إذ لن يصلح آخر هذه الأمة إلا ما صلح أولها .

ولا ينبغي أن يغتر العالم بالألقاب ولا بالشغل الشخصي

بل ينبغي لعلماء الأمة أن لا يقنعوا بألقابهم و أشغالهم بل يجب عليهم الجهد التام لإقامة الدين القويم

بہر صورت جب سلسلہ نبوت کا انقطاع خاتم النبیین ﷺ پر ہو چکا (و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین) «ترجمہ» : لیکن اللہ کا رسول ہے اور نبیوں پر مہر،

اور آپ ﷺ فرما چکے۔ (اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي) «ترجمہ» : میں سب انبیاء پر مہر ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں، سوائے علماء و فقہاء پر واجب ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی سیاست لوگوں میں عام کریں، یعنی ان کی اصلاح اور تربیت کریں کیونکہ ہر گز اس امت کا آخری حصہ با کردار نہیں بن سکتا جب تک کہ پہلا حصہ درست نہ ہوا ہو۔

علماء امت کیلئے زیبا نہیں کہ وہ فقط القاب اور ذاتی مشاغل پر اکتفا کر لیں

بلکہ ان کے واجبات میں دین قویم کے قیام کیلئے پوری کوشش کرنا ہے ۔

^۱ «سورة الأحزاب ۴۰» .

^۲ «حاصل ما في إعلام الأعلام مع تغيير يسير ص ۴۶» .

کما قال اللہ تعالیٰ : ﴿لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ﴾^۱ .

و قال اللہ تعالیٰ : ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ (۴۳) وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (۴۵) وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (۴۷) .

فنتائج ترك الدعوة وعدم الحكم بما أنزل الله مجمع جميع القبائح من الكفر والظلم والفسق و بعد اللتيا و اللتي إذا لم يكن الحكم بما أنزل الله يكون الأمر إلى يد اليهود و المجوس و الهنود و الانجليزيين كالكرة في يد صولجان

جیسا کہ اللہ فرماتا ہے «ترجمہ»: تاکہ تو فیصلہ کر لے ان کے درمیان جو تجھ کو سمجھاوے

اللہ جل شانہ

اور اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے «ترجمہ»: جو کوئی فیصلہ نہ کر سکے اس کے موافق جس کو

اللہ نے نازل فرمایا ہے، سو وہ کافر ہے

اور جو کوئی فیصلہ نہ کرے اس کے موافق جس کو اللہ نے نازل فرمایا ہے سو وہ ظالم ہے،

اور جو کوئی فیصلہ نہیں کرتا اس کے موافق جس کو اللہ نے نازل فرمایا ہے، سو وہ فاسق ہے،

دعوت کے چھوڑنے اور مابا انزل اللہ کے موافق فیصلہ نہ کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ کفر و ظلم اور فسق جیسے

بہت سارے قبائح اور بد کرداریاں برسر عام ہو رہی ہیں، سب الجھنوں کے بعد بات کچھ یوں بن چکی

ہے کہ جب تک فیصلے اللہ کے نازل کیے ہوئے قانون پر نہیں کیئے جاتے تو سب امور یہود و ہنود، مجوس

اور انگریزوں کے ہاتھ میں ہی رہیں گے، جیسے گیند کسی کھلاڑی کے ہاتھ چلی جاتی ہے۔

^۱ «سورة النساء ۱۰۵» .

^۲ «سورة النساء ۴۴ ، ۴۵ ، ۴۷» .

و هم يفعلون ما شآؤوا يهلكون المسلمین و يستأصلون بیضتهم
و يقولون : الأمر لنا لا حق لأحد أن یسألنا نفعل ما نشاء نستحي من
نشاء و نسجن من نشاء و نقتل من نشاء و الأمر أمرنا و السیاسة
سیاستنا ، و لنا قیادة بكلّ جمیع .

و إن شئنا نسوّس أمرکم ، و نجعل المسلمین أدقّ من الدقیق .
فعلماء هذه الأمة ورثة الأنبیاء ، و نبینا ﷺ قائد الأمة ، و
خطیبهم إذا أنصتوا ، و مبشّرهم إذا أیسوا ، فلا ینبغي للعلماء الغفلة فی
مثل هذه الموارد ، بل لهم أن یكونوا مبشّرين بالاطمینان و الحلم و الوقار .

اور وہ جیسے چاہیں گے کرتے رہیں گے مسلمانوں کو ہلاک اور اسلام کی عمارت کی تیخ کنی میں
لگے رہیں گے اور ساتھ یہ بھی کہتے رہیں گے کہ اب تو سب ہمارے سپرد ہے ، کسی کا حق نہیں کہ وہ ہم
سے پوچھے اور ہم تو وہ کریں گے جو چاہتے ہیں ، زندہ چھوڑیں گے جنہیں چاہیں اور قید میں رکھیں جسے
چاہیں ، اور کسی کو چاہیں تو قتل کر دیں گے بہر حال حکم ہمارا ہی چلے گا ۔ سیاست ہماری ہی ہوگی ، اور ان
سب پر ہم قیادت کرنے رہیں گے اگر ہم چاہیں تو تمہارے سارے معاملات بگاڑ کر رکھ دیں اور
مسلمانوں کو پیسے ہوئے آٹے سے بھی زیادہ پیس لیں ۔

اس امت کے علماء پیغمبروں کے وارث ہیں اور ہمارے نبی ﷺ اس امت کے قائد ہیں انکی
خاموشی کے وقت انکے خطیب ، اور انکی ناامیدی کے وقت میں انہیں خوشخبریاں سنانے والے ہیں لہذا
اس امت کے علماء کیلئے ایسی وارداتوں کے حالات میں خاموش رہنا اور غفلت برتنا نامناسب ہے بلکہ
اطمینان ، ہمدردی ، سنجیدگی کے ساتھ خوشیاں پھیلانے والے بن جائیں ۔

و أن یكونوا رهبان اللیل و فرسان النهار ، و أن ینصروا من یتنصروهم من المسلمین مشورة و جهادًا و مناظرة كما قال الله تعالى : ﴿ وَإِنْ اسْتَنْصَرُواكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ إِلَّا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِعُضْهِمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٌ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ۝١٠٠ ۱ .

و الفساد الکبیر الفحشاء و المنکر و البغی ، و یقع جمیع أنواع الکفر ، و للکفر أنواع كما قال التفتازانی فی مقاصد الطالبین فی أصول الدین : الکافر إن أظهر الإیمان خصّ باسم المنافق

اور یہ کہ رات کے عبادت گزار اور دن کے شہسوار بن جائیں ، مسلمانوں میں سے جو بھی ان سے مشورے میں ، جہاد میں یا مناظرے میں مدد طلب کرے تو یہ ان کے مددگار بن جائیں۔
جیسا کہ فرمان الہی ہے «ترجمہ» : اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں تو تم کو ان کی مدد کرنا لازمی ہے۔ مگر مقابلہ میں ان لوگوں کے کہ ان میں اور تم میں عہد ہو اور اللہ جو تم کرتے ہو اس کو دیکھتا ہے ، اور جو لوگ کافر ہیں وہ لوگ ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اگر تم -----،،،،، فتنہ پھیلے گا اور بڑی خرابی ہوگی۔

آیت مذکورہ میں "فساد کبیر" سے مراد بے حیائی ، بے مروتی ، سرکشی اور کفر کی سب اقسام ہیں۔

کفر کی بہت سی اقسام ہیں جس کو تفتازانی نے اپنے تصنیف ﴿مقاصد الطالبین فی اصول الدین﴾ میں ان الفاظ سے ذکر کیا ہے ، کہ اگر کافر نے اسلام کا اظہار کیا تو منافق کھلائے گا

و إن کفر بعد الإسلام فبالمرتدّ ، و إن قال بتعدّد الآلهة فبالمشرك ، و إن تدین ببعض الأديان فبالکتابيّ ، و إن أسند الحوادث إلى الزّمان و اعتقد قدمه فبالدّهريّ ، و إن نفى الصّانع فبالمعطلّ ، و إن أبطن عقائد هي کفر بالاتّفاق فبالزّندیق^۱ .

الدّعوة بالموعظة الحسنة

هذا تفصيل الدعوة بالحكمة.

و أمّا دعوتهم بالموعظة الحسنة : هي الدّعوة ترهيبًا و تخويفًا و إنذارًا بالزّواجر بالإنذار من العذاب الدّنيوي و البرزخي و الآخروي .

اور اگر کفر کا ارتکاب کیا اسلام لانے کے بعد بھی تو مرتد کہلائے گا ، اور اگر الہ کے تعدد کا قائل ہو تو مشرک کہلائے گا ، اور اگر بعض دیگر مذاہب کی پیروی کرنے والا ہو تو کتبی شمار ہوگا ، اور اگر حوادث کو زمانے کی طرف منسوب کرے اور اس کے قدیم ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو تو دہری کہلائے گا اور اگر صانع کی نفی کرنے لگے تو معطلہ کافر بنے گا اور اگر ایسے عقیدوں کو چھپاتا رہے جو اتفاقاً کفر ہیں تو یہ زندیق ٹھہرے گا۔

موعظہ حسنہ کے ذریعے دعوت دینا

یہ تلامذہ دعوت بالمحکمۃ کا مفصل ذکر ہوا۔

اور موعظہ حسنہ کے ذریعے دعوت ، یہ وہ دعوت ہے جس میں دنیوی ، اخروی یا برخی عذاب سے ڈرایا گیا ہو یا ڈانٹ ڈپٹ کی گئی ہو۔

^۱ «مجموعۃ رسائل کشمیری ، إکفار الملحدین فی ضروریات الدین ص ۱۲» .

و أمّا التّغیب : فبالأمور الدّافعة للعذاب و الأمور المصلحة و بالتّبشیر .

أمّا الدّعوة بالجدال

فكما قال الآلوسی رحمہ اللہ ما حاصلہ : آداب دعوتہم الأوّلان یعنی بالحکمة والموعظة الحسنة بخلاف الثّالث أي الجدال ؛ لأنّہ غیر معطوف علیہ فالحاصل : أنّ أكثر ما وقع الجدال فی المناظرة ، و المناظرة أكثر ما يقع بین المسلمین : بخلاف ما تقدّم من الکفرة الفجرة من الملاحدة ؛ لأنّهم قلّمّا تقع المناظرة بینہم و بین المسلمین لساناً ، بل أكثر مقابلتہم و جدالہم بالحرب الفکری كما مرّ فی الابتداء

اور ان امور کی ترغیب دی گئی ہو جو عذاب سے نجات کا سبب بنتے ہیں اور جن میں اصلاح کے اصول اور خوشخبریوں کا بیان کیا گیا ہو۔

جدال کے ساتھ دعوت دینا

رہا جدال اور مجادلے کا طریقہ ، تو علامہ الوسی رحمہ اللہ کا کہنا یہ ہے : (جس کا حاصل یہ ہے) کہ دعوت دینے کے اصولی طریقے پہلے دو ہیں (یعنی دعوت بالحکمة اور دعوت بالموعظة الحسنة) بخلاف تیسرے طریقے کے (جو جدال ہے) کیونکہ وہ بطریقہ عطف ذکر نہیں ، خلاصہ یہ ہوا کہ اکثر و بیشتر جدال مناظروں میں واقع ہوتا ہے اور مناظرے زیادہ طور پر مسلمانوں کے درمیان ہی واقع ہوتے ہیں بخلاف ملحدین کافروں ، فاجروں کے کیونکہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان بہت ہی کم مرتبہ زبانی مناظرے کا موقع آیا ہے ، بلکہ اکثر ان کا مقابلہ جدال اور نظریاتی جنگ کے طور پر ہوتا رہا ، جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہو چکا ۔

و بعد ذلك بالحرب السّلاحي و بالهرج و المرج و بكثرة الملاحم
و الصّواعق المرسلّة ، كما روي عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال : قال
رسول الله ﷺ : تكثر الصّواعق عند اقتراب السّاعة فيصبح القوم فيقولون
من صعق البارحة ؟ فيقولون : صعق فلان ، و فلان^۱ .

ولكن لا بدّ للدّاعي سواء كان بالحكمة او بالموعظة الحسنة او
بالجدال من التدبّر في قصص الأنبياء و يجب له الحذر و الاحتياط من
حيلهم الفاسدة

اور اس کے بعد پھر اسلحے کی لڑائی اور ہرج، مرج سے اور بڑی جنگوں اور صواعق مرسلہ سے
جیسا کہ ابو سعید خدریؓ کی روایت میں منقول ہے : کہ قیامت کے قریب چیخوں والے عذاب زیادہ
ہو جائیں گے تو صبح ایک قوم اٹھے گی کہیں گے کہ کل رات کون کون اس میں مبتلا ہو گیا، تو باقی جواب
میں کہیں گے کہ فلاں و فلاں۔

داعی جو حکمت موعظتہ حسنہ یا جدال کے ساتھ دعوت دیتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ
انبیاء کے واقعات میں غور فکر کرے اور مفسدوں کی چالوں سے احتیاط کے ساتھ رہے۔

داعی کیلئے ضروری ہے کہ وہ انبیاء کے واقعات میں سوچا کرے خواہ وہ حکمت کے ساتھ یا
موعظتہ حسنہ اور یا پھر جدال سے دعوت دے رہا ہو اور تخریب کاروں کی چالوں سے احتیاط کی بھی
ضرورت ہے جیسے کہ حضرت یوسفؑ سے چال کھیلی گئی۔

^۱ « المستدرک کتاب الفتن و الملاحم ص ۳۵۸ / ج ۵ » .

ألا ترى إلى ما فعل أخوة يوسف عليه السلام به بحيلهم الفاسدة ، و
كيف ذهبوا به

و أجمعوا أن يجعله في غيابة الحب ، و بعد ما فعلوا ذلك جاؤوا
أباهم عشاء يبكون ، فهم جعلوا يوسف في غيابة الحب ، و منهم العويل
، و منهم البكاء .

ثم راودته اللّتي هو في بيتها عن نفسه و غلّقت الأبواب ، و قالت
: هيت لك ، ثم هي قالت : ما جزاء من أراد بأهلك سوءًا إلا أن يسجن
أو عذاب أليم

کیا آپ نے کبھی سوچا نہیں کہ یوسفؑ کے بہائیوں نے آپؑ کے ساتھ اپنے مکروچال کے
ذریعے کیا کیا؟

اور کیسے انہیں لے گئے اور اندھیرے کنویں میں پھینک ڈالنے پر متفق ہو گئے پھر آپؑ کو
کنویں میں پھینکنے کے بعد رات کے وقت روتے ہوئے اپنے ابا کے پاس آ گئے، انہوں نے ہی تو یوسفؑ
کو اندھیرے کنویں میں پھینکا تھا اور یہی آہ و بکاہ اور فریاد بھی کر رہے تھے ، پھر آپؑ کو اس عورت نے
پہلانا چاہا جس کے گھر میں آپؑ رہائش پذیر تھے ، اور دروازے بند کر کے کہنے لگی : آ جا جلدی کر اور پھر
وہی کہنے لگی : کہ بھلا بدلہ نہیں اس شخص کا جو تیرے گھر میں برائی چاہتا ہے مگر یہ کہ قید میں ڈالا جائے
اور اس کو دردناک عذاب دیا جائے۔

سبحان اللہ من نحو هذا التزوير و البهتان و الإلزام علی البری من ذلك .

ثمّ بدا لهم برآءة يوسف عليه السلام و كيد النسوة ، فلمّا لم يكن لهم الاستطاعة من إصلاح نسائهم فسجنوا يوسف عليه السلام حتّى حين ، فبجروا نسائهم أخذوه و سجنوه .

ثمّ قال إخوة يوسف عليه السلام : إن يسرق فقد سرق أخ له من قبل ، قالوه بهتاناً و زوراً ، فأسرّها يوسف عليه السلام في نفسه و لم يبدّها لهم . هذا مقام من علّمه اللہ من تأویل الأحاديث و تمّ عليه نعمته .

تعجب ہے ان کے آراستہ اور جھوٹ ی باتوں پر، بہتان اور پاکدامن کو ملزم ٹھرانے پر، پھر جب ان کو یوسفؑ کی پاکدامنی اور عورتوں کا فریب معلوم ہو گیا لیکن اپنی عورتوں کی اصلاح کرنے کی طاقت نہ تھی تو یوسفؑ کو مخصوص مدت تک کیلئے جیل میں ڈال دیا چنانچہ ان ہی کی عورتوں کے جرم کی پاداش میں یوسفؑ پکڑے گئے اور جیل میں ڈالے گئے، اور پھر یوسفؑ کے بہائیوں نے کھا اگر اس (بنیامین) نے چوری کی ہے تو اس کے بہائی (یوسفؑ) نے بھی اس سے پہلے چوری کی تھی، اور یہ انکا جھوٹ، بہتان کا کہنا تھا لیکن یوسفؑ نے اس بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھا اور ان کے سامنے اسکا اظہار نہ فرمایا۔

یہ اس شخص کا مرتبہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تاویل الاحادیث کے علم سے نوازا تھا اور اپنی نعمت پوری فرمائی تھی۔

فتدبر فی مثل هذه الموارد فی أحوال الأنبياء كما قال الله تعالى :

﴿ إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ۚ ۹۲ ﴾^۱ .

وكذا لا بدّ له من التدبر والتأمل في ما أنبا النبي صلى الله عليه

وسلم عن الفتن ، وما ذا يفعله الدّاعية عند وقوعها ؟

و أن يعرف مقتضيات الأحوال ، فتقدّم إذا كان مقتضى الحال التّقدّم ، و تأخّر ، و تغرّب إذا كان مقتضى الحال التّغرّب كما قال البخاري رحمه الله : باب التّغرّب في الفتنة ، و فيه قصّة تغرّب سلمة بن الأكوع رضي الله عنه ، و قال في جواب الحجاجّ المبير لما قال لسلمة : يا ابن الأكوع ارتدتّ على عقبيك ؟ قال : لا ، و لكن رسول الله ﷺ أذن لي في البدو
.....

پس ایسے واقّع میں انبیاء کے حالات پر غور فکر کر لیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے » ترجمہ « : یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے سب ایک دین پر اور میں ہوں تمہارا رب سو میری بندگی کرو۔ حالات کے تقاضوں کو خوب جان لینا، سو آگے بڑھنا اگر حالات کا تقاضا آگے بڑھنے کا ہو، اور پیچھے رہنا اگر حالات پیچھے ہٹنے اور گمنامی کا تقاضا کر رہے ہوں جیسا کہ امام بخاری نے باب وضع کیا ہے ، (باب التّغرّب فی الفتنة) باب فتنہ فساد کے وقت جنگل میں جا کر رہنے کے بارے میں۔ اور پھر اسمیں سلمہ بن الاکوع کی کنارہ کشی اختیار کرنے کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ جب ظالم حجاج نے سلمہ سے کھاتھا: اے ابن الاکوع ! کیا تم لٹے پاؤ پھر گئے (یعنی مرتد ہو گئے) آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ ایسا نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو (ان حالات میں) بستی جانے کی اجازت دی تھی۔

^۱ « سورة الأنبياء ۹۲ » .

و قال أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري رحمه الله : باب قول النبي ﷺ : تكون فتنة القاعد فيها خير من القائم .

و أخرج عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعاً : ستكون فتن القاعد فيها خير من القائم ، و القائم فيها خير من الماشي ، و الماشي فيها خير من الساعي ، و من تشرف لها تستشرفه فمن وجد فيها ملجأ ، او معاذاً فليعد به .

و عن حذيفة بن اليمان رضي الله عنه : قال : قلت : فهل بعد ذلك الخير من الشر ، قال : نعم ، دعاة على أبواب جهنم ، من أجابهم إليها قذفوه فيها ، قلت : يا رسول الله صفهم لنا
.....

اس طرح ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری نے کھا ہے (باب قول النبی ﷺ القاعد فيها خير من القائم) باب آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کے بارے میں کہ ایسا فتنہ اٹھے گا جس میں بیٹھا ہوا کسرے سے بہتر ہوگا، اور اس میں ابو ہریرہؓ سے مرفوع روایت ذکر کی ہے: کہ عنقریب فتنے برپا ہوں گے جس میں بیٹھا ہوا کسرے سے بہتر ہوگا اور اس میں چلنے والے سے اور چلنے والا اس میں دوڑنے والے سے بہتر ہوگا جس نے اس کی طرف جہانک کر بھی دیکھا اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، پس جو اس میں کوئی پناہ کی جگہ یا ٹھکانہ پالے تو اس میں ہی پناہ حاصل کر لے۔

حذیفہ بن الیمانؓ سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا: کہ کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہوگا، فرمایا کہ جی ہاں! جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے دوزخ کے دروازوں پر کسرے ہوں گے، جو ان کی بات مان لے اس کو جہنم میں پھینک ڈالیں گے، میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ ہمیں ان کی صفات بیان کر دیجیے۔

قال : هم من جلدتنا و يتكلمون بألسنتنا ، قلت : فما تأمرني
 إن أدركني ذلك ، قال : تلزم جماعة المسلمين و إمامهم ، قلت : فإن لم
 يكن لهم جماعة ، قال : فاعتزل تلك الفرق كلها و لو أن تعصّ بأصل
 شجرة حتّى يدركك الموت و أنت على ذلك ، و قال عليه السلام : عائداً
 بالله من سوء الفتن أو قال : أعوذ بالله من سوء الفتن و نعم ما قيل : شعر:
 الحرب أول ما تـكـون فـتية تسعى بزینتها لكلّ جهول
 حتّى إذا اشتعلت و شبّ ضرامها و لت عجوزاً غیر ذات حلیل
 شمطاء تنکر لونها و تغیّر مکروهة للشّم و التّقبیل

فرمایا کہ وہ ہمارے ہی جیسے ہوں گے، اور ہماری زبانوں سے باتیں کریں گے۔ (یعنی ظاہری
 وضع قطع اور بول چال مسلمانوں جیسی ہوگی) میں نے کھا اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو آپ مجھے کیا حکم
 دیتے ہیں، فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امیر کے ساتھ رہنا، میں نے کھا اگر ان کی کوئی
 جماعت نہ ہو؟ فرمایا کہ ان سب فرقوں سے الگ ہو جانا خواہ تمہیں جنگل جا کر درختوں کی جڑیں چبانی
 پڑیں یہاں تک کہ تجھ کو موت پالے اور تو اسی حالت پر ہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی پناہ میں
 آنے والا ہوں فتنوں کی برائی سے یا فرمایا کہ پناہ مانگتا ہوں اللہ کی فتنوں کی برائی سے شاعر نے کیا خوب
 کھا ہے:

ترجمہ: اول مرحلہ میں جنگ ایک نوجوان لڑکی معلوم ہوتی ہے جو ہر نادان کے بہکانے کیلئے
 اپنے زیب و زینت کے ساتھ دوڑتی ہے یہاں تک کہ جب لڑائی بہرہ رک اٹھتی ہیں اور اس کے شعلے بلند
 ہونے لگتے ہیں تو یہ ایک رانڈ بیوہ بڑھیا کی طرح پیٹھ پھیر لیتی ہے، جس کے بالوں میں سیاہی کے ساتھ
 سفیدی کی ملاوٹ ہو گئی ہو اور اس کے رنگ سے نفرت کی جاتی ہو، اور اس طرح بدل گئی ہو کہ اس سے
 بوس و کنار مکروہ سمجھا جاتا ہو۔

و لكن لما كان زمن النبوة زمان نزول الوحي كلما أوقدوا نارًا للحرب أطفاها الله بنزول الوحي ، و التنبيه إلى النبي ﷺ و كان عليه السلام أعلم بالموارد ، و دفع الفتنة كما قال أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري رحمه الله : باب من ترك بعض الاختيار مخافة أن يقصر فهم بعض الناس فيقع في أشد منه ، و في الحديث قال النبي ﷺ : يا عائشة لو لا أن قومك حديث عهدهم لنقضت الكعبة ، فجعلت لها بابين بابًا يدخل الناس منه ، و بابًا يخرجون منه .

وقال عليه السلام : باب من خصّ بالعلم قومًا دون قوم كراهية أن لا يفهموا.

لیکن جب نبوت کا زمانہ وحی کے نزول کا زمانہ تھا تو جب بھی اس قسم کے لوگ فتنہ کی آگ جلاتے تو اللہ اس کو بجھا دیتا نزول وحی اور آپ ﷺ کو اطلاع دینے سے، پھر آپ ﷺ بھی اس قسم کی واردات اور فتنہ کی سرکوبی سے خوب واقف تھے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے صحیح میں لکھا ہے: (باب من ترک بعض الاختیار مخافة ان يقصر فهم بعض الناس فيقعوا في اشد منه) باب اس شخص کے بارے میں کہ بعض باتوں کو وہ اس ڈر سے چھوڑ دے کہ بعض لوگ اسکی سمجھ سے قاصر ہونگے تو اس سے زیادہ ناجائز کاموں میں مبتلا ہو جائیں گے، باب کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر آپ کی قوم نو مسلم (نئے اسلام والی) نہ ہوتی تو میں کعبہ کی عمارت گراتا اور اس کے دو دروازے بناتا جن میں سے ایک سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے نکلتے۔

اس طرح باب ہے (باب من خص بالعلم قوما دون قوم كراهية ان لا يفهموا) ”باب اس بارے میں کہ علم کی باتیں کچھ لوگوں کو بتا دینا اور کچھ لوگوں کو نہ بتانا اس خیال سے کہ ان کی سمجھ میں نہ آئیں گی۔“

و قال علیؑ : حدّثوا النّاس بما یعرفون أنّ یكذب الله و رسوله .
و لكن بعد انتقال النبی ﷺ شاعت الفتن كما فی الصّحیح البخاری : عن أبي هريرةؓ لما توفي رسول الله ﷺ و كان أبو بكر ، و كفر من كفر من العرب ، فقال عمرؓ : كيف تقاتل النّاس و قد قال رسول الله ﷺ : أمرت أن أقاتل النّاس حتّى يقولوا : لا إله إلّا الله ، فمن قالها عصم منّي ماله ، و نفسه إلّا بحقه ، و حسابه على الله ، فقال : و الله لأقاتلنّ من فرّق بين الصّلوة و الزّكوة ، فإنّ الزّكوة حقّ المال.....

اور علیؑ کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے سامنے ان چیزوں کا بیان کرو جنہیں وہ سمجھ سکتے ہیں۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ یہ لوگ اللہ اور رسول کو جھٹلا دیں۔

لیکن آپ ﷺ کے وصال کے بعد فتنے پھوٹ پڑے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ابو ہریرہؓ سے منقول ہے: کہ جب آپ ﷺ وفات پائے اور ابو بکرؓ خلیفہ تھے تو عرب میں سے جنہوں نے کفر کرنا تھا انہوں نے کر لیا: تو عمرؓ نے (ابو بکرؓ سے) فرمایا تو کیسے ان لوگوں سے جنگ کرے گا حالانکہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ لڑوں یہاں تک کہ وہ کلمہ توحید کا اقرار کر لیں جنہوں نے اس کا اقرار کر لیا انہوں نے مجھ سے اپنے مال اور اپنے نفس کو بچا لیا سوائے اس کے حق کے اور اس کا حساب اللہ پر ہے (اور یہ لوگ تو اس شرط پر پورے ہیں) تو ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا ”اللہ کی قسم میں ان کے ساتھ لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔

و اللہ لو منعونی عنافاً کانوا یؤدونها إلی رسول اللہ ﷺ ، فقال عمر رضی اللہ عنہ : فواللہ ما هو إلا أن قد شرح اللہ صدر أبی بکر فعرفت أنه الحق ، و قال أبو بکر الصّدیق رضی اللہ عنہ : أینقص الدّین و أنا حیّ .
الباب المغلق أمام الفتن هو عمر رضی اللہ عنہ .

و أمّا عمر رضی اللہ عنہ کان باباً مغلقاً إلی الفتن كما قال البخاری عن شقیق ، قال : سمعت حذیفۃ یقول بینما نحن جلوس عند عمر إذ قال أیّکم یحفظ قول النّبی ﷺ فی الفتنۃ قال : فتنۃ الرّجل فی أهله و ماله و ولده و جاره یکفرها الصّلوة و الصّدقة و الأمر بالمعروف و النّهی عن المنکر
.....

اللہ کی قسم اگر یہ لوگ مجھے بکری کا بچہ بھی دینے سے انکار کر دیں جو وہ آپؐ کو ادا کرتے تھے تو میں ان کے ساتھ اس کے روک لینے پر بھی لڑوں گا" تو عمرؓ نے کھا اللہ کی قسم یہ ایسا نہیں مگر یہ کہ اللہ نے ابو بکرؓ کا سینہ کھول دیا ہے، پس میں نے جان لیا کہ یہ حق ہے اور ابو بکرؓ کہنے لگے کہ بہلادین میں کمی پیدا کی جاتی رہی اور میں زندہ رہوں ؟

اور بہر حال عمرؓ تو وہ تو فتنوں کی روک تھام کرنے میں دروازہ کی مانند تھے ، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے شقیق سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حذیفہؓ سے سنا اور انکا کہنا یہ ہے کہ ہم عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے ہم سے پوچھا : تم میں سے کسی شخص کو وہ حدیث یاد ہے جو آپ ﷺ نے فتنوں کے سلسلے میں ارشاد فرمائی ہو ؟ فرمایا : آدمی کا فتنہ اس کے اہل و عیال میں اس کے مال اس کے نفس و اولاد میں اور اس کے ہمسایہ میں ہے ، اس کے اس فتنہ کو نماز ، زکوٰۃ ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دور کر سکتا ہے

قال : ليس عن هذا أسالك ، و لكن اللتي تموج كموج البحر ،
 قال : ليس عليك منها بأس يا أمير المؤمنين إنّ بينك و بينها بابًا مغلقًا ،
 قال عمر رضي الله عنه : أ يکسر الباب أم يفتح ، قال : بل يکسر ، قال إذن لا
 يغلق أبدًا ، قلت : أجل ، قلت : لحذيفة أ كان عمر رضي الله عنه يعلم الباب ،
 قال : نعم ، كما أعلم أنّ غدًا ليلة ، و ذلك أنّي حدثته حديثًا ليس
 بالأغاليط فهبنا أن نسأله من الباب ؟ فأمرنا مسروقًا فسأله ، فقال : من
 الباب ؟ قال : عمر رضي الله عنه .

عمرؓ نے فرمایا کہ میری مراد یہ فتنہ نہیں، بلکہ وہ فتنہ ہے جو سمندر کے موجوں کی طرح جوش
 مارے گا، حذیفہؓ کہتے ہیں: کہ اے امیر المؤمنین آپ کا اس فتنے کے ساتھ کچھ تعلق نہیں، بے شک
 تمہارے اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ حائل ہے، عمرؓ نے کھا کہ وہ دروازہ کہولا جائیگا کہ توڑا جائیگا
 ؟ کھا: کہ وہ توڑا جائیگا تو عمرؓ نے جواب دیا تب تو اس دروازے کو کبھی بند نہ ہونا چاہئے تھا، شقیق کہتا ہے
 کہ میں نے حذیفہؓ سے پوچھا کہ کیا عمرؓ اس دروازے سے واقف تھے، کھا کہ جی ہاں! ایسے واقف تھے
 جیسا کہ کل کے دن سے پہلے رات کے آنے سے واقف تھے اور بلا شک میں نے عمرؓ سے وہ حدیث بیان
 کی جو مغالطات نہیں تھے شقیق کہتا ہے کہ ہم نے حذیفہؓ سے اس دروازہ کے بارے میں پوچھنا گوارا نہ
 کیا، البتہ مسروق سے عرض کر لیا تو اس نے حذیفہؓ سے پوچھ لیا کہ وہ دروازہ کونسا ہے؟ اس نے کھا کہ
 عمرؓ -

و اما بعد کسر هذا الباب أعني شهادة عمر رضی اللہ عنہ کثر الهرج و المرج.
 الهرج : القتل ، ألا ترى إلى ما فعلوا بعثمان ذي النورين رضی اللہ عنہ خليفة
 رسول الله ﷺ المبشر بالجنة.

و ما فعلوا بحسين بن علي رضی اللہ عنہ ابن بنت رسول الله ﷺ ، و ریحانه.
 و بعد ذلك ادّعى الحجاج بن يوسف مبير بني ثقيف نصرة المظلوم
 يعني عثمان رضی اللہ عنہ ، و فعل ما فعل بصحابة رسول الله ﷺ ، و التابعين ما
 يضيق عنه نطاق البيان ، و وثب المختار بن عبيدة الثقفي بالكوفة ، و
 ادّعى نصرة آل رسول الله ﷺ طالبًا بدم الحسين بن علي بن أبي طالب.

بہر حال اس دروازے کے توڑ جانے کے بعد (یعنی عمر کے شہادت کے بعد) ہرج اور مرج
 زیادہ ہو گئی (یعنی قتل) کیا آپ نے کبھی یہ سوچا کہ انہوں نے عثمان ذوالنورینؓ کیساتھ کیا کیا جو خلیفہ
 رسول تھے ، جس کو جنت کی خوشخبری دی گئی تھی ، اور کبھی یہ سوچا کہ انہوں نے حسین بن علیؓ کے
 ساتھ کیا کیا ، جو آپ ﷺ کے نواسے اور آپؐ کی خوشبو تھے ، اس کے بعد حجاج بن یوسف (جو بنو ثقیف
 کا ظالم تھا) نے مظلوم (عثمانؓ) کی نصرت کا دعویٰ کرتے ہوئے وہ کر دیا جو وہ صحابہؓ اور تابعین کے ساتھ
 کرنا چاہتا تھا ، جو ناقابل بیان ہے ، اور ایسے ہی مختار بن عبیدہ الثقفی کوفہ میں کودا اور حسین بن علی بن
 ابی طالب کے خون کا مطالبہ کرتے ہوئے آل رسول ﷺ کی نسل کی امداد کا دعویٰ کرنے لگا۔

و كان المختار كذاب بني ثقيفة ، و ظهوره لدعوة ما دعى إليه الشيعة بالكوفة ، و كل واحد من الحجاج ، و المختار قالا : كلمة الحق و ارادا بها الباطل و كأنهم يحرفون الكلم عن مواضعه ، و يخادعون الله و الذين آمنوا ، و كانت ألفاظهم الإسلامية ، و لكن غيروا معانيها ، و بدّلوا مفاهيمها ، و حرّفوا مصاديقها .

و أما هذا الزمان فزمان إفشاء الكذب كما قال أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري رحمه الله : ”باب إذا بقي في حثالة من الناس“^۱ .
و عن حذيفة رضي الله عنه قال : حدّثنا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم حديثين رأيت أحدهما ، و أنا أنتظر الآخر.....

مختار جو بنو ثقیف کا کذاب تھا اور اس کا ظہور اس چیز کی دعوت کیلئے تھا جس کی دعوت شیعہ نے کوفہ میں دی بھی ، اور دونوں (حجاج اور مختار) بات حق کی کر رہے تھے پر مقصود باطل تھا گویا کہ کلمات میں تحریف کر رہے تھے اور ایمان لانے والوں کو دھوکہ دے رہے تھے ، اور انکے الفاظ اسلامی تھے جبکہ ان کے معانی اور مفہوم بدل چکے تھے اور ان کے مصداقات بگاڑ چکے تھے۔

سویہ دور جھوٹ پہیلنے کا ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب رکھا ہے (باب اذا بقي في حثالة من الناس) باب اس بارے میں کہ جب کوئی شخص برے لوگوں میں رہ جائے تو کیا کرے۔

اور حذیفہ سے منقول ہے: کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حدیثیں بیان فرمائی ان میں سے ایک کو تو میں دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں۔

حدّثنا أنّ الأمانة نزلت في جذر قلوب الرجال ، ثمّ علموا من القرآن ، ثمّ علموا من السنّة ، و حدّثنا عن رفعها قال : ينام الرّجل النّومة فتقبض الأمانة من قلبه فيظلّ أثرها مثل أثر الوكت ، ثمّ ينام النّومة فتقبض فيبقى أثرها مثل أثر الجمل كجمر دحرجته على رجلك فنفط فتراه منتبراً ، و ليس فيه شيء ، و يصبح النّاس يتبايعون ، و لا يكاد أحد يؤدّي الأمانة فيقال : إنّ في بني فلان رجلاً أميناً ، و يقال للرّجل : ما أعقله ، و ما أظرفه ، و ما أجلده و ما في قلبه مثقال حبة من خردل من إيمان ، و لقد أتى عليّ زمان لا أبالي أيّكم بايعت لأن كان مسلماً ردّه عليّ الإسلام ..

چنانچہ فرمایا: کہ امانت لوگوں کے دلوں میں اتاری گئی، پھر لوگوں نے اسے قرآن سے سیکھا، پھر سنت سے سیکھا، اس کے بعد امانت کے اٹھ جانے کا فرمایا، فرمایا کہ آدمی سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکال دی جائیگی، اور اس کا نشان ایک دہے جتنا باقی رہ جائیگا پھر وہ سوئے گا تو وہ حصہ بھی نکالا جائے گا جو باقی رہ گیا تھا، پس آبلہ جیسا نشان رہ جائیگا جیسا کہ تم آگ کی چنگاری کو اپنے پاؤں پر گرالو اور اس سے آبلہ پڑ جائے جس کو تو پہولا ہوا دیکھے گا اور اس کے اندر کچھ نہیں ہوگا، پھر جب لوگ صبح اٹھیں گے تو معمول کے مطابق خرید و فروخت کریں گے لیکن کوئی امانت ادا کرنے والا نہیں ہوگا، پھر کھا جائیگا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار آدمی ہے اور کسی کے متعلق کھا جائیگا کہ وہ کس قدر عقلمند کتنا خوش طبع اور کتنا دلاور آدمی ہے حالانکہ اس کے دل میں رائے کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔ اور مجھ پر ایک زمانہ گزر گیا اور میں اس کی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ تم میں سے کسی کے ساتھ لین دین کرتا ہوں اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کا اسلام میرے حق کے ادا کرنے پر مجبور کرتا

و إن كان نصرانیاً ردّه علیّ ساعیه ، و أمّا الیوم فما كنت أبايع إلا فلاناً ، و فلاناً.

و بالجملة لهم طرق فی اصطیاد ملّة الإسلام بنصب شبكه العالمیة كما روي عن حذیفه رضی اللہ عنہ : إنّ أخوف ما تخاف علیکم أن تؤثروا ما ترون علی ما تعلمون ، و أن تفعلوا و أنتم لا تشعرون^۱ .

و عن حذیفه رضی اللہ عنہ کیف أنتم إذا انفرجتم عن دینکم انفرج المرأة عن قبلها لا تمنع من یأتیها فقال رجل : قبح الله العاجز ، قال : بل قبحت أنت ؟

اور اگر وہ نصرانی ہوتا تو اس کے حاکم لوگ اس کو ایمانداری پر مجبور کرتے لیکن آج کل تو میں صرف فلاں وفلاں لوگوں سے لین دین کرتا ہوں۔

ایسے افراد نے ملت اسلامیہ کو سوشل میڈیا کے ذریعے شکار کرنے کے مختلف طریقے اپنائے ہیں، اسی طرح حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے : کہ زیادہ خوفناک ان چیزوں میں جن کا تم پر خوف کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ تم لوگ ان چیزوں کو ترجیح دو گے جن کو تم دیکھتے ہو بنسبت انکے کہ جن کو تم جانتے ہو، اور یہ کہ تم کوئی کام کرو گے ایسے کہ سوچ و بچار نہ کرو گے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک اور روایت میں نقل ہے : کہ تمہاری کیا حالت ہو گی جب دین سے علیحدہ ہو جاؤ گے اس طرح کہ جیسے کہ ایک عورت اپنی شرمگاہ سے یوں بیزار ہو کر لیتی ہے کہ جو اس کو آئے منع نہیں کرتی، تو ایک شخص نے کھا کہ اللہ عاجز کو محروم کر دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ تو ہی محروم ہو ۔

^۱ « أخرجه ابن أبي شيبة ص ۵۰۳ / ج ۲ » .

^۲ « المستدرک کتاب الفتن ۳۷۰ / ج ۵ » .

و تلك الأيام أيام الهرج حين لا يأمن الرجل جليسه ، قال ابن مسعود رضي الله عنه : قلت : فما تأمرني إن أدركت ذلك الزمان قال : أكفف نفسك و يدك ، و أدخل دارك « الحديث »^۱ .

و لكن قد تفضي الأمر إلى المناظرة ، و المباحثة كما مرّ في رواية حذيفة رضي الله عنه : و أن تفعلوا و أنتم لا تشعرون .

و هذه المناظرة و المباحثة أكثرها وقوعاً بين المسلمين ، و هو المقصود من تدوين هذه الرسالة

یہ فتنہ و فساد کے وہ دن ہیں جن میں کوئی شخص اپنے ہم نشین پر اعتماد نہ کر سکے گا اسی کے متعلق ابن مسعودؓ نے فرمایا تھا: کہ میں نے آپؐ سے پوچھا: ”مجھے کیا حکم فرمائیں گے اگر میں وہ زمانہ پا لوں“ فرمایا: کہ اپنے نفس اور رہاتھوں کو روک لینا اور اپنے گھر میں داخل ہو جانا۔

لیکن باوجود اس کے کبھی کبھار بات مناظرہ کو مفضی ہو جاتی ہے جیسا کہ حذیفہؓ کی روایت میں ذکر ہوا تھا پھر یہ مناظرہ اور مباحثہ اکثر مسلمانوں کے درمیان درپیش ہوتا ہے، اور یہی اس رسالے کے تدوین کا مقصد ہے۔

^۱ « أخرجه المستدرک کتاب الفتن ، و الملاحم ص ۲۴۳ / ج ۵ » .

الدّخول فی المقصود بعد الفراغ من التّمهید الممدود

و ما مرّ من تمهید و تنبیہ للمسلمین للاجتنباب عن الدّخول فی المناظرة و المباحثة ؛ لأنّ المناظرة و المباحثة فی هذا الزّمان من کید الأغیار و إیقاع الفساد بین المسلمین و هم لا يشعرون ؛ لأنّ کلّ واحد من المسلمین یذكر عند الاستدلال کتاب الله و سنّة رسول الله ، أو قول من یعتمد بقوله من الأئمّة العظام و یضرب کتاب الله و سنّة رسوله ﷺ و أقوال الأئمّة بعضها ببعض . قال علیه السّلام : إنّما هلك من کان قبلکم بهذا ضربوا کتاب الله ببعض ، و إنّما نزل کتاب الله یصدّق بعضه بعضًا فلا یکذّب بعضه بعضًا ، فما علمتم منه فقولوا ، و ما جهلتم فکلوه إلى عالمه » ابن ماجه .

لمبی تمهید سے فراعنت کے بعد اصل مقصد میں داخلہ

جو تمهید اور تنبیہ مسلمانوں کیلئے ماقبل گزر چکی وہ خود کو مناظروں اور مباحثوں سے بچانے کیلئے تھی، کیونکہ مناظرہ و مباحثہ اس دور میں اغیار کی ایک سوچی ہوئی چال ہے اور مسلمانوں کی ناسمجھی میں ان کے درمیان فساد پھیلانا ہے اس لئے کہ مسلمانوں میں (مناظرہ کے وقت) ہر ایک اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت استدلال میں پیش کرتا ہے، یا اماموں میں سے کوئی معتمد قول پیش کرتا ہے، اور اس طریقہ کار سے کتاب اللہ، سنت رسول اور ائمہ کرام کے اقوال کو ایک دوسرے کے ٹکرانے میں لگا رہتا ہے، حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے بلاشبہ تم میں سے پہلی بعض قومیں اس وجہ سے ہلاک کر دی گئیں کہ انہوں نے کتاب اللہ کے بعض حصے کو بعض پردے مارا (یعنی آیات میں تضاد و اختلاف پیدا کرنا چاہا) اور بیشک کتاب اللہ کا بعض حصہ دیگر بعض کی تصدیق کرتا ہے لہذا تم قرآن کے بعض حصے کو بعض دیگر کے مخالف مت ٹھرانا اور اس کے بارے میں جتنا تمہیں علم ہو وہی بیان کیا کرو اور جس کا علم نہیں اسے جاننے والوں کے سپرد کر دیا کرو۔

و قال علیہ السلام: المرء فی القرآن کفر « رواہ أحمد ، و أبو داؤد »^۱ .
و سمعت من بعض الأمراء و وقعت المناظرۃ و المباحثۃ أمامہ بین
العلماء فقال الأمير تھاوئاً للکتاب و السنۃ : الکتب حمر العلماء یحمل
کلّ واحد منهم ما شاء من الکتب ، فإذا سمعت قول ذلک ، و إهانته
للکتب فضت عرقاً .

و قال الغزالی رحمہ اللہ : کما أنّ الشراب أمّ الخبائث فکذا
البحث الّذی یكون المقصود منه المغالبة یفضی إلى البغض و الحسد و
التّکبر و الغیبة و التّجسس و الفرح علی مصیبة الغیر و الحزن علی خیرہ
و الاستکبار عن الحقّ و عدم الاعتدال و الإنصاف « معارف القرآن » .

اور ارشاد فرمایا: ”کہ قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔“

میں نے خود بعض سرکردہ لوگوں کو ”جب ان کے سامنے علماء کے درمیان مناظرہ و مباحثہ کا
موقع بنا“ سنا، کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی توہین کرتے کہہ رہے تھے کہ یہ کتابیں تو علماء کے
گدھے ہیں، ان میں سے جو بھی جس کتاب پے بھی چاہتا ہے اسے سواری بنا لیتا ہے، میں نے ان
کو کتابوں کی اس قسم کی توہین کرتے دیکھا تو پسینہ پسینہ ہو گیا۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے کہ جیسا کہ شراب گناہوں کی جڑ ہے
یہی حال بحث و مباحثہ کا بھی ہے جس سے مقصود ایسا غلبہ ہو جو بغض، حسد، تکبر اور غیبت کی طرف
مفرضی ہوتا ہو اور جاسوسی کرنے اور غیروں کی مصیبتوں پر خوش ہونے اور ان کی خوشی پر غمگین ہونے
کو مفرضی ہو جاوے اسی طرح حق سے خود کو بالاتر سمجھنے اور میانہ روی اور انصاف کے ختم کرنے کا سبب
بنتا ہے۔

فأول ما وقعت المناظرة من إبليس مع الله تعالى إباءاً واستكباراً

و ادّعى و قال : (قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَ خَلَقْتَهُ مِن طِينٍ)^۱ .
و قال : ﴿ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴾^۲ .
و قال : ﴿ وَلَا أُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۚ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴾^۳ .
و قال : ﴿ أَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا ﴾^۴ .

سب سے پہلے جو مناظرہ ہوا وہ اللہ ﷻ کے ساتھ ابلیس کا مناظرہ تھا جو انکار اور تکبر پر مبنی تھا

جس نے دعویٰ کر کے کہہ دیا کہ میں اس (آدمؑ) سے بہتر ہوں، کیونکہ مجھ کو تو نے آگ سے بنایا ہے اور اسکو مٹی سے۔

اور کھا جیسے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں تیری سید ہی راہ پر۔

اور بولا ان سب کو بہکاؤں گا مگر جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں اور بولا بسلا تو دیکھ یہ شخص جسکو تو نے مجھ پر بڑھایا ہے اگر تو مجھے ڈھیل دے دے قیامت تک تو میں اسکی اولاد کو مسخر کردوں گا مگر تھوڑے سے۔

^۱ « سورة الأعراف ۱۲ » .

^۲ « سورة الأعراف ۱۶ » .

^۳ « سورة الحجر ۳۹ ، ۴۰ » .

^۴ « سورة إسراء ۶۲ » .

و من تنقیداته ما هو المذكور فی إنجیل لوقا و مرقوس و یوحنا و متی و التّورات علی شکل المناظرات بینہ و بین الملائکۃ بعد الأمر بالسّجود : أنّه قد علم قبل خلقي أنّ أيّ شیء یصدر عني ، و یحصل مني فلم خلقي ، و إذا خلقي فلم کلّني بمعرفته ، و طاعته ، و إذا کلّني بطاعته فلم کلّني بطاعة آدم ، و إذا کلّني علی الإطلاق فلم لعني ، و أخرجني من الجنّة ، و إذا لعني و أطردي فلم طرّقي إلى آدم حتّی دخلت الجنّة ثانیاً عزّرتہ بوسوسة ، و إذا طرّقي إلى الجنّة و آدم فلم سلّطني علی أولادته حتّی أراهم من حیث لا یروني ، و تؤثر فیهم وسوستي ، و لا یؤثر فیّ قوّتهم ، و إذا سلّطني علی أولاده فلم إذا استمهلتہ أمهلني ؟

اور اسکے اعتراضات میں بعض ایسے ہیں جو انجیل لوقا، مرقوس، یوحنا، متی، اور تورات میں مناظروں کی شکل میں موجود ہیں جو اسکے اور فرشتوں کے درمیاں اسکو سجدے کا حکم ملنے کے بعد ہوئے ، وہ یہ کہ اللہ جل شانہ کو میرے پیدائش سے پہلے حقیقت معلوم تھی کہ مجھ سے کیا صادر ہوگا، تو کیوں مجھے پیدا کیا اور جب مجھے پیدا کیا تو مجھے اپنی معرفت اور طاعت پر کیوں مکلف بنایا اور جب مجھے اپنی تابعداری پر مکلف بنایا تو کیوں مجھے آدم کی طاعت اور سجدے پر مکلف کیا اور جب مجھے علی الاطلاق مکلف کیا تو کیوں مجھے ملعون ٹھرایا اور جنت سے نکال دیا اور جب مجھ پر لعنت کی اور دہشتکارا تو مجھے کیوں آدم کا راستہ دکھایا یہاں تک کہ دوبارہ جنت میں داخل ہو گیا اور آپ کو وسوسہ کے ساتھ ملامت کر دیا اور جب مجھے جنت کی طرف اور آدم کا راستہ دکھادیا تو کیوں مجھے اس کی اولاد پر مسلط کر دیا، یہاں تک کہ میں ان کو وہاں سے دیکھ سکتا ہوں جہاں سے وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے اور ان میں میرا وسوسہ چلتا ہے حالانکہ ان کی قوت مجھ پر اثر نہیں کرتی اور جب مجھے اس کی اولاد پر مسلط کر دیا تو جب میں نے مہلت طلب کی تو کیوں مجھے مہلت دی۔

فأوحى الله إلى الملائكة ، لو صدقت أني إله العالمين ما احتكمت عليّ ب ' لم ' فأنا الله الذي لا إله إلا أنا لا أسئل عما أفعل ، و المخلوق مسئول .

إذا كان الغرض من المباحثة إظهار الحق وإبطال الباطل فتجوز

نعم المناظرة من أهل الحق مع أهل الباطل لإظهار الحق ثابت كما قال الله تعالى : ﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴾^۱

اللہ تعالیٰ نے ملائک کو خبر دی (جس کا حاصل یہ ہے) کہ اگر تو سچا ہوتا اس بات میں کہ میں لوگوں کا حاجت روا ہوں تو مجھ پر تو ”لیم“ کے ساتھ مقدمہ نہ کرتا۔ چنانچہ میں اللہ وہی ذات ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر میں ہی ہوں میں جو کرتا ہوں مجھ سے نہیں پوچھا جاتا اور مخلوق جو کرتی ہے ان سے پوچھا جائیگا۔

اگر مناظرے کا مقصد اظہار حق اور ابطال باطل ہو تو جائز ہے (اس قسم کے بے جا اور فضول مناظروں پر وعیدیں ہیں) لیکن اہل حق کا باطل پرستوں کے ساتھ حق کے اظہار کیلئے مناظرہ کرنا جائز ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے «ترجمہ»: اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کی رجع کرو اللہ کی طرف اور رسول کی طرف) (الایۃ)۔

^۱ «سورة النساء ۵۹» .

فأهل السنّة و الجماعة لا یکفر بعضهم بعضاً فلا یقعون فی تنازع
و تناقض ، و هم القائمون بالحقّ إذا اجتمعوا اجتمعوا علی الحقّ ، و إذا
افترقوا افترقوا علی الحقّ .

و عن یحیی بن سعید قال : ما برح أهل الفتوی یفتون فیحلّ هذا
، و یحرّم هذا فلا یرى المحرّم أنّ المحلل هلك بتحلیله ، و لا یرى المحلل أنّ
المحرّم هلك فی تحریمه ^۱ .

وَأَمَّا مَنَازِرَةُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ مَعَ أَهْلِ الْبِدْعِ وَالْإِلْحَادِ

فَمِنْ قَوْلِهِ

اہل سنت و الجماعۃ ایک دوسرے کو کافر نہیں ٹھراتے لہذا وہ ایک دوسرے کو ڈھانے اور ایک
دوسرے کے نقض میں نہیں لگے رہتے، یہی تو حق پر قائم لوگ ہیں، اگر جمع ہوتے ہیں تو حق کی وجہ سے
اور اگر جدا ہوتے ہیں تو بھی حق مقصد ہوتا ہے۔

یحیی بن سعید کہتے ہیں کہ ہمیشہ ہی اہل فتویٰ، فتویٰ دیتے رہیں گے، تو اس پر حلال کا حکم لگائیں
گے اور اس پر حرام کا پس حرام کا حکم لگانے والا حلال کے حکم لگانے والے پر یہ خیال نہیں کریگا کہ وہ اس
کے اس حلال سمجھنے سے ہلاکت میں واقع ہو گیا اور نہ ہی حلال کا حکم لگانے والا محرم پر اس چیز کے حرام
سمجھنے پر ہلاکت کا خیال کریگا۔

اہل سنت و الجماعۃ کا مبتدعین اور اہل الحاد کے ساتھ مناظرہ ثابت ہے

رہا اہل سنت و الجماعۃ کا اہل بدعت اور اہل الحاد کے ساتھ مناظرہ، تو یہ ثابت شدہ

اور منقول ہے کیونکہ.....

ناظر علی بن ابی طالب ؑ مع الخوارج فی مسائل الوعد و الوعد ، و مع القدریۃ فی مسئلۃ المشیۃ و الاستطاعۃ و القدر .
 و ناظر عبد اللہ عمر ؑ مع معبد الجہنی فی مسئلۃ القدر .
 و لعمر بن عبد العزیز رسالۃ بلیغۃ فی الرد علی القدریۃ .
 و لزین العابدین کتاب فی الرد علی القدریۃ .
 و للحسن البصری رسالۃ فی ذم القدریۃ .
 و کان الشّعبی أشدّ الناس علی القدریۃ .
 و أفتی الزّہری عبد الملک بن مروان بدماء القدریۃ .

حضرت علیؑ نے مسئلہ وعد و عید میں مناظرہ کیا تھا اسی طرح مسئلہ تقدیر، مسئلہ استطاعت اور مسئلہ مشیت میں قدریہ کے ساتھ مناظرہ ہوا۔
 عبد اللہ بن عمرؓ نے مسئلہ تقدیر پر معبد الجہنی کے ساتھ مناظرہ کیا۔
 عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا قدریہ کی تردید میں رسالہ موجود ہے۔
 زین العابدین رحمہ اللہ کی بھی اسی مسئلہ پر تصنیف ہے۔
 ان قدریہ کی مذمت میں حسن بصری رحمہ اللہ کا بھی رسالہ ہے۔
 شعبی رحمہ اللہ تو قدریہ کے حق میں سب سے زیادہ مخالف تھے۔
 زہری رحمہ اللہ نے عبد الملک بن مروان کو قدریہ کے خون بہانے کا فتویٰ جاری کیا تھا۔

و لجعفر بن محمد الصادق کتاب الرد علی القدریۃ و الخوارج ، و علی الغلات من الخوارج .

و أمّا أئمّة الفقهاء فأبو حنیفۃ ردّ علی القدریۃ فی کتاب الفقه الأكبر .

و للشافعی کتاب فی تصحیح النبوة ، و الرد علی البراهمة ، و کتاب الرد علی أهل الأهواء .

و أمّا أئمّة المحدثین فلهم ید طویل فی الرد علی الفرق الباطلة كما قال : أبو عبد الله محمد بن إسماعیل البخاری رحمه الله : کتاب الرد علی الجهمیۃ و غیرهم التّوحید^۱ .

اس طرح جعفر بن صادق رحمہ اللہ کی قدریہ کی تردید میں اور خوارج وغالی روافض کے خلاف ایک کتاب ہے -

رہی فقہاء میں وہ ہستیاں جو کہ مقتدی ہیں تو انہیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کتاب الفقه الاکبر میں قدریہ کی تردید فرمائی ہے ،

امام شافعی رحمہ اللہ کی تصحیح النبوت کے بارے میں اور براہمہ کے خلاف کتاب ہے ،

اس طرح آپ رحمہ اللہ کی ایک کتاب خواہش پرستوں کے رد میں بھی ہے -

رہے محدثین میں سے ائمہ تو ان کا فرقہ باطلہ کی تردید میں کافی حصہ ہے جیسا کہ امام بخاری

رحمہ اللہ نے عنوان قائم کیا ہے : (کتاب الرد علی الجهمیۃ و غیرہم التّوحید) کتاب ہے جہمہ

و غیرہ کی تردید میں اور اللہ کی توحید کے بیان میں -

و بالجملة : فإنّا في زمان قد عمّت فيه الفتن ، و كثرت فيه الابتلاء و المحن ، و ما من بلاء في الزّمن السّابق إلّا و هو الموجود اليوم بطريق الأنموذج كما قال العليّ عليه السلام : لتبعنّ سنن من كان قبلكم حذو النّعل بالنّعل ، شبراً بشبر ، ذراعاً بذراع و لو دخل أحدهم حجر ضبّ لدخلتموه و لو أتى أحدهم أمّه علانية لكان في هذه الأمّة من يأتي أمّه^۱ . فإذا تصدّى أهل الحقّ لبيان الحقّ يقع في الابتلاء من أهل الباطل .

بالجملہ ہم ایسے زمانے میں ہیں جس میں فتنے برسر عام ہیں اور اسمیں آزمائشیں اور مشقتیں بکثرت ہیں اور گزرے ہوئے زمانے کی کوئی آزمائش ایسی نہیں جس کا آج نمونہ موجود نہ ہو جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: کہ ضرور بالضرور تم پہلے لوگوں کی راہ پر چلو گے، جیسے جوتا جوتے سے، بالشت بالشت سے اور ذراع (ہاتھ کے پھیلائے کی مقدار) دوسرے ذراع سے برابر ہوتا ہے اگر ان میں سے کوئی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا تھا تو تم بھی اس میں داخل ہوو گے اور اگر ان میں کسی نے ماں کے ساتھ سر عام بدکاری کی ہو تو اس امت میں بھی کوئی ایسا پیدا ہوگا جو ماں کے ساتھ بدکاری کرے گا۔

تو جب کبھی حق پرست سچ بیان کرنے کو آگے بڑھے گا باطل پرستوں کی جانب سے آزمائش

میں مبتلا کیا جائیگا۔

کما قال الشاعر :

و هل أفسد الدّین إلا الملوك
فكانوا کالیهود و کالنصارى
هداة الدّین — قد ضلّوا
و باعوا الدّین بالدّنیاء
و أحبار سوء و رهبانها
سواء کلّهم ضلّوا السّبیلا
و قد بانت ضلالتهم
فما رجحت تجارتهم

و قال الله تعالى : ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُفُّونَ
أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَ
لَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ..... ﴾^۱

جیسا کہ شاعر نے کہا تھا :

ترجمہ : اور نہیں ڈھایا دین کو مگر اصحابِ اقتدار نے ، برے عالموں ، اور پیروں (درویشوں
) نے۔ چنانچہ دین کیلئے یہود اور نصاریٰ کی طرح ہو گئے جو سب یکساں راستے سے ہٹکے ہوئے ہیں۔ دین
کے ہدایت یافتہ گمراہ ہو گئے جبکہ ان کی گمراہی ظاہر ہو چکی ہے ، دنیا کے حصول کیلئے جنہوں نے دین کو بیچا
، سو ان کی یہ تجارت ناکام گئی۔

اور اللہ نے فرمایا ہے ”بہت سے عالم اور درویش اہل کتاب کہہ جاتے ہیں ، مال
لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور جو لوگ گھماڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی
اور اسکو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سوائے کچھ شجری سنا دیں دردناک عذاب کی۔

قال الإمام الرّازی فی تفسیر هذه الآیة : ”ولعمري من تأمل أحوال أهل الناس ، و تزویرهم فی زماننا وجد هذه الآیة كأنّها ما نزلت إلّا فی شأنهم ، و فی شرح أحوالهم ، فترى الواحد منهم يدّعی أنّه لا يلتفت إلى الدّنيا ، و لا تعلّق خاطره بجميع المخلوقات ، و أنّه فی الطّهارة و العصمة مثل الملائكة المقربین حتّى إذا آل الأمر إلى الرّغيف الواحد يتهالك علیه ، و يتحمّل نهاية الدّل ، و التّناد فی تحصيله “^۱.

و قال الشّاه ولیّ الله رحمه الله : فإن شئت أن ترى أنموذج اليهود فانظر إلى العلماء السّوء من الذّین يطلبون الدّنيا و قد اعتادوا تقلید السّلف ، و أعرضوا عن نصوص الكتاب و السّنة

امام رازی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قسم اس ذات کی جس نے مجھے زندگی سے نوازا۔ اگر کوئی ہمارے اس زمانے میں لوگوں کی حالت اور انکے فریبوں کے متعلق سوچنا چاہے تو اس آیت کو یوں پائے گا گویا کہ یہ انہی لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہو، کیونکہ آپ ان میں ایک طبقے کو اس حال میں دیکھو گے کہ وہ دنیا سے بے رغبتی کا دعویٰ کر رہا ہوگا، تمام مخلوق سے لا تعلقی کا اظہار کرے گا اور مقرب ملائک جیسی معصومیت اور طہارت دکھائے گا حتیٰ کہ اگر ایک چپاتی کا معاملہ درپیش ہو تو ایک دوسرے کی ہلاکت پر اتر آئیں گے اور اس کے حصول میں ذلت اور ایک دوسرے کے ساتھ عدوات کا بوجہ اٹھانا برداشت کر لیں گے۔

جبکہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ”الفوز الکبیر“ میں کچھ یوں رقمطراز ہیں: کہ اگر تو یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتا ہے تو ان برے علماء کا حال دیکھ لو جو دنیا کی طلب میں پڑے ہیں، اور اسلاف کی تقلید کے عادی ہو چکے ہیں، اور کتاب و سنت کی نصوص سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

^۱ » تفسیر کبیر ص ۴۱ / ج ۱۶ « .

و تمسکوا بتعمق عالم و تشددہ و استحسانہ فأعرضوا عن کلام الشارع المعصوم^۱ .

و قال : و إن شئت أنموذجًا لهذه الفرقة (النصاری) فانظر إلى أولاد مشايخ الأولياء ما ذا یظنون بأبائهم ، و قد أفرطوا في إجلالهم كل الإفراط^۲ .

و قال سفیان بن عیینة رحمه الله: من فسد من علمائنا ففيه شبه من اليهود ، و من فسد من عبّاد ففيه شبه من النصاري^۳ .

اور کسی عالم کے تعمق و تشدد اور اسکے قیاس سے تو استدلال کر لیتے ہیں، پر شارع معصوم کے کلام سے بیزار رہتے ہیں۔

جبکہ (ص ۱۱) پر لکھتے ہیں کہ اگر تو دیکھنا چاہے اس قوم (نصاری) کا نمونہ تو دیکھ لو اس زمانے کے اولیاء اور مشایخ کی اولاد کو، کہ وہ اپنے آباء کے حق میں کس قسم کے اعتقادات رکھتے ہیں سو تو انہیں انکی تعظیم میں حد سے بڑھا ہوا پائیگا۔

یو نہی سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ علماء میں سے جنہوں نے حسد کا دامن تھام رکھا ہے ، وہ یہود کی مشابہت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور عابدین میں جو ایسا کرتے ہیں ان میں نصاری کی مشابہت پائی جاتی ہیں۔

^۱ « الفوز الكبير ص ۹ » .

^۲ « الفوز الكبير ص ۱۱ » .

^۳ « اقتضاء الصراط المستقیم ص ۵ » .

آداب المناظرۃ الصحیحۃ

فیجب لمن تصدّی لهذا الأمر عدة أمور :

الأمر الأول : تصحیح النیّة :

قال العیّتیؒ: إنّما الأعمال بالنیّات ، و إنّما لامرء ما نوى فمن كانت هجرته إلى دنیا یصیبها ، أو امرأة ینکحها ، فهجرته إلى ما هاجر إليه ^۱ .
و قال العیّتیؒ: من طلب العلم لیفاخر به العلماء ، أو لیماری به السّفهاء ، أو لیصرف به وجه الناس أدخله الله النار ^۲ .

صحیح مناظرے کے آداب

ایسے صحیح (مناظرہ) کے سیکھنے کا جو ارادہ رکھتے ہوں انہیں چند امور کا جاننا ضروری ہوگا:

۱ / نیت کی تصحیح، اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: تمام کاموں کا دار و مدار نیت پر ہے، اور ہر آدمی کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی لہذا جس نے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول ہی کے لئے ہوگی، اور جس نے دنیا کمانے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کیلئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اس کام کی لئے ہوگی جس کا اس نے ارادہ کر رکھا ہو،
اس وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا ہے: کہ جس شخص نے علم کو اس غرض سے حاصل کیا کہ اس کے ذریعے علماء کے درمیان فخر کر سکے، بے وقوفوں سے جھگڑے، اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہے تو اللہ اسے جہنم کی آگ میں ڈال دیں گے۔

^۱ « البخاری ص ۲ / ج ۱ » .

^۲ « مشکوٰۃ ص ۳۴ » .

و قال العَلِیُّؑ : من تعلَّم علماً ممّا یتبغی به وجه الله لا یتعلّمه إلاّ لیصیب به عرضاً من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القيامة^۱ .

و قال ابن عباسؓ فی قوم تسارع فی القرآن ، فقال : و الله ما أحبّ أن یتسارعوا فی القرآن هذه المسارعة ، فسئله عمرؓ ، فقال لابن عباسؓ ألا تحدّثنی بالذی کرهت ، فقال له ابن عباسؓ : یا أمیر المؤمنین متى ما تسارعوا هذه المسارعة یحیفوا ، و متى ما یحیفوا یختصوا ، و متى ما یختصموا یختلفوا ، و متى ما یختلفوا یقتلوا ، فقال عمرؓ : لله أبوک لقد کنت أکاتمها الناس حتّی جئت بها^۲ .

اسی طرح ارشاد فرمایا : جس نے اس علم کو (جس سے اللہ کی رضا طلب کی جاتی ہے) اس غرض سے سیکھا کہ وہ اس کے ذریعے دنیا کا مال و متاع حاصل کرے گا تو قیامت کے دن اسے جنت کی خوشبو بھی میسر نہ ہوگی۔

جبکہ ابن عباسؓ نے اس طبقے کے بارے میں کھا جو قرآن کے علم میں سبقت رکھتے ہیں، کہ اللہ کی قسم میں پسند نہیں کرتا کہ یہ لوگ قرآن مجید میں اس قسم کی سبقت کریں، تو عمرؓ نے آپؓ سے عرض کیا اور پوچھا کہ جو آپؓ برا سمجھتے ہیں وہ مجھے بیان کر دیجیے، تو ابن عباسؓ نے جواب میں فرمایا : کہ جب یہ لوگ اس قسم کی جلد بازی کرتے رہیں گے تو ظلم کریں گے اور جب ظلم کر لیا تو جھگڑ لیں گے، اور جب جھگڑنے لگیں تو اختلاف شروع ہو جائیگا۔ اور جب اختلاف میں پڑ جائیں گے تو ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں گے تو عمرؓ نے فرمایا کہ ”خاص اللہ کے لئے ہیں تیرے ابا کے کمالات“ میں تو یہ بات لوگوں سے چھپاتا تھا، یہاں تک کہ تو نے اس بات کا اظہار کر ڈالا۔

^۱ « المشکوۃ ص ۳۴ » .

^۲ « حاصل ما فی المصنّف لعبد الرزاق ص ۲۱۲ / ج ۱۰ » .

من اشتغل بغير المهم فقد أضربَ بالمهم قال الله تبارك و تعالیٰ : ﴿وَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (۸۵) وَ لَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا (۸۶) إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا (۸۷) ۱ .

و الأمر الثانی : الاشتغال بما هو المهم و ترك ما لا يعنيه :
قال الله تعالیٰ : ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدَّلَ لَكُمْ تَسْأَلُهُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبَدَّلَ لَكُمْ﴾ ۲ .

چنانچہ جو غیر ضروری کام میں مشغول ہوا تو اس نے ضروری کام کو نقصان پہنچایا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : اور یہ (کفار) آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ فرمادیتجئے : روح میرے رب کے امر سے ہے اور تمہیں بہت ہی تھوڑا سا علم دیا گیا ہے، اور اگر ہم چاہیں تو اس (کتاب) کو جو ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے (لوگوں کے دلوں اور تحریری نسخوں سے) محو فرمادیں پھر آپ اپنے لئے اس (وحی) کے لے جانے پر ہماری بارگاہ میں کوئی وکالت کرنے والا بھی نہ پائیں گے۔

مگر یہ کہ آپ کے رب کی رحمت سے (ہم نے اسے قائم رکھا ہے)، بیشک (یہ) آپ پر (اور آپ کے وسیلہ سے آپ کی امت پر) اس کا بہت بڑا فضل ہے۔

: امر ثانی (جس کا مناظر کیلئے ذہن نشین رکھنا ضروری ہے) وہ اہم کام میں مشغول ہونا اور لا یعنی کام کو کا ترک کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے «ترجمہ» : اے اہل ایمان مت پوچھو ایسی باتیں کہ اگر تم پر کھولی جاویں، تو تمہیں بری لگیں، اور اگر پوچھو گے یہ باتیں اس وقت میں کہ قرآن نازل ہو رہا ہے تو تم پر نازل کی جائیگی۔

۱ «سورة إسرآء ۸۵ ، ۸۶ ، ۸۷» .

۲ «سورة المائدة ۱۰۱» .

و عن المغيرة بن شعبة رضی اللہ عنہ مرفوعاً : إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عَقُوقَ الْأُمَمَاتِ وَ وَأَدَ الْبَنَاتِ وَ مَنَعَ وَهَاتِ وَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثَةَ قِيلَ وَ قَالَ ، وَ كَثْرَةُ السُّؤَالِ وَ إِضَاعَةُ الْمَالِ^۱ .

فَعَلِمَ مَنْ قَوْلَهُ تَعَالَى أَنَّ الْإِشْتَغَالَ بِالسُّؤَالِ عَنِ الْأَرْوَاحِ ، وَ الْمُنَاطَرَةَ بِهَا يَفْضِي إِلَى رَفْعِ عِلْمِ كِتَابِ اللَّهِ .

و عن أبي أُمَامَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هَدْيٍ كَانُوا عَلَيْهِ إِلَّا أَوْتُوا الْجَدَلَ ، ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هَذِهِ الْآيَةَ : ﴿ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِيُونُ ﴾ (۵۸) ^۲ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ التِّرْمِذِيُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ^۳ .

جبکہ مغیرہ بن شعبہ سے مرفوع روایت ہے : کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤوں کی نافرمانی ، بیٹیوں کا زندہ درگور کرنا ، اور کسی چیز کا روکنا اور بھیک مانگنا حرام کیا ہے ، اور برا جانا ہے تین باتوں کو جو قیل و قال ہے (یعنی فضول بحث و مباحثہ جس میں وقت کے ضائع ہونے کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا) ، بار بار سوال کرنا ، اور مال کا ضائع کرنا۔

معلوم ہوا کہ روح کے بارے میں سوالات کرنا کتاب اللہ کے علم کے اٹھ جانے کو مفضی ہے حضرت ابو امامہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : کہ ہدایت پانے اور ہدایت پر قائم رہنے کے بعد کوئی قوم گمراہ نہیں ہوئی مگر انہیں جھگڑا پیدا ہوا ، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ لی «ترجمہ» : وہ تمہارے لئے نہیں بیان کرتے مثال مگر جھگڑنے کیلئے بلکہ وہ ہی جھگڑالو قوم ہے۔

^۱ « وَ التَّفْصِيلُ فِي الْقُرْطُبِيِّ ، وَ مَعَارِفُ الْقُرْآنِ تَحْتَ هَذِهِ الْآيَةِ » .

^۲ « سُورَةُ الزَّنْحَرَفِ ۵۸ » .

^۳ « الْمَشْكُوتَةُ ۳۱ » .

التفریع الأهم بالأدب الثانی

فیا للعجب من إضاعة العلم و الأدب لمن تكلم بأرواح الأنبياء ،
و باتصالها بالأجسام العنصریة الحقیقیة للأنبياء و الحال أنه روي عن أبي
قتادة رضی اللہ عنہ : أن رجلاً أتى النبي صلی اللہ علیہ وسلم فقال : كيف تصوم ؟ فغضب رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم من قوله فلما رأى عمر رضی اللہ عنہ غضبه قال : رضينا بالله رباً ، و بالإسلام
ديناً ، و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبياً ، نعوذ بالله من غضب الله ، و غضب رسوله ،
فجعل عمر رضی اللہ عنہ يردد هذا الكلام حتى سكن غضبه ، فقال عمر رضی اللہ عنہ : يا
رسول الله كيف من يصوم الدهر كله ؟ قال : لا صام و لا أفطر ، أو
قال : لم يصم و لم يفطر ، قال : كيف من يصوم يومين و يفطر يوماً ؟
قال : و يطيق ذلك أحد ؟

تجب ہے اس شخص کے علمی اور ادبی کمالات کے ضیاع پر جو انبیاء کے روحوں پر تبصرہ کرتے
نہیں تھکتے اور اس تبصرے میں کہ ارواح انبیاء جسم عنصری حقیقی کے ساتھ متصل ہیں ، حالانکہ ابو قتادہ
کی روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھنے لگا کہ آپ کس طرح
روزے رکھتے ہیں ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم (نے جب یہ سن لیا) غصہ ہو گئے حضرت عمرؓ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
غصہ کی یہ کیفیت دیکھی تو بول اٹھے کہ ہم راضی ہوئے اللہ کے رب ہونے پر ، اسلام کے دین ہونے پر
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر اور ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ میں آتے
ہیں ، آپؐ بار بار یہ دہراتے رہے ، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اس کے بعد عمرؓ نے (خود)
پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ روزہ رکھنے والے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا : کہ نہ اس نے روزہ رکھا اور نہ وہ بغیر روزہ کے رہا (یا الفاظ تھوڑے سے الگ تھے) پھر عمرؓ نے
پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو دو دن روزہ رکھے اور ایک دن روزہ نہ رکھے ؟ فرمایا اسکی
کوہی طاقت رکھتا ہے ؟

قال : کیف من یصوم یومًا و یفطر یومًا ، قال : ذلك صوم داؤد ، قال : کیف من یصوم یومًا و یفطر یومین ؟ قال : وددتّ أنّی طوّقت ذلك ، ثمّ قال رسول الله ﷺ : ثلاث من کلّ شهر ، و رمضان إلى رمضان فهذا صیام الدّهر کلّه ، صیام یوم عرفة أحتسب علی الله أن یکفّر السنّة الّتی قبله ، و السنّة الّتی بعده ، و صیام یوم عاشوراء أحتسب علی الله أن یکفّر السنّة الّتی قبله « رواه مسلم »^۱ .

و لنعم ما قال شرف الدّین النّحوی : شعر :

من کان یرغب فی النّجاة فما له غیر اتّباع المصطفی فی ما أتى

اس کے بعد عمرؓ نے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو ایک دن تو روزہ رکھے اور ایک دن بغیر روزہ کے رہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ داؤد کا روزہ ہے، اس کے بعد عمرؓ نے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو ایک دن تو روزہ رکھے اور دو دن بغیر روزہ کے رہے؟ آپؐ نے فرمایا: کہ پسند کرتا ہوں کہ مجھے اتنی طاقت میسر آجائے، اس کے بعد آپؐ نے فرمایا ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک ہر مہینے کے تین روزے ہمیشہ کے روزوں کے برابر ہیں، اور عرفہ کے روزہ کے بارے میں مجھے خدا سے امید ہے کہ وہ اس سے پہلے سال کے گناہ دور کر دے گا اور اس کے بعد والے سال کے گناہ بھی دور ہوں، اور عاشوراء کے روزہ کے بارے میں مجھے خدا سے امید ہے کہ وہ اس کی بناء پر ایک سال پہلے کے گناہ دور کر دے گا۔

اور کیا ہی خوب کھا ہے شرف الدین نحوی نے : ع

« ترجمہ » : جو نجات چاہتا ہے تو اس کے واسطے جو کام بھی وہ کرے اس میں چنے

ہوئے پیغمبر (محمد ﷺ) کی تابعداری کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

ذاك السبيل المستقيم و غيره
 و دع السّؤال بكم وكيف فإنّه
 فاتّبع كتاب الله و السنن اللّتي
 الدّين ما قال الرّسول و صحبه
 فإذا كان غضبه عليه السلام على من سئله عن صومه عليه السلام ، و كان للسّائل في
 زعمه غرض صحيح و هو الاتّباع و الاقتداء به عليه السلام رجاء الأجر و
 الصّواب و لكن لما كان في صومه عليه السلام أسرار ، و لطائف مختصّة به عليه
 السلام ، و كان السّائل عاجزاً عنها ، فنّبّه رسول الله ﷺ تنبيه شفقة ،
 و كان عليه السلام أولى بالمؤمنين من أنفسهم

یہی سیدھا راستہ ہے اور اس کے علاوہ جو راستے ہیں وہ کجی، گمراہی اور ہلاکت کے راستے ہیں
 اور چھوڑ دو ”کم اور کیف“ سے سوال کرنا کیونکہ یہ ایک ایسا دروازہ ہے جو اہل بصیرت کو اندھے پن
 تک لے جاتا ہے، چنانچہ تابعداری میں لگ جا کتاب اللہ کی اور صحیح سنن کی، جب تو تابع داری کرتا ہے
 تو پس یہی ہدایت ہے، دین وہ ہے جس کو اللہ و رسول ﷺ نے بیان کیا ہے اور آپ ﷺ کے صحابہ
 تابعین اور ان لوگوں نے جو ان کے پیچھے ان کی راہ پر گامزن رہے۔

بہر صورت جب آپ ﷺ اس شخص پر غضب ناک ہوئے جس نے آپ ﷺ سے آپ
 کے روزے کے بارے میں پوچھا تھا حالانکہ سائل اپنے خیال میں ایک صحیح مقصد لی کر آیا تھا، جو کہ
 نبی کی اقتداء اور آپ کی تابعداری تھی اجر اور ثواب کی امید سے۔

لیکن جب آپ ﷺ کے روزے میں ایسے باریک راز اور لطائف تھے جو آپ ہی کے ساتھ
 خاص تھے اور سائل اس سے عاجز تھا تو آپ نے بطور شفقت اس کو تنبیہ دی، پھر آپ کے ساتھ
 مومنوں کا لگاؤ اپنی جان اپنی عورتوں اور ماؤں سے بھی زیادہ ہے۔

فکیف حال من یباحث عن أرواح الأنبیاء علیہم الصلوات و التسلیمات ، و الحال أن الروح من عالم الأمر ، و قال اللہ تعالیٰ : ﴿ وَمَا أُوتِیْتُمْ مِنْ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِیلًا ﴾ و ائی فائدہ لهم فی هذا البحث غیر أن هذا قد یفرضی إلى الاختلاف فی أمته ﷺ .

و انتسبوا أنفسهم إلى علماء دیوبند انتساباً (برئهم اللہ مما قالوا) حتی أفضوا ذلك الأمر إلى فتویٰ عدم جواز الصلوة کلّ منهم خلف الآخر ، و تنازع کلّ واحد منهم بمقابله بالألقاب المفضحة ، بل یجب تسلیم ما هو المنقول بالکتاب و السنة الثابتة المرویة بالسند الصحیح

تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحوں کے متعلق بحث و مباحثہ میں لگا رہتا ہے، حالانکہ روح عالم امر میں سے ہے جس کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے۔
تو ان کا بسلا اس میں کیا فائدہ، سوائے اس کے کہ یہ بحث آپ ﷺ کی امت میں اختلاف کو مفضی ہوتی ہے۔

(اور ایسے چالاک تخریب کار جن کی ساری دوڑ دھوپ اس امت میں اختلاف پیدا کرنے کے لئے ہوتی ہے) اس کی نسبت علماء دیوبند کی طرف کرتے ہیں (جن کو اللہ نے ان کی باتوں سے بری رکھا ہے)، یہاں تک کہ اس بات کو اس حد تک لے گئے کہ ایک دوسرے کے خلاف عدم جوازِ صلوٰۃ کا فتویٰ دینے میں لگ گئے، اور ہر ایک اپنے مقابل کو برے القاب سے رسوا کرنے میں لگ گیا (ایسا نہیں ہونا چاہئے) بلکہ جو کتاب اللہ اور صحیح سند کے ساتھ ثابت شدہ روایت سے منقول ہو۔

والسکوت عن الجدال و قیاس العالم الغائب (البرزخ) على العالم الشاهد (الدنیا) و کذا قیاس أحوال الأنبياء و الشہداء على أحوال عام الناس .
شعر :

سوف ترى إذا انكشف الغبار أفرس تحت رجلك أم حمار
و قال رجل لشعبة : يا أبا بسطام أنا رجل من مغرب أتيتك لهذا الحديث
من مسيرة ستّة أشهر ، و الحديث عن حمّاد عن إبراهيم : أنّه قال : لأن
يلبس الرجل في طلب العلم النّعلين زمامهما من حديد فلم يحدث شعبة
به ، و قال : ألا تعجبون من هذا جاء من مسيرة ستّة أشهر يسألني عن
حديث : لا يحلّ حرامًا ، و لا يحرمّ حلالاً^۱ ، هذا !

اس کو ماننا ضروری ہے ایسے جھگڑوں سے اور عالم غیب (برزخ) کا عالم شاہد (دنیا) پر قیاس
کرنے سے خاموشی اختیار کر لینا بہتر ہے، اسی طرح انبیاء اور شہداء کے حالات کو عام لوگوں کے احوال
پر قیاس کرنے سے سکوت ضروری ہے۔

شعر: ترجمہ: عنقریب تو جان لے گا جب غبار اٹھ جائے کہ تمہارے نیچے گھوڑا ہے یا گدھا
ایک شخص نے شعبہ سے کھا اے ابو بسطام میں مغرب کا باشندہ ہوں آپ کے پاس اس
حدیث کے حصول کیلئے ۶ مہینوں کی مسافت کر کے آیا ہوں، جو حماد ابراہیم سے نقل کرتے ہیں، جس
میں وہ فرماتے ہیں ”لان یلبس الرجل فی طلب العلم النّعلین زمامہما من حديد“ تو شعبہ نے یہ حدیث
بیان کرنے سے انکار کر دیا، اور کھا کہ کیا تم تعجب نہیں کرتے اس سے کہ یہ آدمی چھ مہینے کی مسافت
سے آیا ہے جو مجھ سے ایسی حدیث کے بارے میں پوچھ رہا ہے جو کہ حرام کی حلت اور حلال کی حرمت کا
بیان نہیں کرتی۔ یہ لے لو!

۱ « حاصل ما فی کتاب الجامع لأخلاق الراوی ص ۲۲۶ / ج ۱ » .

و الأمر الثالث : يلزم تحریر محلّ النزاع

۱. لا بدّ من تعیین الموضوع ، و بیان ما به الاتفاق و الاختلاف .
 ۲. و لا بدّ فی تعیین الموضوع من القيودات ، و الحیثیات إذ ربّ شیء ثابت ببعض الاعتبار و الجهات ، و ممتنع ببعض الآخر ، و لكلّ وجهة هو مولیّها .

۳. و لا بدّ من تعیین المكان ، و الزّمان .

۴. و لا بدّ من الحكم ذي عدل و ضبط ، و لا يخاف فی الله لومة لائم .

۵. و لا بدّ قبل الشّروع فی البحث من اهتمام الأمن .

۶. و أن يكون كفيل الأمن ذا الاستطاعة للأمن .

۳ - امر ثالث :

☆ موضوع کا تعین بھی ضروری ہے ۔ ☆ اور ان چیزوں کی وضاحت بھی ضروری ہے جو مسلمات میں سے ہیں اور جن میں اختلاف ہے ۔ ☆ موضوع کے تعین میں قیودات اور حیثیات کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ کئی مرتبہ ایک چیز بعض اعتبار اور بعض جہات سے ثابت ہوتی ہے لیکن بعض دیگر جہات سے ممنوع ہوتی ہے اور ہر کسی کی ایک جانب ہوتی ہے جس کی طرف یہ متوجہ ہوتا ہے ۔ ☆ جگہ اور وقت کی تعین بھی ضروری ہے ۔ ☆ ایک عادل ، ضابط فیصل کا ہونا بھی ضروری ہے جو اللہ کے حقوق میں کسی کے ملامت گیری کا خوف نہ رکھتا ہو ۔ ☆ بحث شروع کرنے سے پہلے امن کا اہتمام بھی ضروری امر ہے ۔ ☆ جو امن کا ذمہ دار ہو وہ امن کے قیام پر طاقت بھی رکھتا ہو ۔

و لكن قلّ من يستطيع إقامة الأمن عند الهجوم ، و قد جرّبنا ذلك مراراً ؛ لأنّ لأهل البدع و الهوى حيلاً و مكائد ، و فضائح كما قال موسى على نبيّنا و عليه السّلام و هارون عليه السّلام : ﴿ رَبَّنَا إِنَّا نَخَافُ أَنْ يُفْرِطَ عَلَيْنَا أَوْ أَنْ يَطْغَى ۚ ۴۵ قَالَ لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا أَسْعُ وَ أَرَى ۚ ۴۶ ﴾^۱ .

و كما قال تعالى : ﴿ وَإِذْ تُتْلَىٰ عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا ۚ ۴۷ ﴾^۲ .

و قال الله تعالى : ﴿ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ ۚ ۴۸ ﴾^۳ .

لیکن بھیڑ کے وقت امن برقرار رکھنے کی طاقت کسے ہو سکتی ہے، ہم نے بارہا اس کا تجربہ کر چکے کیونکہ اہل بدعت اور اہل ہوی کے مختلف مکرو فریب اور سواکن سوچیں ہوتی ہیں، جس کے ذریعے وہ امن کی خرابی کی کوشش کرتے ہیں، جس طرح کہ موسیٰ اور ہارون علیہم السلام نے عرض کیا « ترجمہ » : « بولے ہارون اور موسیٰ : اے ہمارے رب ہم ڈرتے ہیں کہ دست درازی کر لے ہم پر یا جوش میں آجائے، فرمایا اللہ نے : کہ نہ ڈرو میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں اور فرمایا « ترجمہ » : اور جب سنائی جائے ان کو ہماری آیتیں صاف، تو پہچانے تو منکروں کے منہ کی بری شکلیں، نزدیک ہوتے ہیں کہ حملہ کر پڑیں ان پر جو پڑھتے ہیں ہماری آیتیں اسی طرح فرمایا « ترجمہ » : کہتے ہیں کافر کہ اس قرآن کو مت سنو اور شور و غل مچاؤ اس کے پڑھنے میں، شاید تم غالب ہو جاؤ۔

^۱ « سورة طه ۴۵ ، ۴۶ » .

^۲ « سورة الحج ۷۲ » .

^۳ « سورة حم السجدة ۲۶ » .

ذکر بعض مکائد اہل البدع

و من مکائدهم حصول الفتوی بشرر الوسواس الخناس الحاسد الذی یوسوس فی صدور الناس من الشخص المسئی بالمفتی و الشیخ فالمستفتی الحاسد من الفرق المتعصبۃ یتفتی بالقول المزخرف بالبهتان و التزویر ، و یمیز لها شهادة الزور و یأخذ المفتی فی الاعتماد ، و یطلق لسانه بما اتفق فی مقابله و کان متلاعبا فی الدین بما تشتهي نفسه ، و أجاب المفتی بنفس ما قال المستفتی بلا نظر و تحقیق ، هل الأمر كما قال المستفتی ؟ و لا ینبغي لأحد الجرح إلا إذا کان أهلاً له ، و کان المفتی من علماء المتقین عادلاً ضابطاً عارفاً بالأسباب .

اہل بدعت کے بعض فریبوں کا بیان

ان (اہل بدع) کی مکاریوں میں ایک مکر یہ بھی ہے کہ ایسے شخص سے جو مفتی اور شیخ کے نام سے مشہور ہو ”وسوسے ڈالنے والے چپکے سے حملہ کرنے والے اور حسد سے لبریز جو دلوں کو وسوسوں سے بہر ڈالے“ کی چنگاریوں کے ذریعہ سے فتویٰ حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ متعصب فرقہ کے حسد رکھنے والا مستفتی بہتان اور جھوٹ سے آراستہ کی ہوئی بات کے بارے میں فتویٰ طلب کرتا ہے اور اس پر جھوٹ ی گواہی بھی قائم کر دیتا ہے جو دراصل مفتی کو اعتماد میں لینے کیلئے ہوتی ہے سو اس طریقے سے اس کی زبان اپنے مقابل کے خلاف کھلواتا ہے تاکہ جو یہ چاہتا ہے وہ اس کے منہ سے اگلوائے اور یہ اپنے خواہش کے مطابق جیسے چاہے دین کا مذاق اڑاتا رہے اور وہ مفتی بھی (عجیب مفتی ہوتا ہے جو) بغیر کسی ثبوت اور غور و فکر کے مستفتی کو اسی کے مطابق جواب دیتا ہے جیسا کہ اس نے بتایا ہوتا ہے ، یہ نہیں پوچھتا کہ ہلکا معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مستفتی کہہ رہا ہے یا اس کے برعکس ، حالانکہ کسی کیلئے بھی اس وقت تک تردید کرنا مناسب نہیں جب تک کہ اس کا اہل نہ ہو ، اور (اسکے علاوہ فتویٰ دینا بھی ہر کسی کا کام نہیں بلکہ جن سے شرعی مسائل پوچھے جاتے ہیں وہ) مفتی بھی ان علماء سے ہو گا جو اسباب سے واقف ، ضابط و عادل اور پختہ بات کرنے والا ہو۔

الفتویٰ من غیر اہلہ سبب الہلاک والاستہلاک فی الدنیا و الآخرة

الحذر الحذر عن العمل بفتوی المتعنتین فإنّ العمل بمثل هذا الفتوی هو الدّخول فی البحر المتلاطم ، و قال السّیّد : من أفتی بغير علم كان اثمہ علی من أفتاه ^۱ .

و قال السّیّد : اتّخذ النّاس رؤوساً جهّلاً فأفتوا بغير علم فضلّوا و أضلّوا .
و عن الزّبیر قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ دبّ إليکم داء الأمم قبلکم الحسد و البغضاء هي الحالقة لا أقول تحلق الشّعر ، و لكن تحلق الدّین ^۲ .

نا اہل کا فتویٰ دینا، دنیا اور آخرت میں ہلاکت و استہلاک کا باعث ہے
صدی لوگوں کے فتوے پر عمل کرنے سے بچتے رہئے کیونکہ ایسے فتوے پر عمل کرنا تلاطم
خیز دریا میں کودنے کے مترادف ہے۔ آپ ﷺ سے ایک روایت میں نقل کیا گیا ہے: کہ جس
شخص کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا ہو تو اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے اس کو فتویٰ دیا ہے۔
اس طرح آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان مبارک ہے: کہ لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے اور وہ
بغیر علم کے فتویٰ دیں گے جس کے نتیجے میں وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کی گمراہی کا سبب بھی
بنیں گے۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں: کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: پہلی امتوں کی بیماری تمہارے اندر
سرائت کر گئی ہے، اور وہ بیماری حسد اور بغض ہے جو صفایا کرنے والی ہے پر میری مراد بالوں کا صفایا
نہیں بلکہ دین کا صفایا ہے۔

^۱ « المشکوٰۃ ص ۳۵ » .

^۲ « المشکوٰۃ ص ۳۳ » .

^۳ « المشکوٰۃ ص ۲۸ » .

و قال العیسیٰؑ : من قال فی مؤمن ما لیس فیہ أسکنہ اللہ ردغة الخبال حتی یخرج ممّا قال « رواہ أحمد ، و أبو داؤد » .

و فی روایۃ للبیہقی فی شعب الایمان : من أعان علی خصومة لا یدری أحقّ أم باطل فهو فی سخط اللہ حتی ینزع ^۱ .

و عن ابن عمرؓ : یأتی علی الناس زمان یحسد الفقهاء بعضهم بعضاً ، و یغار بعضهم علی بعض کثغائر التیوس بعضها علی بعض ^۲ .

اور آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: کہ جس نے کسی مؤمن کے بارے میں ایسی بات کہی جو اس میں نہ ہو اللہ اس کو ردغة الخبال میں ٹھرائے گا (ردغة الخبال جہنمیوں کا نچوڑا ہوا گنداپیپ ہوگا) یہاں تک کہ جو کہہ رہا ہے وہ اس سے نکل جائے۔

بیہقی کے شعب الایمان کی ایک روایت میں ہے: کہ جس نے کسی ایسی خصومت میں معاونت کی جس کا اسے پتہ ہی نہیں کہ یہ حق ہے یا باطل تو وہ اللہ کی ناراضگی میں ہے یہاں تک کہ اس خصومت کو چھوڑ جائے۔

عبد اللہ ابن عمرؓ سے منقول ہے: کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ جس میں فقہاء ایک دوسرے کے ساتھ حسد کرنے لگیں گے اور بکریوں کے ایک دوسرے کو کچلنے کی طرح ایک دوسرے حملہ آور ہونگے (کنز العمال)۔

^۱ « المشکوۃ ص ۳۳۸ » .

^۲ « کنز العمال ص ۲۱۱ / ج ۱۰ » .

أَلَا يَخَافُ هَذَا الْمَفْتِي أَنْ يَقَعَ فِي عَذَابِ أَلِيمٍ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى : ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾^۱ .

و عن ابن عباس رضی اللہ عنہ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ : أَحَقُّ مَا بَلَّغْنِي عَنْكَ ؟ قَالَ : وَ مَا بَلَّغْتُ عَنِّي ، قَالَ : بَلَّغْنِي أَنَّكَ قَدْ وَقَعْتَ عَلَى جَارِيَةِ آلِ فُلَانٍ ، فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ فَأَمَرَ بِهِ فَرَجَمَ « رَوَاهُ مُسْلِمٌ »^۲ .

کیا اس مفتی کو دردناک عذاب کا ڈر نہیں۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے «ترجمہ»: جو لوگ چاہتے ہیں کہ بد کرداری کا چرچا ہو ایمان والوں میں ان کیلئے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے جبکہ تم نہیں جانتے۔

اسی طرح ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے معاذ بن مالکؓ سے فرمایا: کہ تمہارے بارے میں مجھے جو کچھ معلوم ہوا ہے کیا وہ سچ ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے بارے میں آپ کو کیا معلوم ہوا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کہ مجھے تمہارے بارے میں یہ معلوم ہوا ہے کہ تم نے فلاں کی لونڈی سے زنا کیا ہے، معاذؓ نے کھاجی ہاں! یہ سچ ہے اور پھر اس نے چار مرتبہ اقرار کر لیا، لہذا رسول اللہ ﷺ نے اس کی سنگساری کا حکم فرمایا اور اس کو سنگسار کر دیا گیا۔

^۱ «سورة النور ۱۹» .

^۲ «المشکوٰۃ ص ۳۱۱» .

فالنَّبِيُّ ﷺ يسأل عن ماعز لانكشاف حاله ، و قال العَلِيَّةُ: و أما أنت يا أنيس فاغد إلى امرأة هذا فإن اعترفت فارجمها ، فاعترفت فرجمها.
و عن عليٍّ رضي الله عنه قال : بعثني رسول الله ﷺ إلى اليمن قاضياً ، فقلت : يا رسول الله ترسلني و أنا حديث السنن ، و لا علم لي بالقضاء ، فقال : إنَّ الله سيهدي قلبك ، و يثبت لسانك إذا تقاضى إليك رجلان فلا تقض للأول حتّى تسمع كلام الآخر فإنه أحرى أن يتبين لك القضاء ، قال ﷺ : فما شككت في قضاء بعد « رواه الترمذي ، و أبو داؤد ».

تو نبی ﷺ نے ماعز کے بارے میں معلومات کیں کہ حقیقتِ حال ظاہر ہو سکے۔
اور فرمایا آپ ﷺ نے (حضرت انیس کو) کہ اے انیس تم اس شخص کی عورت کے پاس جاؤ اگر وہ بدکاری کا اقرار کر لے تو اس کو سنگسار کر لو چنانچہ عورت نے زنا کا اقرار کر لیا تو انیس نے اس کو سنگسار کر دیا۔ اسی طرح علیؑ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا، تو میں نے عرض کیا: کہ آپ مجھ نوجوان کو قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں جس کو منصب قضا کی ذمہ داریوں کا کچھ علم ہی نہیں آپ ﷺ نے فرمایا: تم (اس بارے میں فکر نہ کرو) اللہ تمہارے دل کو فہم و فراست کی ہدایت عطا کرے گا، اور تمہاری زبان کو پختہ بنا دیگا (پھر چند ہدایات کی تعلیم دی من جملہ میں سے یہ کہ) جب تمہارے پاس دو آدمی اپنا فیصلہ لے کر آئیں تو تم پہلے آدمی کے حق میں اس وقت تک فیصلہ نہ کرو جب تک دوسرے کا بیان نہ سن لو کیونکہ ایسا کرنا تمہیں صحیح فیصلہ دینے میں مفید ثابت ہوگا، حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ (آپ کی اس تعلیم اور ہدایت کے بعد) میں کبھی فیصلہ کرنے میں مضطرب نہیں ہوا۔

۱ « المشکوۃ ص ۳۰۹ » .

۲ « المشکوۃ ص ۳۲۵ » .

فالعجب من المفتی إذا كان بین الفريقین تناصم ، و هو یفتی لأحد المتخاصمین قبل أن یسمع کلام الآخر ، و لا علم له بأنّ هذه السئلة من المسائل القضائیة ؛ لأنّ فیہ إلزامًا ، أو من مسائل الاستفتاء.

اعظم کید اهل البدع فی هذه الأزمان کید الجعلیات بصورة

المستفتی والمفتی کلاهما من اهل البدع

ألا ترى إلى ابتلاء أبي عبد الله محمد بن إسماعیل البخاری رحمه الله من استفتاء رجل فقال : ما تقول فی اللفظ فی القرآن مخلوق أم لا ؟ فأعرض عنه الإمام فعاد الرجل فقال الإمام القرآن کلام الله غیر مخلوق ، و أفعال العباد مخلوقة ، و الامتحان بدعة .

تعجب ہے ایسے مفتی پر جو دو فریقوں کے درمیان خصومت کی صورت میں کسی ایک خصم کو بغیر دوسرے کے کلام سنے ہوئے فتویٰ دیتا ہے اور اس بات سے بے خبر ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ الزام کی وجہ سے ”مسائل قضائیہ“ میں سے بن چکا ہے یا استفتاء کے مسائل سے متعلق ہے ؟

اہل بدع کا اس زمانے میں سب سے بڑا فریب مستفتی اور مفتی کی صورت میں جعل

سازی ہے جو کہ دونوں اہل بدعت سے ہوں

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کی ابتلاء کو نظر انداز مت کرنا جب ایک شخص نے اسی طرح کا فتویٰ ان سے طلب کیا : کہ قرآن کے الفاظ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ، یہ مخلوق ہیں یا غیر مخلوق ؟ تو امام رحمہ اللہ نے اس سے منہ موڑ لیا وہ پھر سوال دہرانے لگا تو فرمایا : کہ قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ، جبکہ بندوں کے افعال مخلوق ہیں اور اسمیں چوں چراں کرنا بدعت ہے۔

إلى أن قال : لفظي بالقرآن مخلوق فشغب الرجل ، وقال : ما قال في الإمام ، و زعم أنه قال القرآن مخلوق ، و قال الخطيب البغدادي : حتى وقع الوحشة بين الإمام ، وبين ابن يحيى الزهلي ، و كان محمد بن يحيى من حفاظ الأعيان و من مشايخ الإمام البخاري و مسلم وأبي داؤد . فبمثل هذا السؤال و الجواب ابتلى العلماء ابتلاءً ، و أكثر ما يكون بالمواضعة بين المفتي و المستفتي فكلاهما من أهل البدع ، و إنما صنعوا هذا الكيد تزويرًا لتنقيص من يقابلهم ، ثمّ إنهم يشيِّعون هذا الفتوى شيئًا لمقابلهم، فلا ينبغي النظر إلى مثل هذا الفتيا و هي وطيرة أهل زماننا.

اور پھر کہہ دیا: کہ میرے قرآن کی آیات کا تلفظ یہ مخلوق ہے تو آدمی نے شور مچانا شروع کر دیا اور امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق وہ کچھ اگلے لگا جو وہ چاہتا تھا، اور گمان یہ کر رہا تھا کہ آپ کی مراد یہ ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کا کہنا ہے: کہ اس واقعے کی وجہ سے امام بخاری اور محمد بن یحییٰ زہلی کے درمیان قطع تعلقی پیدا ہو گئی تھی حالانکہ محمد بن یحییٰ بہترین حفاظ میں شمار ہوتے ہیں اور امام بخاری کے استاد تھے اسی طرح امام مسلم اور امام ابو داؤد کے بھی شیخ تھے لہذا اس جیسے سوال اور جواب (انٹرویو) سے علماء بڑی آزمائشوں میں مبتلا ہوئے اور ایسا واقعات کا وقوع اکثر و بیشتر مفتی اور مستفتی کی باہمی موافقت کا ثمرہ ہوتے ہیں بالخصوص جب دونوں اہل بدع میں سے ہوں جو کہ اپنے مقابلے کے لیے نہاد کہانے کیلئے، پروپیگنڈے کے طور پر یہ چال چلتے ہیں اور اسے عیب دار ظاہر کرنے کے لئے اس کے خوب نشر و اشاعت بھی کرتے ہیں۔ تو اس جیسے فتوؤں کو مد نظر نہیں رکھنا چاہیئے۔ جبکہ ہمارے زمانے کے لوگوں کا یہی وطیرہ بن چکا ہے۔

لزوم بیان فتویٰ الحق

و أما الفتوى واجب العلم فهو فتوى محقق عادل كما قال النبي ﷺ :
 ربّ حامل فقه غير فقيه ، و ربّ حامل فقه إلى من هو أفقه منه .
 و عن عليّ رضي الله عنه نعم الرجل الفقيه في الدين إن احتجج إليه نفع .
 و عن إبراهيم بن عبد الرحمن العذري : قال : قال رسول الله ﷺ : يحمل
 هذا العلم من كلّ خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين ، و انتحال
 المبطلين ، و تأويل الجاهلين « رواه البيهقي »^۱ .

سچے فتوے کے لازم ہونے کا بیان

باقی رہا وہ فتویٰ جس پر عمل کرنا واجب ٹھرتا ہے وہ منصف محقق مفتی کا فتویٰ ہوتا ہے جیسے
 آپ ﷺ نے فرمایا ہے: بہت سے حاملین فقہ غیر فقیہ ہوتے ہیں اور بہت سے فقیہ اپنے سے زیادہ
 فقاہت والے کو بوجہ اٹھاتے ہیں۔

اور حضرت علیؑ سے منقول ہے: کہ بہترین آدمی فقیہ ہے اگر اس کی ضرورت پڑ جاوے تو
 فائدہ رساں ہوتا ہے۔

اور ابراہیم بن عبد الرحمن العذری نقل کرتے ہیں: کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر آئندہ آنے
 والی جماعت میں سے اس کے نیک لوگ اس علم (کتاب و سنت) کو حاصل کریں گے اور یہی لوگ اس علم
 کے ذریعے حد سے گزرنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں کے افتراء پر دازی اور جاہلوں کی تاویلات
 کو دور کریں گے۔

^۱ « المشکوٰۃ ص ۳۶ » .

و فی مثل هذه الفقیه ما روي عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ : لو أنّ أهل العلم صانوا العلم وضعوه عند أهله لسادوا به أهل زمانهم .
و أمّا المفتی الأوّل هو مصداق ما روي « لكنّهم بذلوا لأهل الدّنيا لينالوا به من دنياهم فهانوا عليهم »

هم الذين اتّخذوا دينهم هزواً و لعباً ، و قال الله تعالى : ﴿ وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوَاً وَغَرَّتْهُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَذَكَرَ بِهِ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ﴾^۱ .

اور اس جیسے فقیہ کے بارے میں ابن مسعود کی روایت صادق ہے : ”اگر علم والے علم کی حفاظت کر کے اس کو اہل کے پاس ودیعت رکھتے تو اس کے بسبب یہ لوگ اپنے زمانے کے سردار ہوتے۔“

اور بہر حال پہلی قسم کا جو مفتی ہے، وہ حدیث مبارکہ کے اس حصے کا مصداق ہے، ”لیکن انہوں نے (اس علم کو) دنیا والوں پر صرف کر دیا تاکہ اس کے ذریعے انکی دنیا کو حاصل کر سکیں تو وہ دنیا والوں کے نظر میں ذلیل ہو گئے“ یہی لوگ ہیں جنہوں نے دین کو مذاق اور تماشا بنا رکھا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے، : ”اور چھوڑ دے انکو جنہوں نے بنا رکھا ہے اپنے دین کو کھیل اور تماشا اور دھوکہ دیا ہے انکو دنیا کی زندگی نے اور نصیحت کرا انکو قرآن سے تاکہ نہ ہو جاوے کوئی اپنے کیے میں الخ۔“

شعر :

موت الرجل من عشرة لسانه و ليس يموت من عشرة رجله
فعرته بلسانه ترمى برأسه و عثرته بالرجل تبرأ على مهل
و قال تعالى : ﴿ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ
عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَ وَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا
يَكْسِبُونَ ٤٩ ﴾^۱ .

و من العجائب عند إعلام أحد بالخطأ لا يرجعون عن الخطأ ، و أخذتهم
العزة بالإثم .

و قال الله تعالى : ﴿ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ١٦٨ إِنَّمَا
يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ١٦٩ ﴾^۲ .

شعر :

«ترجمہ» انسان کی موت اسکی زبان کا پھسلنا ہے اور کوئی پاؤں کے پھسلنے سے کبھی نہیں
مرا۔ سوزبان کا پھسلنا اسکی سر میں تیر دے مارتا ہے، اور پاؤں کے پھسلنے کا زخم چند لمحوں میں ہی بہر
جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

«ترجمہ» : ”اور پیروی نہ کرو شیطان کی بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے، وہ تو حکم
کریگا تم کو برے کام اور بے حیائی کا اور اس پر کہ تم جھوٹ لگاؤ اللہ پر وہ باتیں جنکو تم نہیں جانتے۔

^۱ «سورة البقرة ۷۹» .

^۲ «سورة البقرة ۱۶۸، ۱۶۹» .

سبب بسط الکلام فی الإفتاء وما يرجع من الفتوات علی اهل الحق

و إنما بسطت الکلام فی الاجتناب و الاحتراز عن مثل هذه الفتوى ؛ لأنّ بمثل هذا الفتوى قد وقع اکابرنا و مشائخنا فی الابتلاء ألا ترى إلى ما وقع فيه أبو عبد الله محمد بن إسماعیل البخاری رحمه الله ، و المجاهد الأعظم الشّاه إسماعیل الشّهید رحمه الله ، و إلى ما أفتوا علی اکابرنا الدیوبندیّین فی حسام الحرمین ، و له أمثلة متعدّدة ، و لكن لا یسعه هذا المختصر .

فتویٰ لینے میں کلام کے طوالت کا سبب اور اسکا بیان کہ فتوؤں کے سبب علماء پر کیا گزری

یقیناً میں نے ان (گزرے ہوئے) فتوؤں سے بچاؤ اور اجتناب کے متعلق بات کچھ لمبی کر دی کیونکہ انہی قسم کے فتوؤں سے ہمارے اکابر اور شیوخ کو آزمائشیں اٹھانا پڑیں تھیں کیا آپ نے اس آزمائش کا مطالعہ نہیں کیا جسمیں ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری اور عظیم مجاہد شاہ اسماعیل شہید مبتلا ہو گئے تھے ، ان فتوؤں کے بارے میں نہیں سوچا جو حسام الحرمین میں ہمارے اکابرین دیوبند پر لگائے گئے تھے ، اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں لیکن یہ مختصر رسالہ اسکی وسعت نہیں رکھتا۔

و بالجملة : يكون المفتي محافظاً على الصلوات ، و الصوم معظماً للشرائع ظاهراً ، و باطناً ، و أن يكون له اليقظة ، و الذكاء لا يأتي من سوء فهم ، و ينظر بنظر الإنصاف ، و يلاحظ أحوال المقابل ، و طريقة الجواب عن السؤال .

و بالجملة : قد يقع الاعتراض عمّن لا يقرّ بالإسلام و الدّين ، فقد مرّ طريق المقابلة معهم .

و أمّا من يقرّ بالكتاب و السنّة ، و يدّعي اتّباع الكتاب و السنّة ، فيقع المكالمة بين هذه الفرق ويفضي إلى المناظرة فلا بدّ من تفصيل مباحث المناظرة .

نچوڑیہ کہ مفتی نمازوں، روزوں کا اہتمام کرنے والا ہو، ظاہر اور باطن میں شرائع کی تعظیم کرنے والا ہو اور اسکے ساتھ ساتھ بیدار دماغ اور ذہانت کا مالک ہو، تو کسی غلط فہمی پر نہیں اترے گا، انصاف کی نظر کرے گا، مقابل کے حالات کو مد نظر رکھے گا، اور سوال و جواب کے طریقے سے واقف ہوگا۔

اور کبھی اعتراض کرنے والا دین و اسلام کا منکر ہوتا ہے، سو ایسے لوگوں سے مقابلے کا طریقہ گزر چکا۔ رہا وہ شخص جو کتاب و سنت کا اقرار کرتا ہو اور کتاب و سنت کی اتّباع کا مدعی ہو، سو ایسے طبقوں کے مابین بحث باتیں چلتی ہیں اور پھر مناظرے تک بات پہنچ جاتی ہے۔ سو مناظرہ کی کچھ تفصیل کرنا لازم ہے۔

ذکر الامور الاجمالیۃ حول المناظرۃ

فما المناظرۃ ؟

فالجواب : أنّ المطلوب عدة أمور :

۱ . المعنی اللّغوی .

۲ . والمعنی الاصطلاحی للمناظرۃ .

۳ . و المناسبة بین المعنی اللّغوی و المعنی الاصطلاحی .

۴ . و الفرق بین المناظرۃ ، و المجادلۃ ، و المکابرة .

مناظرہ کے متعلق اجمالی امور کا تذکرہ:

تو مناظرہ کیا ہے؟ جواب یہ ہوگا کہ چند امور مطلوبہ ہیں:

۱۔ معنی لغوی (مناظرے کا)

۲۔ معنی اصطلاحی

۳۔ معنی لغوی اور اصطلاحی میں مناسبت

۴۔ مناظرہ ، مجادلہ اور مکابرہ کے درمیان فرق ۔

تحقیق لفظ 'اللغة' ، ولفظ 'الاصطلاح' ، والفرق بین

الاصطلاح عند أهل الإسلام وأهل الإلحاد

و لكن لا بدّ قبل ذلك من التّفصیل فی لفظ اللّغة ، و لفظ الاصطلاح

فاللّغة : مصدر من باب علم ، قيل : أصلها لغوة ، و قيل : لغية و هي التّكلم بالأصوات و الحروف الدّالة علی المعنى ، و بعد حذف حرف العلة وزنه فعة ، و ليس من لغى ؛ لأنّه لا یصحّ معناه حينئذ ، و الباحث عنها علم اللّغة .

و أمّا اصطلاحًا : هي معرفة أفراد الكلم ، و کیفیّة أوضاعها .

لفظ لغت اور لفظ اصطلاح کی تحقیق اور اہل اسلام و اہل الحاد کے ہاں اصطلاح کا فرق لیکن سب سے پہلے لغت اور اصطلاح کی تفصیل لازمی ہے، لہذا لغت باب عَلِمَ سے مصدر ہے۔ کہا گیا ہے کہ اسکی اصل لغوة ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ لغیۃ تھی اور یہ آوازوں کیساتھ بات کرنے اور ان حروف کو کہتے ہیں جو معنی پر دال ہوں۔

حرف علت کے حذف ہونے کے بعد اسکا وزن فعتہ رہا اور لغی سے غیر مستعمل ہے، کیونکہ اس صورت میں اسکا معنی درست نہیں ہوگا، اس سے جس علم میں بحث کی جاتی ہے وہ علم لغت ہے، اصطلاح میں لغت کلمات کے افراد اور اسکی اوضاع کی کیفیت معلوم کرنے کا نام ہے۔

و أما لفظ الاصطلاح : فالاصطلاح من الإصلاح كما قال الله تعالى : ﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهِلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ۝۱۱۷ ﴾^۱ .

و لكن لا بدّ من بيان الفرق بين الاصطلاح الصحيح الإسلامي و بين الاصطلاح الفاسد من أهل الإلحاد المفضي إلى هدم الإسلام ، و يثبت شيئاً سوى الإسلام في الأذهان ، و الاختلاط بين الأفكار الإسلامية و الإلحاد كما قال الله تعالى بياناً لحال المنافقين : ﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝۱۱۸ ﴾^۲ .

جبکہ لفظ اصطلاح : تو یہ اصلاح سے ہے ، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے : «ترجمہ» «اور تیرا رب ہر گز ایسا نہیں کہ ہلاک کرے بستیوں کو زبردستی سے اور وہاں کے لوگ نیک ہوں»۔

لیکن صحیح اسلامی اصطلاح اور اہل الحاد کی فاسد اصطلاح (جو اسلام کے ڈھانے کیلئے ہے) میں فرق کا بیان کرنا ضروری ہے۔ فاسد ہے وہ اصطلاح جو ذہن میں اسلام کے علاوہ سب کچھ برقرار رکھے ، اور اسلامی افکار اور الحاد کے درمیان اختلاط پیدا کر دے جیسا کہ اللہ نے منافقین کی حالت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا : «ترجمہ» «اور جب کہا جاتا ہے انکو فساد نہ ڈالو ملک میں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ جان لو وہی خرابی کرنے والے ہیں لیکن نہیں سمجھتے»۔

^۱ «سورة هود ۱۱۷» .

^۲ «سورة البقرة ۱۱ ، ۱۲» .

فاصلحو علی تسمیۃ الفساد بالإصلاح فإنّ الواضع للألفاظ و
 إن کان هو اللہ تعالیٰ عند أهل التحقيق ، و لكن وضع الألفاظ قد یكون
 تلقیناً من اللہ تعالیٰ فإن کان عمل الناس ، و عاداتهم موافقاً للشرع
 فالتلقین من اللہ كما هو زعمهم ، و إن کان عملهم ، و عاداتهم فاسدة
 فالتلقین کذاک كما فی الحدیث القدسی : أنا عند ظنّ عبدی بی .

تحقیق المناظرۃ لغۃً واصطلاحاً

فالمناظرۃ لغۃ : إمّا من النّظیر بمعنی الأخذ من شیء واحد ، أو
 من النّظر هو الإبصار و الالتفات و التأمل ، و إمّا من الانتظار .

چنانچہ اصلاح کے نام سے فساد کی اصطلاح مقرر کی، کیونکہ الفاظ کا واضح اگرچہ اہل تحقیق کے
 مسلک کے مطابق اللہ جل جلالہ ہی ہیں، لیکن کبھی یہ وضع الفاظ اللہ کی طرف سے بطور تلقین کے بھی
 ہوتی ہے، لہذا لوگوں کا عمل اور انکی عادات اگر شریعت کے موافق ہوں تو اللہ کی طرف سے تلقین بھی
 انکے گمانوں کے موافق ہوا کرتی ہے، اور اگر انکے عمل اور عادات ردی اور بے کار ہوں تو تلقین بھی
 ایسی ہوگی، جیسا کہ قدسی حدیث میں منقول ہے، ﴿انا عند ظن عبدی بی﴾ میں اپنے بندے کے
 ساتھ اسکے موافق معاملہ کرتا ہوں،

مناظرہ کی تحقیق لغت اور اصطلاح کے اعتبار سے :

پس مناظرۃ باعتبار لغت یا تو نظیر سے ہے ”بمعنی کسی ایک چیز سے لینا“، یا نظر سے ہے ”نظر دیکھنا
 ، التفات اور غور و فکر کرنا ہے“ اور یا انتظار سے ہے۔

و فی الاصطلاح : توجّہ المتخاصمین فی النسبة إلى شیء متردّد
بین الشیئین إظهارًا للصّواب .

فالشیء الأول المحکوم علیه ، و الشیء الآخر المحکوم به .
و أمّا التردّد فإنّ فی المناظرة خصومة ، و فی الخصومة قول کلّ
خلاف ما یقوله الآخر .

مثلاً فی الدّعاء بعد السنّة بالهیئة الاجتماعیّة بحیث یكون علی
التّارک اعتراض تردّد بین الخصوم .

بعضهم یقول : إنّها مستحبّة ، و بعضهم یقول : إنّها بدعة ، هذا
تفصیل ما قالوا : المناظرة توجّہ المتخاصمین فی النسبة بین الشیئین .

اصطلاح میں متخاصمین کی (درستی کے اظہار کی خاطر) کسی چیز کی نسبت کی طرف توجہ کرنا
جو کہ دو چیزوں کے درمیان متردّد ہو، چنانچہ شئی اول ”محکوم علیہ“ اور دوسری شئے ”محکوم بہ“ ہوتی ہے
، اور بہر صورت تردّد تو مناظرہ میں خصومت ہے، اور خصومت میں ہر ایک کا قول دوسرے کے خلاف
ہوا کرتا ہے، مثلاً سنت کے بعد اجتماعی ہیئت سے دعا کرنا (اس طرح کہ تارک کو برا بھلا کھا جائے) یہ
مقابلین کے درمیان متردّد فیہ مسئلہ ہے، بعض تو کہتے ہیں کہ مستحب ہے اور بعض اسکو بدعت کہتے ہیں،
اور یہ (جو تعریف ہم نے کی) اہل فن کے اس قول کی تفصیل ہے ”المناظرة توجه المتخاصمین فی
النسبة بین الشیئین“، مناظرہ متخاصمین کا دو چیزوں کے درمیان نسبت میں توجہ کرنا ہے۔

ذکر المناسبات بین المعنی اللغوی والمعنی الاصطلاحی

و أمّا المناسبات بین المعنی اللغوی و المعنی الاصطلاحی : فینبغي أن يكون المناظران متماثلين ، و أن يكون في المناظرة الإبصار ، و الالتفات ، و التأمل ، و أن ينتظر أحد المتخاصمين إلى أن يتمّ كلام الآخر ، و أن لا يتكلّم في وسط كلام المتخاصم ؛ لئلا يقع في الوعيد من الله تعالى كما قال تعالى : ﴿ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ ﴾^۱ .

معنی لغوی اور معنی اصطلاحی میں مناسبت

رہی مناظرے کے معنی لغوی اور معنی اصطلاحی میں مناسبت تو وہ یہ ہے کہ مناظرہ کرنے والے ایک دوسرے کے ہم سر ہوں ۔

اور یا یہ کہ مناظرہ میں نظر کرنا توجہ کرنا اور غور و فکر کرنا ملحوظ ہوتا ہے ۔

اور یہ کہ متخاصمین میں ہر ایک دوسرے کے کلام ختم کرنے تک انتظار کرتا ہے ۔

اور یہ کہ مد مقابل کے کلام کے درمیان میں باتیں نہ کرتا ہو ، تاکہ اللہ جل جلالہ کی جانب

سے وعید میں نہ پڑے جیسا کہ فرمایا ہے باری تعالیٰ نے «ترجمہ» : ”اور کہنے لگے منکر، مت کان رکھو

اس قرآن کو اور بک بک کرو اسکے پڑنے میں شاید تم غالب ہو“ ۔

^۱ «سورة حم السجدة ۲۶» .

بیان الفرق بین المناظرۃ والمجادلة والمکابرة

و أما الفرق من المجادلة : فالمجادلة هي المنازعة لا لإظهار الصواب بل لإلزام الخصم ، و أما الفرق من المکابرة : فالمکابرة هي نفس المنازعة لا لإظهار الصواب ، و لا لإلزام الخصم .

بیان علم المناظرۃ

بحث علم المناظرۃ : فالمطلوب تعريف علم المناظرۃ ، و موضوعه و غايته . فتعريفه : هو علم يعرف به أحوال طرق البحث من حيث الصّحة و السّقم لإظهار الحقّ ، و إبطال الباطل . و غايته : صيانة الذّهن عن الخطأ في سلوك طريق موصل إلى المطلوب . فجميع مباحث المناظرۃ لا بدّ أن يكون ملحوظاً لمن يسلك في مسلك المناظرۃ .

مناظره، مجادلہ اور مکابره کے درمیان فرق

(مناظرے کا) فرق مجادلہ سے یہ ہے کہ مجادلہ منازعہ (جھگڑے) کو کہا جاتا ہے، جو درستی کے اظہار کیلئے نہیں ہوتا بلکہ مقابل کو ملزم ٹھرانے کیلئے ہوتا ہے، اور (مناظرے کا) مکابره سے فرق تو مکابره عین جھگڑے کو کہتے ہیں جو نہ درستی کے اظہار کیلئے ہو اور نہ خصم (مقابل) کو ملزم کرنے کے لئے۔

علم مناظرے کا بیان

مقصود علم مناظرے کی تعريف موضوع اور غرض و غایت ہے: چنانچہ تعريف یہ ہے : ”علم مناظرہ وہ علم ہے، جسکے ذریعے بحث کے طرق کے احوال صحت و نقصان کے اعتبار سے جانے جاتے ہیں، تاکہ حق کا اظہار اور باطل کا بطلان ہو سکے ، تو مناظرے کی راہ پر گامزن شخص کیلئے ضروری ہے کہ وہ مناظرے کی سب مباحث ملحوظ رکھے۔“

الأمور اللازمة في المناظرة

فلا بدّ للمناظر أولاً من بحث الدّعوى و امتياز المدّعى من المدّعى عليه ؛ و لهذا لا يستحسن الاستعجال في البحث قبل الفهم بتمامه ، و أن يتكلّم في كلّ كلام بما هو وظيفة مخاطبه فإن كان مخاطبه من يدّعى التّمسّك بالكتاب و السنّة فيتكلّمه من الكتاب و السنّة فإنّ الدّليل ما هو مسلمّ عند الخصم إن كان مخاطبه من يدّعى تقليد الأئمّة و الفقهاء فيتكلّمه من الفقه و أصول الفقه و إن كان مخاطبه ممّن يثبت دعواه من اللّغة و الصّيغة و الهيئات المركبة و من أصول الفلاسفة و المناظرة ويأخذ على خصمه من هذه الفنون (و هذا من عادات أكثرهم و زعم أكثرهم)

مناظرے میں ضروری امور

☆ پہلے پہل مناظر کیلئے دعویٰ کی بحث اور مدعی اور مدعی علیہ کی تعیین کرنا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ سب کچھ جاننے سے پہلے بحث شروع کرنے میں جلد بازی کرنا مناسب ہے۔

☆ اور ضروری ہے یہ کہ (مناظر) ایسا کلام کرے جو اسکے مد مقابل کا وظیفہ ہو پس اگر اس کا مخاطب ایسا شخص ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کا دعویٰ دار ہو، تو اسے کتاب اللہ اور سنت رسول کے ذریعے بحث کرنی ہوگی کیونکہ دلیل وہ بن سکتی ہے جو مسلمات میں سے ہو، اور اگر اس کا مخاطب ایسا شخص ہے جو ائمہ اور فقہاء کی تقلید کا دعویٰ دار ہے تو مناظر کو اس کے ساتھ فقہ اور اصول فقہ میں کلام کرنا ہوگا، اور مخاطب اسکا ایسا ہو جو اپنے دعوے کو لغت، صیغہ، ہیئات مرکبہ، فلسفے کے اصول اور مناظرے کے اصول سے ثابت کرنا چاہتا ہو اور اپنے مقابل پر انہی فنون سے گرفت کر رہا ہو، (اور یہ انکے اکثر مناظرین کی عادات اور مزعومات میں سے ہے)۔

فلا بدّ أن يتكلّم بوظيفة هذا المناظر ، و تنقيح هذا النوع عسير جدًّا ؛ و لهذا يقال : يجب على المناظر أن يحترز عن الاختصار في الكلام بالمناظرة كي لا يخلو بالفهم ، و يحترز عن التّطويل لئلاّ يفضي إلى الإملال ، و يحترز عن استعمال الألفاظ الغريبة ، و عن الجمل المحتملة للمعنيين بلا قرينة التّعيين ، و يحترز عمّا لا دخل له في المقصود ؛ لأنّ به يخرج الكلام عن الضّبط ، و يلزم البعد عن المقصود ، و لا يضحك ، و لا يرفع الصّوت ، و لا يتكلّم بكلام السّفهاء ؛ لأنّ هذا من عادات الجهلاء و هم بها يستترون جهلهم

تو اس مناظرے کے وظیفے پر کلام کرنا ضروری ہوگا تاہم اس نوع کی تنقیح انتہائی مشکل ہے۔

اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ مناظر پر لازم ہے کہ مناظرہ کے دوران کلام میں اختصار کرنے سے بچے تاکہ سمجھ میں خلل واقع نہ ہو، اور طوالت سے بھی بچتا رہے تاکہ تھکاوٹ کو مفضی نہ ہو۔

☆ اور غیر مشہور الفاظ کے استعمال کرنے سے احتراز کرے اور ایسے جملوں سے بھی جو قرینہ کے تعین کے بغیر دو معانی کا احتمال رکھتے ہوں۔

☆ ان چیزوں سے بھی بچتا رہے جن کا مقصود میں دخل نہ ہو کیونکہ اس طرح کلام کی باگ دوڑ ہاتھ سے جاتی رہتی ہے، اور مقصود سے دوری لازم آتی ہے۔

☆ اور ہنسنے سے بھی احتراز کرے۔

☆ نہ ہی آواز کو بہت بلند کرے اور نہ ہی بے وقوفوں جیسی باتیں کرے کیونکہ یہ جاہلوں کی عادات ہیں ، کہ وہ اپنے جہل کو چھپانے کے لیے ایسے حیلے اپناتے ہیں۔

و لا يحسب خصمه حقيراً و لا مهيناً ؛ لأنّ بالأوّل ربما يغلب الحقير و الضّعيف ، و بالثاني نزول دقة نظره و ذكاوة ذهنه ، و لا يقصد إسكات الخصم بمقدّمات واهية ، و لا يجلس متّكأ جلسة المتكبرين بل يجلس جلسة المتواضعين ؛ لأنّ بها اجتماع الذّهن و خلوصه عن الانتشار ، و لا يكون كثير الجوع و العطش ؛ لأنّ بهما يسرع الغضب ، و الغضب مناف للمناظرة و لا يكون ممتلياً كلّ الامتلاء ؛ لأنّه يوجب جمود الطّبيعة و خمود القريحة .

☆ اور (مناظر) اپنے مد مقابل پر حقیر ہونے کا گمان نہ کرے اور نہ ہی ہیبت ناک ہونے کا کیونکہ (اسکے) پہلے خیال (یعنی یہ سمجھنا کہ اس کا مد مقابل حقیر ہے) کے باوجود کبھی حقیر اور کمزور بھی غالب ہو جاتا ہے ، اور دوسرے (خیال) کی وجہ سے اس کی نظر کی باریک بینی اور اسکے ذہن کی ذکاوت ختم ہو سکتی ہے۔

☆ اسی طرح (مناظر کی) یہ چاہت نہ ہو کہ مقابل کو فضول مقدمات کے ذریعے خاموش کرادیا جائے۔

☆ اور نہ ہی متکبرین کے بیٹھنے جیسے تکیہ لگا کر بیٹھے بلکہ عاجزوں کی طرح بیٹھے کہ اسکی وجہ سے ذہن مجتمع رہتا ہے ، اور منتشر ہونے سے بچا رہتا ہے۔

☆ اور زیادہ بہوک پیاس کی حالت میں نہ ہو اسلیئے کہ بہوک پیاس کی وجہ سے غصہ جلدی آتا ہے جبکہ غصہ مناظرے کے منافی ہے۔

☆ اور نہ ہی بہت زیادہ پیٹ بہرا ہونے کی حالت میں ہو کیونکہ یہ (حالت) طبیعت کو منجمد کر دیتی ہے اور ذکاوت کو بجا دیتی ہے۔

إذا لاحظ المناظر الأمور اللازمة في المناظرة فربما يكفي

سكوته للجواب

و إذا كان المناظر متصفاً بهذه الصفات فربما يكون نفس السكوت جواباً كما في الخبر عن أبي بن كعب رضي الله عنه قال : كنت في المسجد فدخل رجل فقرأ قراءة أنكرتها عليه ، ثم دخل آخر فقرأ قراءة سوى قراءة صاحبه فلما قضينا الصلوة دخلنا جميعاً على رسول الله ﷺ فقلت : إن هذا قرأ قراءة أنكرتها عليه ، و دخل آخر فقرأ قراءة سوى قراءة صاحبه فأمرهما النبي ﷺ فقرءا فحسن شأهما فسقط في نفسي من التكذيب و لا إذ كنت في الجاهلية

مناظر اگر مناظرے میں امور لازمہ ذہن نشین رکھے تو کئی مرتبہ فقط خاموشی برائے جواب کافی ہو جاتی ہے۔

جب مناظر ان (مذکورہ بالا) صفات کیساتھ متصف ہو تو کئی مرتبہ فقط خاموشی جواب کی جگہ کافی ہو جاتی ہے جیسے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرمایا: کہ میں مسجد میں تھا تب ایک آدمی داخل ہوا جس نے ایسی قرات کی جس کو میں نے غیر مانوس سمجھا پھر ایک اور آدمی داخل ہو گیا اس نے بھی قرات کی پر ایسی نہیں جیسے کہ دوسرے نے کی تھی، تو جب ہم نے نماز مکمل کی، تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ اس نے ایسی قرات کی جس کو میں نہ سمجھا اور دوسرا داخل ہوا تو اس نے اپنے ساتھی کی قرات سے جدا قرات کی آپ ﷺ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا تو دونوں نے پڑھنا شروع کیا تو دونوں کو درست قرار دیا، اس سے میرے دل میں تکذیب پیدا ہو گئی، تاہم جاہلیت جیسی نہیں تھی۔

فلما رأى رسول الله ﷺ ما قد غشيني ضرب في صدري ففضت عرقاً ، و كأنما انظر إلى الله فرقاً ، فقال لي : يا أباي أرسل إليّ أن أقرأ القرآن على حرف فرددت إليه أن هوّن على أمّتي فردّ إليّ الثانیة أقرأه على حرفین فرددت إليه أن هوّن على أمّتي فردّ إليّ الثالثة أقرأه على سبعة أحرف ، و لك بكلّ ردّة رددتها مسألة تسألنيها ، فقلت : اللهم اغفر لأمتي اللهم اغفر لأمتي ، و أخرت الثالثة ليوم يرغب إليّ الخلق كلّهم حتّى إبراهيم عليه السلام « رواه مسلم »^۱ .

پس جب رسول اللہ ﷺ نے وہ حالت دیکھ لی جو مجھ پر طاری ہو گئی تھی تو میرے سینے پر ہاتھ مارا میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور ایسا لگتا تھا کہ اللہ رب العزت کو خوف سے دیکھ رہا ہوں پس مجھے فرمایا کہ اے ابائی، اللہ نے مجھے پیغام دیا کہ میں قرآن کو ایک حرف (قرات) کیساتھ پڑھ لوں، میں نے یہ پیغام واپس لوٹایا کہ میری امت پر آسانی کا معاملہ فرما، اللہ نے مجھے دوبارہ لوٹایا کہ اسکو دو حرفوں کے ساتھ پڑھ لیا کرو، میں نے اب کی بار بھی لوٹایا کہ میری امت پر آسانی کا معاملہ فرما، تو تیسری مرتبہ مجھے پیغام لوٹایا کہ میں اس کو سات حرفوں کے ساتھ پڑھ لیا کروں، اور تمہارے لیے ہر بار لوٹانے کے ساتھ مجھ سے دعا مانگنے کا حق ہے، تو میں نے عرض کیا: کہ اے اللہ! میری امت کی مغفرت فرما، اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما، اور تیسرے سوال کو میں نے اس دن کیلئے مؤخر کر دیا جس دن ساری مخلوق میری طرف توجہ کرے گی یہاں تک کہ ابراہیمؑ بھی (مسلم)۔

ألا ترى أنّ بتوجه النبي ﷺ في نفس إبيّ بن كعب مع الضرب في الصدر قال : كأني أنظر إلى الله فرقا ، و كان هذا معجزة للنبي ﷺ .
و أما ما قال الفلاسفة من الإشرافيين من فرض المناظر إلى أن بلغ حاله في غاية التّصفية إلى أن يعلم كلّ ما في ضمير صاحبه ، و يناظر كلّ في نفسه مع الآخر مناظرة كالمناظرة الواقعة بين الحكماء ، و الإشرافيين فمن وسائسهم و خرافاتهم لا يعبا بها .

تفصيل الأمر اللازم الأوّل

و كذا ما قال بعض أهل التّصوّف من عند أنفسهم لا عبرة له ، و ليس هذا في حدّ المناظرة .

ذرا اس نکتہ نظر کو سوچئے کہ آنحضرت ﷺ کی محض توجہ سے (بمع سینہ پر مارنے سے) ابی بن کعب کے دل میں اس کی یہ کیفیت ہو گئی کہ فرمایا گویا کہ میں اللہ کو خوف سے دیکھ رہا ہوں اور یہ آپ ﷺ کا ایک معجزہ تھا۔

اور فلاسفہ میں سے اشراقیین جو کہتے ہیں : کہ مناظرہ کرنے والے کے فرائض میں یہ ہے کہ اس کی حالت صفائی میں اس حد کو پہنچے کہ وہ سب کچھ جان لیتا ہو جو اس کے ساتھی کے دل میں ہو ، اور ہر کوئی اپنے دل میں ایک دوسرے کے ساتھ مناظرہ کر لے ، جیسے کہ مناظرہ حکماء و اشراقیین کے درمیان واقع ہوتا ہے تو یہ ان کے دوسو سو اور خرافات کا ایک حصہ ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاسکتا پہلے لازم امر کی تفصیل : اور اسی طرح وہ اقوال جو بعض اہل تصوف نے فرمائے ، یہ بھی غیر معتبر ہیں اور مناظرہ کی تعریف سے انکا کچھ تعلق نہیں۔

فالحاصل : أن نبتدأ في مباحث الدعوى و تصحيحه و امتياز المدعى من المدعى عليه :

فالدعوى : مصدر من دعى يدعو دعوة و دعوة (بفتح الأول ، و بكسر الأول) و دعاء و منها الادعاء و المدعى ، و قد يقال للمدعى : الدعوى أيضا ، و منها المدعى و المدعى عليه .
الدعوة أكثرها في دعوة الطعام ، و الدعوة (بالكسر) أكثرها في دعوى النسب ^۱ .

و أما الدعاء (بضم انداز ممدودا) رغبة إلى الله تعالى كما قال تعالى : ﴿ اَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَ خُفْيَةً ﴾ ^۲ .

اب ہم دعوی اور اس کی تصحیح کی مباحث اور مدعی و مدعی علیہ کے امتیاز کی بحثوں کو شروع کرتے ہیں۔ چنانچہ دعوی مصدر ہے دعیٰ یدعو دعوة و دعاء سے اور اسی سے ادعاء اور مدعی ہے اور کبھی مدعی کو دعوی بھی کھا جاتا ہے اور اسی سے مدعی اور مدعی علیہ ہے ، لفظ دعوة اکثر و بیشتر طعام میں مستعمل ہوتا ہے اور دعوة (بالکسر) بمعنی نسب کا دعویٰ کرنا۔ رہا دعاء (دال کے ضمے مد کے ساتھ) تو یہ اللہ جل شانہ کی طرف رغبت کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے «ترجمہ» : پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے۔

^۱ « حاصل ما فی ہامش الہدایۃ ص ۲۳۲ » .

و أما الادعاء فبمعنى التمني كما قال الله تعالى : ﴿ وَلَهُمْ مَا يَدْعُونَ ﴾^۱ .
و المدعى : يقال له : الدعوى أيضا هي قضية يشتمل على الحكم ، و
يقال له : مسألة من حيث أنه يرد عليه السؤال ، و مبحثا من حيث أن
فيه البحث ، و قاعدة و قانونا من حيث أنه قد يكون كليّا ، و نتيجة
من حيث أنه يستفاد من الدليل ، و قد يقال له : المطلوب لكن المطلوب
أعم من الدعوى و المدعى ؛ لأنّ الدعوى و المدعى مختصة بالمركبات التامة
، و أما المطلوب كما يكون مركبا تاما كذا يستعمل في التصورات أيضا .

اور ادعاء آرزو تمنا کا معنی دیتا ہے۔

جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے، «ترجمہ»: اور ان کے لئے ہے جو کچھ مانگیں

اور مدعی جس کو دعویٰ بھی کھا جاتا ہے، ایک قضیہ ہے جو حکم پر مشتمل ہوتا ہے جس کو مسئلہ بھی کھا
جاتا ہے اس حیثیت سے کہ اس پر سوال وارد ہوتا ہے اور بحث کھا جاتا ہے اس حیثیت سے کہ اسی کے
متعلق بحث کی جاتی ہے اور قاعدہ و قانون کھا جاتا ہے اس حیثیت سے کہ کبھی یہ کلیہ ہوتا ہے اور نتیجہ
کھا جاتا ہے اس حیثیت سے کہ دلیل سے مستفاد ہوا ہوتا ہے اور کبھی اس کو مطلوب بھی کہہ دیتے ہیں
لیکن مطلوب دعویٰ اور مدعی کی بنسبت عام ہے کیونکہ دعویٰ اور مدعی مرکبات تامہ کے ساتھ خاص
ہیں، اور مطلوب جیسے کہ مرکب تام ہوتا ہے ایسے ہی تصورات میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

تفصیل الأمر اللازم الثانی

تعریف المدعی و المدّعی علیہ : قال فی الهدایة : المدّعی من لا یجبر علی الخصومة إذا تركها ، و المدّعی علیہ من یجبر علی الخصومة .
و قیل : المدّعی من لا یتحقّق إلا بحجة کالخارج ، و المدّعی علیہ من یکون مستحقّا بقوله من غیر حجة کذی الید .
و قیل : المدّعی من یتمسک بغیر الظاهر ، و المدّعی علیہ من یتمسک بالظاهر .

و قال محمّد فی الأصل : المدّعی علیہ هو المنکر .

مدعی اور مدعی علیہ کی تعریف :

صاحب ہدایہ ہدایہ میں تحریر فرماتے ہیں : کہ مدعی وہ شخص ہوگا کہ اگر وہ خصومت چھوڑنا چاہے تو اسے خصومت پر مجبور نہ کیا جاسکتا ہو اور مدعی علیہ وہ ہے جس کو خصومت پر مجبور کیا جائے گا۔

اور ایک تعریف یوں بھی ہے کہ مدعی وہ ہے جو خارجی دلیل کے بغیر حقدار نہیں ٹھہر سکتا ، اور مدعی علیہ وہ ہے جو اپنے قول سے ہی حق کا مالک ہو دلیل کے بغیر، جیسے کہ قابض ہوتا ہے ۔
اسی طرح ایک قول یہ بھی ہے کہ مدعی وہ ہے جو ظاہر کے خلاف دلیل لے اور مدعی علیہ وہ ہے جو ظاہر پر ہی تمسک کرے ، جب کہ امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الاصل میں یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ مدعی علیہ منکر بھی ہوتا ہے۔

و قال العلامة کشمیری رحمہ اللہ : قال الفقہاء : إنّ إثبات الحقّ علی الغیر یسمی الدّعی ، و إثبات حقّ الغیر علی نفسه إقرار ، و إثبات حقّ الغیر علی الغیر یسمی شهادة فیستفاد منه أنّ المدّعی من یثبت الحقّ علی الغیر ، و المدّعی علیہ من یثبت علیہ (أي علی نفسه) الحقّ ، و هذا فی المعاملات .

و أمّا فی اصطلاح أهل المناظرۃ فالمدّعی من نصب نفسه لإثبات الحكم فكلّ من تقدّم لیثبت الحكم فهو مدّع ، و هو یسمی مستدلاً باستدلاله و معللاً و أكثر ما یستعمل الاستدلال فی الدلیل الإتیّ و التعلیل فی الدلیل اللّمی

علامہ کشمیری رحمہ اللہ فقہاء سے نقل فرماتے ہیں کہ کسی اوپر حق کا ثابت کرنا دعویٰ کہلاتا ہے، غیر کا اپنے پر حق ثابت کرنا اقرار ہے جبکہ غیر کے حق کو غیر پر ثابت کرنا شہادت ہے، تو معلوم ہوا کہ مدعی وہ ہے جو کسی پر اپنا حق ثابت کرنا چاہتا ہو اور مدعی علیہ وہ ہے جس پر حق ثابت کیا جائے، تاہم یہ بات معاملات میں ہے۔

جبکہ اہل مناظرہ کی اصطلاح میں مدعی وہ ہے جو حکم کے ثابت کرنے کیلئے خود سامنے آئے چنانچہ ہر وہ فرد جو کسی حکم کے اثبات کیلئے سامنے آئے سو یہی ”مدعی“ ہے، اور اس کو اپنے استدلال کی وجہ سے ”مستدل“ اور معلل بھی کہتے ہیں۔

پھر استدلال زیادہ تر تو دلیل انی سے کیا جاتا ہے جبکہ تعلیل دلیل لئی میں مستعمل ہوتی ہے۔

و قد يستعمل کلّ منهما مقام الآخر ، و أمّا المدعی علیہ فیسّمی سائلاً ؛ لأنّه ینکر عن الدّعی ، و ینفیها : هو کلّ من نصب نفسه لنفی الحكم الذی ادّعاه المدعی ، و إنّما یقال له السّائل ؛ لأنّه یسئل ، و یطلب من المدعی الدّلیل ، فامتیاز المدعی من المدعی علیہ ، و السّائل بالوضاحة عند ابتداء الکلام .

لا ینبغی الغفلة وقت شروع البحث

فلا ینبغی الغفلة عند شروع المبحث ، فکلّ من صار مدّعياً یرد علیہ الواردات ، فیسئل منه السّائل عن تعریف المفردات ، و یسئل منه عن مطابقة الدّعی ، و یسئل منه عن التّقریب ، و عن التّعلیل .

کبھی دونوں ایک دوسرے کی جگہ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ بہر کیف مدعی علیہ ”جسے ”سائل“ بھی کہتے ہیں“ کیونکہ یہ تو دعوے سے انکار اور اسکی نفی کرتا ہے یہ وہ شخص ہے جو اس حکم کی نفی کیلئے سامنا کرے جس کا مدعی دعویٰ کر رہا ہو، اور اسے سائل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مدعی علیہ سے دلیل کا مطالبہ اور اسکے متعلق سوالات کرتا ہے۔ تو ”مدعی“ کا ”مدعی علیہ“ اور ”سائل“ سے امتیاز بحث کی ابتداء میں وضاحت سے ہو چکا۔

بحث کے شروع میں غفلت برتنا غیر مناسب ہے:

لہذا بحث کے شروع میں غفلت برتنا مناسب نہیں، چنانچہ جو مدعی مقرر ہوا اس پر سوالات وارد ہونگے، سائل اس سے مفردات کی تعریف کے بارے میں پوچھے گا، اسی طرح دعویٰ کی مطابقت کے بارے میں بھی، اور تقریب و تعلیل کے بارے میں بھی پوچھے گا۔

لابد من معرفة أقسام التعريف

ثم بعد الاعتراض بالدليل فينبغي لمن تصدى لهذا الأمر أن يعرف أقسام التعريف ، فتعريف الشيء إما لفظي يقصد به تفسير مدلول اللفظ ، و هو قد يكون بالأشهر المرادف ، و قد يكون التفسير بالعام ، و قد يكون وضاحاً بالمثال .

و أما التعريف الذي يقصد به تحصيل صورة غير حاصلة فإن كان معلوم الوجود يسئل عنه بلفظ ما الحقيقية وإن كان غير معلوم الوجود يسئل عنه بلفظ ما الشارحية ، فكل واحد منهما إما حقيقة أو مجاز أو حد تام أو حد ناقص أو رسم تام أو رسم ناقص ، فيصير على هذا سبعة عشر قسمًا للتعريف .

تعريف کی قسموں کا جاننا ضروری ہے

دلیل کی بحث پیش کیئے جانے کے بعد مناسب ہوگا اس شخص کیلئے جو اس کام (مناظرہ) میں لگا ہو کہ وہ تعریف کی اقسام کی معرفت رکھتا ہو۔

کسی چیز کی تعریف لفظی ہوگی جس کے ذریعے لفظ کے مدلول کی تفسیر مقصود ہوتی ہے، تو یہ کبھی مشہور مرادف سے کی جاتی ہے اور کبھی عام لفظ سے اور کبھی مثال کے ساتھ وضاحت کر دی جاتی ہے، بہر صورت وہ تعریف جس کے ذریعے غیر حاصل شدہ صورت کو حاصل کیا جائے یہ اگر معلوم الوجود ہو تو اس کے بارے میں سوال لفظ ”مَا“ حقیقیہ کے ذریعے ہوگا، اور اگر غیر معلوم الوجود ہو تو اس کے بارے میں لفظ ”مَا“ شارحہ سے سوال ہوگا پھر ان میں ہر ایک حقیقت ہوگا یا مجاز، حد تام ہوگا یا حد ناقص ، رسم تام ہوگا یا رسم ناقص اس بنا پر تعریف کی سترہ/۱۷ اقسام بنتی ہیں۔

و یجتنب عن التعریف البديهي ؛ لأنه يفضي إلى الاختفاء ، و

الإبهام كما قال الشاعر : شعر

و ليس يصحّ في الأذهان شيء إذا احتاج النهار إلى دليل
وأما مطابقة الدعوى فتأمل في القيودات و الاعتبارات حين الدعوى.
ثم إن كانت الدعوى بديهية فإن سلّمها السائل فلا حاجة بعد
ذلك إلى التطويل ، و إن أنكرها السائل فلإزالة إختفاء البديهي ينبغي
التنبه للسائل ، و إن كانت الدعوى نظرية فيجب سوق الدليل على وجه
يستلزم المطلوب ، فليجتهد المدّعي أن يكون الدليل مع مقدّماته مسلّمًا
عند السائل ، و المنكر فإن كان السائل ممّن يدّعي التمسك بالكتاب و
السنة فيجب على المدّعي الاستدلال من الكتاب و السنة .

اسی طرح (مناظر) کو بدیہیات کی تعریف سے اجتناب کرنا ہوگا کیونکہ ایسا کرنا پوشیدگی اور ابہام پیدا
کردیتا ہے، جیسا کہ شاعر نے کھا ہے۔

شعر: «ترجمہ»: اگر دن بھی دلیل کا محتاج ہو جائے تو ذہنوں میں کوئی بھی چیز سلامت نہ رہے گی۔
دعویٰ پیش کرتے وقت دعویٰ کی مطابقت کیلئے قیودات اور اعتبارات کو خوب غور سے دیکھنا ہوگا، پھر اگر
دعویٰ بدیہی ہو تو (دیکھیں گے) کہ اگر سائل اس کو تسلیم کر لے تو اس کے بعد بات لمبی کرنے کی
ضرورت نہ رہی اور اگر سائل اس کا انکار کر دے تو بدیہی کی پوشیدگی کو دور کرنے کیلئے سائل کو تہیہ دی
جائے گی، اور اگر دعویٰ نظری ہو تو دلیل کو ایسے طریقے سے بیان کرنا ضروری ہوگا جو مطلوب کو
مستلزم ہو، لہذا مدّعی کو چاہیے کہ وہ اس بات کی کوشش میں رہے کہ اس کی دلیل بمع اپنے مقدمات
کے سائل کو مسلم ہو؛ پس اگر سائل قرآن اور سنت کا دعوے دار ہو تو مدّعی کو کتاب و سنت سے دلیل
پیش کرنا ضروری ہوگا۔

کیفیت المناظرۃ مع من یدعی التمسک بالکتاب والسنة

فلا بدّ لهذا المدّعی و المستدل عند المناظرۃ لملاحظة عدة أمور :

- ۱ . الدّلیل من الكتاب و کیفیّة الاستدلال منه .
- ۲ . الاستدلال من السنة وکیفیّة الاستدلال منها ، و یحتاج فیہ إلى ما فی أصول الأحادیث .

ثمّ التّفصیل فی کیفیّة الاستدلال من کتاب اللہ فینبغی للمدّعی أن یلاحظ أقسام النّظم ، و المعنی فیما یرجع إلى معرفة أحكام الشرع علی التّفصیل کما فی أصول الفقه .

ان لوگوں کے ساتھ مناظرے کی کیفیت جو کتاب اور سنت کے تمسک کے

مدعی ہیں

سو مدعی اور مستدل کے لئے مناظرے کے دوران چند امور کی رعایت کرنا ضروری ہوگا:

۱: کتاب سے دلیل اور اس سے استدلال کی کیفیت،

۲: سنت سے دلیل اور اُسے دلیل بنانے کی صورت،

اور اس میں اصول حدیث کے بیان کردہ طرق کی بھی ضرورت پڑے گی۔

پھر کتاب اللہ سے استدلال کی کیفیت میں مدعی کیلئے مناسب ہے کہ وہ (کتاب اللہ کے) لفظ

اور معنی کی اقسام کو ذہن نشین رکھتا ہو، جن کے ذریعے احکام شریعہ کی معرفت کی طرف رجوع ہو سکتا ہے، جیسا کہ اصول فقہ میں مذکور ہے۔

طریق کیفیت الاستدلال من القرآن

و الفرق بین الاستدلال الصّحیح بالوجوه الصّحیحة ، و بین الاستدلال الفاسد بالوجوه الفاسدة ، و إن کان السّائل و المدّعی علیہ لا یوافق بهذا التّقسیم و الاستدلال ، و لكن هذا أمر لا بدّ لمن تصدّی للمناظرة و المباحثة ، و بهذا ربما یعکس الأمر علی الخصم کما فی الخبر : الحرب خدعة ، و هذه هی المحاربة ؛ لأنّ الجهاد بالکتاب جهاد کبیر کما قال الله تعالى : ﴿ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا کَبِيرًا ﴾^۱ یعنی بالکتاب .

قرآن کریم سے استدلال کی کیفیت کا طریقہ

طریق صحیحہ کے ذریعے صحیح استدلال اور طریق فاسدہ کے ذریعے باطل استدلال کے درمیان فرق ہوتا ہے، اور سائل، مدعی علیہ اگرچہ اس تقسیم اور استدلال پر راضی نہیں ہوگا مگر یہ ایک ایسا امر ہے جس سے مناظرہ اور مباحثہ کرنے والے کیلئے چھٹکارا نہیں اور کئی مرتبہ اس سے مد مقابل کا معاملہ برعکس ہو جاتا ہے، جیسا کہ ایک خبر میں وارد ہے: (الحرب خدعة) جنگ ایک چال ہے اور یہ مناظرہ بھی مقابلہ ہے کیونکہ کتاب اللہ کے ذریعے جہاد کرنا بڑا جہاد ہے، اس پر ارشاد باری تعالیٰ بھی موجود ہے (وجاہدہم بہ جہاداً کبیراً)

«ترجمہ»: اور مقابلہ کر ان سے اس کے ذریعے بڑا مقابلہ (یعنی کتاب کے ساتھ)۔

^۱ «سورة الفرقان ۵۲» .

بیان کیفیت الاستدلال من السنّة

و أمّا التفصیل فی الاستدلال من السنّة و کیفیت الاستدلال منها فلا بدّ فیہ من مباحث أصول الأحادیث من طبقات المحدثین و الرواة ، و تعینوا طبقات العلماء و الرواة :

سنت سے استدلال کی کیفیت کا بیان

اور سنت سے استدلال کی کیفیت میں بہر کف اصول حدیث کی بحثوں کا ذکر کرنا ضروری ہوگا یعنی محدثین اور راویوں کے طبقات وغیرہ، اہل فن نے علماء اور رواۃ کے طبقات کی تعیین کی ہے :

تفصیل الطبقات فی الحدیث

فالطبقة فی اللغة : القوم المتشابهون ، و فی الاصطلاح : قوم تقاربوا فی السن و الإسناد ، أو فی الإسناد فقط بأن یكون شیوخ هذا هم شیوخ الآخر ، أو یقارب شیوخهم ، و قد یكون الراویان من طبقة باعتبار ، و من طبقتین باعتبار كأنس رضی اللہ عنہ و شبهه من أصاغر الصحابة ، و هم مع العشرة المبشرة فی طبقة الصحابة ، و علی هذا الصحابة کلهم طبقة واحدة باعتبار الشركة بصحبة.

و قیل فی تفصیل الطبقات :

الطبقة الأولى : طبقة الصحابة .

الطبقة الثانية : طبقة محمد بن مسلم بن عبد الله بن شهاب بن عبد الله بن عبد الوارث بن زهر بن کلاب و كان طبقتهم من سنة ١٠٠ إلى سنة ١٢٥.

و الطبقة الثالثة : من ١٢٥ إلى ١٥٠ وهی طبقة ربيع بن صبیح المتوفى ١٦٠ وسعيد ابن عروبة المتوفى ١٦٦ انهم ذکروا الأحادیث والآثار والأبواب فقط .

والطبقة الرابعة : من ١٥٠ إلى ٢٠٠ ، و هی طبقة ابن جریج عبد الملك بن عبد العزيز المتوفى سنة ١٥٠ ، و معمر بن راشد المتوفى سنة ١٦١ ، و عبد الله بن مبارك المتوفى سنة ١٨١ ، فإنهم وضعوا لكل مسألة بابًا .
و الطبقة الخامسة من سنة ٢٠٠ إلى سنة ٢٢٥ .

حدیث میں طبقات کی تفصیل

چنانچہ ”طبقہ“ لغت میں اس قوم کو کھا جاتا ہے جو کہ ایک دوسرے کے ہمسر ہوں جبکہ اصطلاح میں ایسے لوگ مراد ہوتے ہیں جو عمر اور سند میں قریب ہوں یا فقط سند میں، صورت یہ ہوگی کہ ان کے شیوخ اور ان کے شیوخ ایک ہوں یا ان کے شیوخ کے نزدیک ہوں۔

کبھی دو روایت کرنے والے ایک اعتبار سے ایک طبقہ میں شمار ہوتے ہیں اور دوسرے اعتبار سے دو طبقوں میں جیسا کہ انسؓ اور آپؐ کے ہم مثل کم عمر صحابہؓ جو کہ عشرہ مبشرہ کے ساتھ صحابہ کے طبقے میں ہیں، گزری ہوئی تفصیل کی بناء پر تمام صحابہ صحبت میں شرکت کے اعتبار سے ایک طبقہ ہیں۔

طبقات کی تفصیل میں کھا گیا ہے کہ:

پہلا طبقہ :- صحابہ کا طبقہ ہے۔

دوسرا طبقہ :- محمد بن مسلم بن عبد اللہ بن شہاب بن عبد اللہ بن عبد الوارث بن زہر بن کلاب کا طبقہ ہے، اور یہ طبقہ ۱۰۰ھ سے ۱۲۵ھ ہجری تک ہے۔

تیسرا طبقہ :- ۱۲۵ھ سے ۱۵۰ھ ہجری تک ہے، جو ربیع بن صبیح (المتوفی ۱۳۰ھ) اور سعید بن عروہ (المتوفی ۱۴۴ھ) کا طبقہ ہے انہوں نے فقط احادیث، آثار اور ابواب ذکر کئے ہیں۔

چوتھا طبقہ :- ۱۵۰ھ سے ۲۰۰ھ تک ہے جو کہ ابن جریج عبد الملک بن عبد العزیز (المتوفی ۱۵۰ھ)، معمر بن راشد (المتوفی ۱۶۱ھ) اور عبد اللہ بن المبارک (المتوفی ۱۸۱ھ) کا طبقہ ہے، انہوں نے ہر مسئلے کے لئے باب وضع کیا ہے۔

پانچواں طبقہ :- ۲۰۰ھ سے ۲۲۵ھ تک ہے۔

لزوم معرفۃ اقسام الحدیث ، و بیانها

و لا بدّ من ملاحظۃ اقسام الحدیث ، و بحث السند ، و المتن ،
و من اہمّ مباحثہ تقسیم الحدیث باعتبار السّلامۃ عن التعارض و عدمہ .

ذکر بعض التفصیل لأقسام الحدیث

فالحدیث بهذا الاعتبار منقسم إلى أربعة أقسام :

۱ . محکم . ۲ . مختلف الحدیث .

۳ . ناسخ و منسوخ . ۴ . متوقّف فیہ .

تفصیل المحکم لغة : هو اسم مفعول من أحکم بمعنی أتقن ، و

اصطلاحًا : هو الحدیث المقبول الذي سلم من معارضة مثله .

حدیث کی اقسام کی معرفت اور اسکے بیان کرنے کی ضرورت

حدیث کی اقسام کو ذہن نشین رکھنا ضروری ہے ، اس طرح سند اور متن کی بحث کو بھی ۔

اور حدیث کی اہم مباحث میں حدیث کے تعارض سے سلامتی اور عدم تعارض کے اعتبار سے تقسیم ہے

؛ چنانچہ اس اعتبار سے حدیث چار قسموں کو منقسم ہے :

۱ . محکم

۲ . مختلف الحدیث ۔

۳ . ناسخ و منسوخ ۔

۴ . متوقّف فیہ ۔

۱ : محکم کی تفصیل : لغت کے اعتبار سے محکم أَحْکَم سے اسم مفعول ہے ، بمعنی مضبوط کرنا ،

جبکہ اصطلاح میں اس حدیث مقبول کا نام ہے جو اپنے جیسی دوسری حدیث کے معارضہ سے

محفوظ ہو ۔

تفصیل مختلف الحدیث لغة : هو اسم فاعل من الاختلاف ضدّ الاتفاق ، و المراد بمختلف الحدیث الأحادیث الّتی تصلنا یخالف بعضها بعضاً فی المعنی أي يتضادّان فی المعنی ، و اصطلاحاً : هو الحدیث المقبول المعارض بمثله مع إمكان الجمع بینهما أي يمكن الجمع بین مدلولیهما بغير تعصّف.

و النّاسخ و المنسوخ : هما الحدیثان المقبولان المتعارضان فی المعنی بحيث لا يمكن الجمع بینهما لكن ثبت المتأخّر منهما إمّا بالتأریخ المعلوم من خارج ، أو لا من خارج.

۲: مختلف الحدیث کی تفصیل: لغت کے اعتبار سے یہ اختلاف سے اسم فاعل ہے یعنی اتفاق کی

ضد۔

اور مختلف الحدیث سے مراد وہ احادیث ہیں جو ہم کو اس حال میں پہنچتی ہیں ، جن میں سے بعض ، دیگر بعض کی مخالف ہوتی ہیں یعنی معنی میں تضاد ہوتا ہے۔

جبکہ اصطلاح میں اس حدیث مقبول کا نام ہے جو اپنے مثل کی معارض ہو (بح امکان تطبیق کے) ، یعنی دونوں کے مدلولین کو جمع کرنا بغیر مشکل کے ممکن ہو۔

۳: ناسخ و منسوخ کی تفصیل :- یہ وہ دو مقبول احادیث ہیں جن کے معانی میں ایسا تعارض ہو کہ دونوں کے درمیان تطبیق ممکن نہ ہو ، لیکن ان میں سے آخری ثابت ہو اور پھر عام ہے کہ اسکا ثبوت خارج کی تاریخ کے اعتبار سے ہو یا خارج سے نہ ہو۔

و متوقف فیہ : و هو الحدیث الذی یعارض حدیثاً آخر لا سبیل فیہ إلى التطبيق ، و الترجیح ، و النسخ فهو مما یتوقف فیہ فی الحالة الحاضرة مع احتمال أن یتظهر لغيره ما خفی علیہ .

تحقیق التعارض ، و دفعه : و اعلم أن التعارض بین الدلیلین الشرعیین لا یكون فی نفس الأمر بل كان فی بادی النظر للجهل بالتأریخ ، أو الخطأ فی فهم المراد فإذا وقع التعارض بحسب الظاهر فیندفع عند الجمهور أولاً بالجمع بینهما ، ثم بالنسخ إن كان یمكن ، ثم بالترجیح ، ثم تعین التوقف .

۴: متوقف فیہ :- یہ وہ حدیث ہے جسکا دوسری حدیث سے ایسا تعارض ہو جس میں تطبیق کی کوئی صورت نہ ہو اور نہ ہی ترجیح اور تنسیخ کی تو یہ ان احادیث کی قبیل سے ہے کہ جن میں وقتی توقف کیا جاتا ہے ، کیونکہ یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ جو اس پر مخفی ہے وہ کسی اور کے حق میں ظاہر ہو۔

تعارض کی تحقیق اور اس کا دفع کرنا :

جان لو کہ دو شرعی دلیلوں کے درمیان نفس الامری تعارض نہیں ہو سکتا ، بلکہ (اگر ہو تو) سرسری نظر سے ہوگا یا تو تاریخ کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے اور یا مقصد کے سمجھنے میں خطا کی وجہ سے پس جب ظاہری اعتبار سے تعارض واقع ہو جائے تو جمہور کے نزدیک سب سے پہلے تطبیق کی صورت سے تعارض دفع کیا جائے گا ، پھر اگر تنسیخ ممکن ہو تو اس سے ، اور پھر ترجیح سے ، اور پھر اس کے بعد توقف متعین ہے۔

تفصیل اصطلاح السادات الحنفیۃ لرفع المعارضة الحديثیۃ

و اما عند معشر الحنفیۃ یدفع التّعارض أولاً بالنسخ ، ثمّ بالترجیح ، ثمّ بالجمع ، ثمّ بالتّرك إلى ما دونهما من الأدلّة علی التّرتیب ، فالتّعارض بین الآيتين بالمصیر إلى السنّة ، ثمّ إلى القیاس و أقوال الصّحابة .

معرفة طريقة دفع التّعارض بالنسخ

تحقیق دفع التّعارض بالنسخ : و اعلم أنّه فدفع التّعارض بالنسخ إن علم المتقدّم و المتأخّر بوجه من الوجوه :

۱ . فالأوّل أن یعلم تأخیره بالتّصريح عن رسول الله ﷺ ، كقوله علیه السّلام : كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها «رواه مسلم و غيره» .

احادیث کے درمیان تعارض کے دفعیے میں احناف کے اکابر کی اصطلاح

احناف کے نزدیک پہلے پہل تعارض کا دفعیہ بطریقہ تنسیخ کیا جائیگا، پھر بطریقہ ترجیح، پھر تطبیق سے اور پھر اس دلیل کے ترک سے جو ترتیب کے موافق دلائل میں کم درجے کی ہو، چنانچہ دو آیتوں کے درمیان تعارض کی صورت میں سنت کی طرف جانا ہوگا، پھر قیاس اور پھر صحابہ کے اقوال کی طرف۔
نسخ کے ذریعے تعارض دفع کرنے کے طریقے کی تفصیل

جان لو کہ نسخ کے ذریعے تب تعارض دفع کیا جاسکتا ہے جب کسی بھی طریقے سے ایک کا مقدم یا مؤخر ہونا معلوم ہو۔ (وہ صورتیں جن کے ذریعے تعارض دفع کیا جاسکتا ہے)

۱ - پہلی صورت یہ ہے کہ اس کا مؤخر ہونا رسول اللہ ﷺ کے واضح بیان سے معلوم ہو جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے «ترجمہ»: میں نے تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا ، اب زیارت کر لیا کرو۔

۲۔ أن يعرف التأخیر بتصریح الصحابی كما روي عن زيد بن أرقم : كنا نتكلم خلف رسول الله ﷺ يتكلم الرجل صاحبه إلى جنبه حتى نزلت : قوموا لله قنّتين ، فأمرنا بالسكون ، و نهينا عن الكلام .

۳۔ أن يعرف التأخّر بالإجماع مثاله : ما روي عن عبادة بن صامت رضي الله عنه قال رسول الله ﷺ : الذهب بالذهب ، و الفضة بالفضّة ، و البرّ بالبرّ ، و الشعير بالشّعير ، و التمر بالتمر ، و الملح بالملح مثلاً بمثل سواء بسواء يداً بيد ، فإذا اختلفت هذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم إذا كان يداً بيد ، و عن أسامة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ : لا ربوا في ما كان يداً بيد قال النووي رحمه الله : قد أجمع المسلمون على ترك العمل بظاهره فهذا يدلّ على الإجماع على نسخه .

۲۔ صحابی کی وضاحت سے تاخیر معلوم ہو جائے جیسے زید بن ارقم سے منقول ہے: کہ ہم آپ ﷺ کے پیچھے (نماز کی حالت میں) باتیں کیا کرتے تھے جیسے کہ آدمی اپنی جانب والے سے باتیں کرتا ہے، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی «ترجمہ»: کسرے رہو اللہ کے سامنے ادب سے۔ تو ہمیں خاموشی کا حکم دیا گیا اور باتوں سے منع کر دیئے گئے۔

۳۔ مؤخر ہونا اجماع سے معلوم ہو، اس کی مثال عبادة ابن صامت کی روایت ہے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: بیچا کرو سونے کو سونے کے بدلے، چاندی کو چاندی کے بدلے، گندم کو گندم کے بدلے، جو کو جو کے بدلے، کھجور کو کھجور کے بدلے، نمک کو نمک کے بدلے، یکساں ہاتھ در ہاتھ، چنانچہ جب یہ اصناف مختلف ہوں تو بیچو جیسے چاہو تب جب ہاتھ در ہاتھ ہو، اسامہ کی روایت میں ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس میں سود نہیں جو ہاتھ در ہاتھ ہو۔ امام نووی رحمہ اللہ: نے کھا ہے کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس کے ظاہر پر عمل متروک ہے تو اس کے نسخ پر اجماع دلالت کرتا ہے۔

۴. أن يعرف تأخيره بالتأريخ مثل ما روي عن رافع بن خديج رضي الله عنه:
أفطر الحاجم ، و المحجوم « رواه الترمذي » ، و عن ابن عباس رضي الله عنه : أنه
احتجم في مكة ، و هو محرم صائم قال ابن عبد البر : إن الثاني ناسخ
للأول ؛ لأنه كان في السنة العاشرة ، و الأول كان في السنة الثامنة-

تفصیل دفع التعارض بالترجیح

ثم لا بدّ من تفصيل دفع التعارض بالترجیح : و هو قد يكون
باعتبار السند بأن يكون السند قويًا أو عاليًا أو يكون بفقه الرواة أو تعدّد
الرواة أو أن يكون السند متفق عليه و غيره ذلك و قد يكون باعتبار المتن
و قد يكون الترجيح بكيفية الرواية و قد يكون بالحكم و قد يكون باعتبار
الأمر الخارج .

۳- اس کا مؤخر ہونا تاریخ سے معلوم ہو، جیسا کہ رافع بن خدیج نے فرمایا ہے: حجامہ کرنے
والے اور جس کا حجامہ کیا جائے ہو دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے جبکہ ابن عباسؓ سے منقول ہے: کہ آپ
ﷺ نے مکہ میں احرام اور روزے کی حالت میں حجامہ لگوا یا، ابن عبد البر اسکی تفصیل میں کہتے ہیں
: کہ دوسری روایت پہلے کے لئے ناسخ ہے، کیونکہ دوسری روایت دسویں ہجری کی ہے، اور پہلی روایت
آٹھویں ہجری کی ہے۔

ترجیح کے ذریعے تعارض کے دفعیے کی تفصیل

ترجیح کے ساتھ تعارض کے دفعیے کی تفصیل ضروری ہے، تو یہ ترجیح کبھی سند کے اعتبار سے
ہوگی کہ سند قوی ہے یا عالی، اور یار ادویوں کی فقہیت کے اعتبار سے یا پھر تعدّد کے اعتبار سے ہوگی، اور یا
اس وجہ سے کہ یہ سند متفق علیہ ہے وغیرہ، اور کبھی متن کے اعتبار سے ترجیح دی جائے گی، اور کبھی ترجیح
روایت کی کیفیت کو دیکھ کر ہوگی کبھی حکم اور کبھی کسی خارجی چیز کا لحاظ کیا جائیگا۔

تفصیل فی دفع التعارض باعتبار الجمع بین الأحادیث

و أما التفصیل فی دفع التعارض باعتبار الجمع بین الأحادیث المتعارضة فهو أيضًا بعدة وجوه ^۱.

و بالجملة : لا یصح الاستدلال علی هذه الفرقة من أقوال الفقهاء ، و تقلیدهم ؛ لأنّ أكثرهم ینکرون الفقه ، و تقلید الفقهاء .

ذكر الأمر بطريق التّقلید ، ألا وهو التّقلید

و نذكر تطفلاً مسألة التّقلید ففیه مباحث :

أنّه لفظ كثير المعنى فهو فی الظاهر و إن كان لفظاً واحداً و لكنّه واحد بالجنس .

احادیث کے درمیان تطبیق کے اعتبار سے تعارض کے دفعی کی تفصیل

رہا متعارض احادیث کے درمیان تطبیق کے اعتبار سے تعارض کا دفعیہ ، تو اس کے کئی طریقے ہیں : تفصیل (ضبط الاصول لما نسب الی الرسول ﷺ) میں ملاحظہ ہو۔

تاہم اس فرقے (منکرین تقلید) کے خلاف فقہاء اور ان کے مقلدین سے استدلال کرنا درست نہیں ، کیونکہ ان کے زیادہ لوگ فقہ اور فقہاء کی تقلید کے منکر ہیں۔

ایک ضمنی امر کا بیان جو کہ تقلید ہے

مسئلہ تقلید :- مسئلہ تقلید کو ہم تطفلاً ذکر کریں گے ، جس میں چند مباحث ہیں :

تقلید ظاہر میں اگرچہ لفظ واحد ہے پر کثیر المعنی ہے ، تاہم جنس کے اعتبار سے واحد ہے۔

^۱ « و التفصیل فی کتابنا المسمی بضبط الاصول لما نسب الی الرسول » .

و الواحد بالجنس یجتمع فیہ الوجوب و الحرمة کالسجود لله تعالیٰ و للشمس کما فی مسلم الثبوت.

و بالجملة : إذا کان لفظ هذا شأنه ینبغي لمن تصدی للتفصیل أن یتعیّن المعانی المحتملة ، و امتیاز ما هو الواجب عما هو الحرام ، أو الشرک ، ألا ترى إلى لفظ الدین ، و إلى لفظ الملة ، و إلى لفظ الرأي ، و أهل الرأي ، و إلى لفظ المذهب .
فلفظ الدین:

۱ بمعنی الاعتقاد کقوله تعالیٰ : ﴿ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ ﴾ .

۲ و بمعنی الشریعة کقوله تعالیٰ : ﴿ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ﴾ .

اور جو جنس کے اعتبار سے واحد ہو اس میں وجوب اور حرمت جمع ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ اور سورج کیلئے سجدہ جیسا کہ ”مسلم الثبوت“ میں ہے۔

جب بات یوں ہے تو وہ شخص جو تفصیل کا طلبگار ہے اس کیلئے مناسب ہے کہ وہ احتمالی معنوں کی تعیین کر لے اور حرام یا شرک کا واجب سے امتیاز پیدا کر دے۔

لفظ دین میں غور کیا جائے، اس طرح لفظ ملت، رائے، اہل رائے اور لفظ مذہب میں، چنانچہ دین (کئی معنوں کیلئے استعمال ہوتا ہے) ۱: بمعنی عقیدہ، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے »ترجمہ« : بلاشبہ جن لیا اللہ نے تمہارے لئے عقیدہ۔

۲: بمعنی شریعت جیسا کہ اللہ کا یہ فرمان »ترجمہ« : بے شک شریعت

اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے۔

۱ »سورة البقرة الآية رقم ۱۳۲« .

۲ »سورة ال عمران الآية رقم ۱۹« .

۳ و بمعنی القانون کقوله تعالى : ﴿ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ﴾^۱ .

۴ و بمعنی الغلبة والطاعة کقوله تعالى : ﴿ وَلَهُ الدِّينُ وَاصِبًا ﴾^۲ .

۵ و بمعنی الحدود الشرعی کقوله تعالى : ﴿ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ ﴾^۳ .

۶ و بمعنی العبادة کقوله تعالى : ﴿ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ﴾^۴ .

۳: بمعنی قانون جیسا کہ فرمایا ہے «ترجمہ»: وہ ہر گز نہیں لے سکتا تھا اپنے بہائی کو بادشاہ کے قانون میں مگر جو چاہے اللہ۔

۴: بمعنی غلبہ و طاعت، جیسے (ولہ الدین و اصبا) «ترجمہ»: اسی کا غلبہ ہے ہمیشہ (ایک توجیہ کی بنیاد پر) اور اسی کی طاعت ہے ہمیشہ۔

۵: بمعنی عبادت، جیسے (الا لله الدین الخالص) «ترجمہ»: خبردار ہو جاؤ اللہ ہی کیلئے ہے بندگی خالص۔

۶: بمعنی دعا، جیسے (يعبدوا الله مخلصين له الدين) «ترجمہ»: ان کو حکم یہی ہوا کہ بندگی کریں اللہ کی، خالص کریں اس کے واسطے دعا۔

^۱ «سورة يوسف الآية رقم ۷۶» .

^۲ «سورة النحل الآية رقم ۵۲» .

^۳ «سورة النور الآية رقم ۲» .

^۴ «سورة الزمر الآية رقم ۲» .

۷ و بمعنی الدعاء کقولہ تعالیٰ : ﴿ وَمَا أَمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ﴾^۱ .

۸ و بمعنی الحساب والجزاء کقولہ تعالیٰ : ﴿ أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ﴾^۲ .

فالظاهر الغالب هو الحق ، و المغلوب هو الدين الباطل ، و كذا لفظ الملة لفظ كثير المعنى مذكور في القرآن خمسة عشر مرة :
فيطلق على ملة إبراهيم ، و على الملة الباطلة كما في سورة يوسف ﴿ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۚ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ﴾^۳ .

۷ : بمعنی حساب و جزاء، جیسے (أرأيت الذي يكذب بالدين) «ترجمہ» : کیا تو دیکھتا ہے اس کو جو جھٹلاتا ہے جزا و حساب کو تو ظاہر ہے کہ غلبہ پانے والا دین حق ہی ہے اور مغلوب ہونے والا دین باطل ہے۔

اس طرح لفظ ملت بھی کثیر المعنی ہے، جس کا قرآن میں ۱۵ بار ذکر ہے، اس کا اطلاق ملت ابراہیمی اور ملت باطلہ دونوں پر ہوتا ہے، جیسا کہ سورۃ یوسف میں اس کا بیان ہے «ترجمہ» : میں نے چھوڑا دین اس قوم کا کہ ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور آخرت پر سے وہ لوگ منکر تھے ، اور پکڑا میں نے دین اپنے باپ دادوں کا ابراہیم علیہ السلام ، اسحاق علیہ السلام اور یعقوب کا ۔

^۱ «سورة البينة الآية رقم ۵» .

^۲ «سورة الماعون الآية رقم ۱» .

^۳ «سورة يوسف ۳۷ ، ۳۸» .

فلفظ الملة كما ثبت إطلاقه على الملة الشرعية فكذا على ملة قوم لا يؤمنون بالله و هم بالآخرة هم كافرون .

و كذا لفظ الرأي بمعنى الاعتقاد ، و بمعنى القياس كما قالوا : أصحاب الرأي هم أصحاب القياس ؛ لأنهم يقولون برأيهم في ما لم يجدوا فيه حديثاً ، أو أثراً ، و يقال فلان من أهل الرأي إذا كان يرى رأي الخوارج ، و يقول بمذهبهم ^۱ .

و كذا لفظ المذهب عند الفقهاء ما هو معرّف عندهم من مذهب الإمام .

چنانچہ لفظ ملت کا اطلاق جیسا کہ ملت شرعیہ پر ثابت ہے ایسا ہی اس قوم کی ملت پر ہوا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت سے منکر تھے۔

ایسا ہی لفظ ”رأے“ عقیدہ و قیاس کے معانی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے کہ کہتے ہیں ”اصحاب رأے ہی اصحاب قیاس ہیں کیونکہ وہ جس حادثے میں حدیث یا اثر نہیں پاتے تو اس میں اپنی رأے سے قول کرتے ہیں“۔

اور کھاجاتا ہے کہ فلاں اہل رأے میں سے ہے، (یہ اس وقت کھاجاتا ہے) جب وہ خوارج کی رأے رکھتا ہو، اور ان کے مذهب کا قائل ہو۔

اس طرح لفظ ”مذهب“ کا مقصد فقہاء کے نزدیک وہ ہے جو ان کے ہاں معروف ہے یعنی امام کا مذهب۔

^۱ « حاصل ما فی جواهر القاموس مختصراً ۱۴۰ / ج ۱۰ » .

طریق الأهل الزیغ فی الإستدلال من الألفاظ المشتركة بین

المعانی

و أمّا عند أصحاب الإباحة و الدّهرية و من لا ملّة لهم : فأهل المذهب من هو متّبِع الوحي ، و ما نزل على الأنبياء فلاهل الإباحة و الدّهرية و أهل الإلحاد و التّزندق اعتراضات و شبهات على المذهب ، و متّبِع المذهب لا تعدّ و لا تحصي حتّى قالوا : إنّ اتّباع المذهب كاستعمال المسكر فلا ينبغي لأحد الحكم على الإطلاق ، فمن كان فيه شائبة الإلحاد ، و خصلة اليهود أو لا خبرة له بطریق الاستدلال فيستدل من الخاصّ على العام فإذا كان بعض أقسام الأديان و الملّة و الرّأي حرام ، فيحكمون على مطلق الدّين الملّة و الرّأي بالحرمة .

کجروں کے استدلال کا طریقہ ان الفاظ سے جنکے معانی مشترک ہیں

اباحیہ اور دہریہ اور ان لوگوں کے نزدیک کہ جن کی کوئی ملت اور دین نہیں ہے ”اہل مذہب وہ ہیں جو وحی کی تابعداری کرنے والے ہوں اور اس کی تابعداری کہ جو پیغمبروں پر نازل ہوا ہے۔“

اباحیہ ، دہریہ ، ملحدین اور زنادقہ مذہب اور مذہب کی تابعداری کرنے والے پر بے شمار اعتراضات اور شبہات وارد کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ انکا کہنا ہے کہ ”مذہب کی تابعداری نشہ آور اشیاء کے استعمال کے مترادف ہے۔“

کسی کے لئے بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ علی الاطلاق حکم لگا ڈالے ، چنانچہ جن میں الحاد کی بو اور یہود کی خصلت پائی جاتی ہے یا اسکو استدلال کے طریقے کی کوئی پہچان نہیں وہ ہی خاص سے عام پر استدلال لے گا ، چنانچہ جب دین ، ملت ، اور رائے کی بعض اقسام حرام ہیں وہ (اسوجہ سے) مطلق دین ، ملت اور رائے پر حرمت کا حکم لگاتے ہیں۔

و کذا إذا كان بعض أقسام التقليد و الاتباع و الإطاعة حرام
فيحكمون على المطلق الحرمة ، و قال الله تعالى : ﴿ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ
بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾^۱ .
و يستعملون الألفاظ المحتملة المترددة بين الجواز و الوجوب و
الحرمة و الشرك ليًا بالسنتهم و طعنًا في الدين .

استعمال لفظ التقليد من بين القرآن والسنة وأقوال الصحابة

و شتان ما بين المعاني و بون بعيد فنقول : التقليد مستعمل باعتبار
المادة في كتاب الله و في سنة رسول الله ﷺ و في أقوال الصحابة فهو
شرعي بمعنى ما ورد به الشرع .

اسی طرح تقلید و طاعت کی بعض اقسام بھی ناجائز ہیں تو حرمت مطلقہ کا حکم لگا دالتے ہیں
حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے «ترجمہ» : اور نہ ملاؤ سچ میں جھوٹ اور چھپاتے ہو سچی بات جان کر۔
اسکے علاوہ یہ لوگ اپنی زبانوں کو مروڑ کر اور دین میں عیب جوئی کر کے ان الفاظ کو استعمال
کرتے ہیں جو محتمل ہوتے ہیں اور جواز و وجوب ، حرمت اور شرک کے درمیان متردد ہوتے ہیں۔
کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے اقوال میں تقلید کے لفظ کا
استعمال

معانی کے درمیان فرق اور بہت دوری ہوتی ہے، چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ تقلید مادہ کے اعتبار سے کتاب
اللہ، سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے اقوال میں استعمال ہوئی ہے تو یہ لفظ اس معنی سے شرعی
ہے کہ اس پر شریعت کا ورود ہے۔

^۱ «سورة العنكبوت ۲۲» .

نعم ! الشرعیّ علی معینین : ۱ . ما ورد به الشرع . ۲ . ما یتوقّف علی الشرع فارجع إلی التّوضیح و التّلویح حتّی یحصل لك الحاصل ^۱ .
 اختلفوا أنّ اللّغة هل هی توقیفیّة او اصطلاحیّة :
 فعند المعتزلة أنّ اللّغات بأسرها تثبت اصطلاحًا ، و ذهب الطّائفة إلی أنّها تثبت توقیفًا ^۲ .

و تؤخذ اللّغة اعتیادا كالصّبیّ العربیّ یسمع أبویه و غیرهما فهو یأخذ اللّغة عنهم علی ممرّ الأوقات ، و تأخذ تلقّنًا من ملقّن ، و تؤخذ سماعًا من الرّواة الثّقات ^۳ .

البتہ شرعی اشیاء دو قسم ہوتی ہیں :

۱۔ جس پر شریعت وارد ہو

۲۔ جو شریعت پر موقوف ہو، خلاصہ کے حصول کیلئے التّوضیح والتّلویح ملاحظہ ہو،

پھر علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا لغت توقیفی ہے یا اصطلاحی ؟

تو معتزلہ کے مطابق لغتیں ساری کی ساری اصطلاح سے ثابت شدہ ہیں جبکہ ایک جماعت اس طرف بھی گئی ہے کہ لغت توقیفی ہوتی ہے۔

لغت یا تو عادی ہونے کی صورت میں سیکھی جاتی ہے، جیسا کہ عربی بچہ جو کہ اپنے ماں باپ اور ان کے علاوہ سے سنتا رہتا ہے تو وقت گزرنے کے ساتھ وہ لغت سیکھ لیتا ہے یا کسی تلقین کرنے والے کی تلقین سے سیکھ جاتا ہے، اور کبھی اس کو با اعتماد راویوں سے سننے کے ذریعے لیا جاتا ہے۔

^۱ « التّوضیح و التّلویح ص ۴۴ » .

^۲ « و التّفصیل فی جواهر القاموس ص ۵ / ج ۱ » .

^۳ « کما فی جواهر القاموس ص ۱۰ / ج ۱ » .

و أمّا الاستعمال فی کتاب اللہ فلفظ القلائد كما فی سورة المائدة

﴿وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ﴾^۱.

و قوله تعالى : ﴿وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ﴾^۲.

و أمّا فی الحدیث فلفظ متقلّد السیوف كما روي عن جریر رضی اللہ عنہ قال : کنا فی صدر النهار عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاءه قوم عراة محتابی النمار ، أو العباء متقلّدي السیوف عامّتهم من مضر ، بل کلّهم من مضر ، فتعمر وجه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما رأى به من الفاقة فدخل ، ثمّ خرج فأمر بلالاً فأذن ، و أقام ... الحدیث ^۳ ، فالمذکور ههنا متقلّدي السیوف من باب التّفعل.

باقی رہا ”تقلید“ کا استعمال کتاب اللہ میں تو ”قلائد“ کے لفظ کے ساتھ ہوا ہے جیسا کہ سورة

مائده میں ہے (ولا الهدی ولا القلائد) اور اللہ کے اس کلام میں (و الهدی والقلائد)

جبکہ حدیث میں ”متقلّد السیوف“ کے لفظ سے استعمال ہوا ہے، جیسا کہ حضرت جریر سے

روایت ہے: کہ ایک روز ہم دن کے ابتدائی حصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ کچھ لوگ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے ننگے بدن والے ، کبیل لپیٹے ہوئے تھے اور گلے میں تلواریں لٹکی ہوئی

تھیں، ان میں اکثر بلکہ سب قبیلہ مضر کے لوگ تھے، ان پر فاتے کا اثر دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک

متغیر ہو گیا، گھر تشریف لے گئے پھر واپس تشریف لائے اور بلالؓ کو آذان کہنے کا حکم دیا، بلالؓ نے

آذان دی، اور تکبیر پڑھی۔ چنانچہ یہاں متقلّد السیوف (تلواریں لٹکانے والے) ذکر ہوا ہے، جو کہ باب

تفعل سے ہے

^۱ « الآية ۲ » :

^۲ « سورة المائدة ۹۷ » .

^۳ « المشکوٰۃ ص ۳۳ » .

و عن أنس رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : طلب العلم فريضة على كل مسلم ، و واضع العلم عند غير أهله كمقلد الخنازير الجواهر ، و اللؤلؤ ، و الذهب « رواه ابن ماجه »^۱ .

و أمّا في أقوال الصحابة ففي كنز العمال^۲ : و كتب أبو بكر رضی اللہ عنہ إلى أن قال : إن المسلمين قلّدوني أمر هذه الأمة من غير إرادة مني ، و لا محبة فأسئل الله العون و التوفيق .

و في حديث عمر رضی اللہ عنہ : أنه استسقى فقال : فقلّدتنا السماء قلدا كل خمسة عشر ليلة أي مطرنا لوقت معلوم مأخوذ من قلّد الحمى^۳ .

اسی طرح حضرت انسؓ سے مروی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اور نااہل کو علم سکھانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص گلے میں جواہرات موتی اور سونے کا ہار ڈال دے۔

اور رہے صحابہؓ کے اقوال تو (کنز العمال) میں ہے ”ابو بکرؓ نے خط لکھا تھا (جسمیں) ”قلّدوني“ کا لفظ مستعمل ہے) جس میں یہ بھی تھا: بے شک مسلمانوں نے میرے ارادے اور میرے پسند کرنے کے بغیر اس امت کے امر (خلافت) میں مجھے پیشوا بنایا۔“

جبکہ حضرت عمرؓ کی حدیث میں ہے: کہ انہوں نے بارش طلب کی، پس فرمایا: برسی ہم پر بارش ہر پندرہ رات میں، یعنی برسی ہم پر معلوم وقت میں، (یہاں ”فقلّدتنا“ کا لفظ مستعمل ہے) جو کہ قلّد الحمی سے ماخوذ ہے۔

^۱ « المشکوۃ ۳۴ » .

^۲ « ۳۷۱ / ج ۲ » .

^۳ « جواہر لقاموس ص ۲۷۶ / ج ۲ » .

و منه التّقلید فی الدّین ، و تقلید الولاۃ الأعمال و هو مجازاً .
و قلّده القوم الأمر أي قلّد عبد الرّحمن بن عوف القوم أمر انتخاب
الخلیفۃ بعد انتقال عمر رضی اللہ عنہ ، و وصیّته لستۃ نفر کما هو المذکور فی کتب
السّیر ، فانتخب عبد الرّحمن عثمان .
و قال أبو قتادۃ لعلیّ : یا أمیر المؤمنین إنّ رسول اللہ قلّدنی هذا
السّیف^۱ .

اسی سے ہے دین میں اور دوسرے کاموں میں اصحاب اختیار کی تقلید کرنا اور یہ جائز ہے ،
اسی طرح اس قول میں بھی ذکر ہے : اور مقلد بنایا قوم نے اس کو فیصلے کا (یعنی عبد الرحمن
بن عوف کو قوم نے حضرت عمر کے وفات اور آپ کے چھ آدمیوں کو وصیت کے بعد خلیفہ کے منتخب
کرنے پر ذمہ دار ٹھرایا۔) جنکا تذکرہ سیرت کی کتب میں ہے) چنانچہ عبد الرحمن بن عوف نے عثمان کا
انتخاب کیا۔

اور ابو قتادہ نے حضرت علی سے عرض کیا ، کہ اے امیر المؤمنین بلاشبہ رسول اللہ نے
میرے گلے میں تلوار کا یہ پرتلہ ڈالا تھا۔

^۱ « جواہرا لقاموس ص ۴۷۵ / ج ۲ » .

^۲ « تاریخ الطبری ص ۲۳۷ » .

التقليد المطلق ممدوح ومذموم كالاتباع المطلق والإطاعة المطلقة

فمطلق التقليد : منه مذموم بل هو شرك و هو التقليد في الإيمانيات ؛ لأنّ التقليد في الإيمانيات اعراض عن البراهين القاطعة (فما يحل الاستفتاء فيه) والأحكام (الظنيّة لا القطعية) المتعلقة بالاعتقاد فإنّ المطلوب فيها العلم (على) المذهب (الصّحيح) فلا يجوز التقليد فيها بل يجب تحصيلها بالنظر الصّحيح كوجوده تعالى .

و حجّة الكتاب و السنّة من مسائل علم الكلام و العقائد .

و أمّا الاستدلال من التقليد ففيه إعراض عن الكتاب و السنّة ، و التقليد ليس من الحجج بالإجماع .

مطلق تقليد ممدوح اور مذموم ہو سکتی ہے جیسا کہ اتباع اور اطاعت مطلقہ

سو مطلق تقليد وہ مذموم ہے بلکہ شرک ہے جو ایمانیات میں کی جائے۔ کیونکہ ایمانیات میں تقليد قطعی دلائل سے اعراض کرنا ہے، (چنانچہ جن مسائل میں فتویٰ طلب کرنا جائز ہے وہ احکام ظنیہ ہیں نہ کہ قطعیہ جو عقیدے کے متعلق ہیں، کیونکہ اسمیں مقصود صحیح مذہب کا جاننا ہوتا ہے، لہذا ان بنیادی عقائد میں تقليد ناجائز ہے، بلکہ ان کا حصول صحیح نظر کے ساتھ واجب ہے، جیسا کہ اللہ کا وجود (تیسیر التحریر)۔ اور کتاب و سنت کی حجیت علم الکلام اور عقائد کے مسائل میں سے ہے۔

رہا تقليد سے (اس مسئلے میں جسمیں کتاب اللہ اور سنت موجود ہو) استدلال کرنا تو اس میں کتاب اللہ اور سنت سے منہ موڑنا ہے کیونکہ تقليد بالاتفاق دلائل (شرعیہ) میں سے نہیں۔

و بالجملة لا يجوز التقليد في الإيمانيات ، و لا يجوز الإعراض عن الكتاب و السنّة في مسألة فيه الكتاب و السنّة ، و هو الحكم في الاتّباع و الإطاعة ، و لا يجوز الاتّباع و الإطاعة لأحد ، و الإعراض عن الكتاب و السنّة كما في التقليد المذموم ، فالاتباع و الإطاعة أيضًا كذلك.

ذكر الفرق بين التقليد والاتباع والإطاعة

و أمّا الفرق بين التقليد و الاتّباع و الإطاعة :
فالألفاظ الثلاثة مختلفة ، و كذا معنى كلّ واحد ، و مفهومه و إن كان فيه التقارب و لكن فيه تفاوت : ففي التقليد ترك التفتيش ؛ لأنّ فيه تسليم قول الغير بدون تفتيش.

حاصل یہ ہوا کہ تقلید ایمانیات میں جائز نہیں اور نہ ہی کتاب اللہ اور سنت سے اعراض کرنا جائز ہے ایسے مسائل میں جن میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ موجود ہو۔
اور یہی حکم اتباع اور اطاعت کا بھی ہے کیونکہ کسی کے لیے بھی کسی دوسرے کی تابعداری و اطاعت اس طریقے سے جائز نہیں کہ اس سے کتاب و سنت کا اعراض لازم آئے ، اور ایسا ہی تقلید مذموم میں ہوتا ہے ، چنانچہ اتباع اور اطاعت بھی ایسے ہیں۔

تقلید، اتباع اور اطاعت کے درمیان فرق کا ذکر

رہا تقلید، اتباع اور اطاعت کے درمیان فرق، تو یہ تین مختلف الفاظ ہیں، اس طرح ہر ایک کا معنی اور مفہوم اگرچہ (سرسری نظر سے) قریب ہے لیکن (بالامعان) ان میں تفاوت ہے :
تقلید میں تحقیق چھوڑ دی جاتی ہے کیونکہ یہ غیر کا قول لینا ہے بغیر تحقیق کے۔

و فی الاتّباع اتّباع أثر شیء ، و فی التّہذیب عن اللّیث : التّبع ما تبع أثر شیء هو تبعہ کما قال فی صفة الطّیبة : ۵

و قوائم تبع لها و من خلفها زمع معلق

و الزّمع جمع زمعة ہی شبه أظفار الغنائم فی الرّسع ، فی کلّ قائمة زمعتان ، و قیل : ہی الهنة الزّائدة النّائمة فوق ظلف الشّاة ، أو ہی شعرات المدلّات فی موخر رجل الشّاة ، و الظّبی ، و الأرنب ، ففی ترک الاتّباع ترک أثر شیء ، و أمّا الطّاعة فضدّه العصیان کما یقال : العصیان (بالکسر) خلاف الطّاعة.

اور اتباع میں کسی کے نقش و قدم پر چلنا ہوتا ہے۔
تہذیب میں لیث رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے: کہ جو کسی چیز کے نشانات پر چل رہا ہو یہ اس کا تابع ہوتا ہے جیسا کہ ہرن کی تعریف میں کھا گیا ہے
«ترجمہ»: اور پاؤں جس کے نشانات باقی رہے اور اس کے پچھلی جانب لٹکے ہوئے بال ہیں۔

لفظ "زمع" جمع ہے زمعة کی، یہ چوپایوں کی ٹانگوں میں انکے کھر کی مانند ہوتے ہیں، ہر پاؤں میں دو دو، کھا گیا ہے کہ یہ وہ زائد ابہر اہوا گوشت ہے جو بکری کے کھر کے اوپر ہو، یا وہ بال جو بکری، ہرن یا خرگوش کے ٹانگوں کی پچھلی جانب لٹکے ہوتے ہیں (تلاش و تتبع سے معلوم ہوا کہ پشتو میں اسکو "وڑہ سوہ" کہتے ہیں، چنانچہ ترک اتباع میں کسی چیز کے اثار کا چھوڑنا ہوتا ہے۔

رہی اطاعت تو یہ عصیان کی ضد ہے جیسے کھا جاتا ہے: (العصیان خلاف الطاعة)

عصیان طاعت کی ضد ہے۔

تفصیل الاتباع والطاعة والتقليد المذموم

فالاتباع المذموم كما قال الله تعالى : ﴿ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴾^۱ .

قال ابن عباس رضی اللہ عنہ : خطوات الشيطان أعماله .

فيستفاد من ظاهر قوله الاتباع في الأعمال .

و قال الله تعالى : ﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴾ (۱۷۰) ^۲ .

اتباع وطاعة اور تقليد مذموم کا بیان

مذموم اتباع جیسا کہ اللہ جل شانہ کے قول میں ہے «ترجمہ» : اور پیروی نہ کرو شیطان کی بیشک وہ تمہارا دشمن صریح ہے۔

عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : کہ شیطان کے خطوات اس کے اعمال ہیں ؛ چنانچہ اس قول کے ظاہر سے اعمال میں تابعداری کرنا معلوم ہو رہا ہے۔

اور ارشاد باری ہے «ترجمہ» : اور جب ان سے کوئی کہے کہ تابعداری کرو اس حکم کی جو نازل فرمایا ہے اللہ نے، تو کہتے ہیں ہر گز نہیں ! ہم تو تابعداری کریں گے اس کی جس پر دیکھا ہم نے اپنے باپ دادا کو بھلا اگرچہ ان کے باپ دادے نہ سمجھتے ہوں کچھ بھی اور نہ جانتے ہوں سید ہی راہ۔

^۱ «سورة البقرة ۱۶۸» .

^۲ «سورة البقرة ۱۷۰» Maktaba Tul Ishaat.com

وکذا : ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾^۱ .

و: ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾^۲ .

فہذا اتباع مذموم ؛ لأنهم تركوا ما أنزل الله و اتبعوا آباءهم المشركين ، هل هذا إلا شرك .

و الإطاعة المذمومة: كما قال الله تعالى : ﴿وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّنَا السَّبِيلَا﴾^۳ .

ایسے ہی فرمایا «ترجمہ»: جب کھا جاتا ہے ان کو آو اس طرف جو کہ اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف، تو کہتے ہیں؛ ہم کو کافی ہے وہ جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو۔ اسی طرح فرمایا «ترجمہ» اور جب ان کو کہے، چلو اس حکم پر جو اتار اللہ نے، کہیں نہیں ہم تو چلیں گے اس پر جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو۔

یہی اتباع مذموم ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ کے اتارے ہوئے کو چھوڑ کر اپنے مشرک باپ دادوں کی تابعداری کی اور یہی شرک ہے۔

ایسے ہی اطاعت مذمومہ ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں «ترجمہ»: اور کہیں گے اے رب ہم نے کھانا اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا، پھر انہوں نے چکا دیا ہم کو راہ سے۔

^۱ «سورة المائدة ۱۰۴» .

^۲ «سورة لقمان ۲۱» .

^۳ «سورة الأحزاب ۶۷» .

و أمّا الاتّباع الممدوح و الإطاعة الممدوحة فکما فی قوله تعالى :
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾^۱ .
فالتّقليد و الاتّباع و الإطاعة عند الإعراض عمّا أنزل الله کفر ، و
شُرک کما روی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ : لا یقلّدن أحدکم دینه رجلاً إن آمن
آمن و إن کفر کفر^۲ .
فإنّ فی قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ : تصریحاً بالإیمان ، و الکفر و هو من
الإیمانیات و هو المقصود بالذّم

رہی اتباع ممدوح اور اطاعت ممدوح تو جیسا کہ قول تعالیٰ ہے «ترجمہ» : تو کہہ اگر تم محبت
رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ پر چلو تا کہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے۔
چنانچہ تقلید، اتباع، و اطاعت اللہ کے نازل کردہ کتاب سے اعراض کی صورت میں کفر و شرک ہے۔
جیسا کہ ابن مسعود سے روایت منقول ہے : تقلید نہ کرے تم میں سے کوئی اپنے دین میں کسی آدمی کی
کہ اگر وہ ایمان لائے تو یہ بھی ایمان لانے پر تیار ہو جائے اور اگر وہ کفر کرتا ہے تو یہ بھی کفر کیلئے تیار ہو۔
چنانچہ ابن مسعود کے قول میں ایمان اور کفر کی تصریح موجود ہے اور یہ ایمانیات کا مسئلہ ہے، اور قابل
مذمت یہی تقلید ہے۔

^۱ «سورة النساء ۵۹» .

^۲ «إعلام الموقعین لابن القيم ص ۱۹۵ / ج ۲» .

کما قال أحمد بن حنبل رحمه الله توصیة لتلميذه أبي داود رحمه الله صاحب السنن : لا تقلدني ، و لا تقلدنا مالكا و لا الأوزاعي و لا النخعي و لا غيرهم و خذ الأحكام من حيث أخذوا .
و قال : من قلّة فقه الرجل أن يقلد دينه الرجال .

و من الظاهر البين أن وصیة أحمد لتلميذه أبي داود السجستاني بالاجتناب عن التقليد بالأئمة المذكور ، و وصیته بالرجوع إلى الأخذ من حيث أخذوا أن وصیته في مأخذ فيه الدلائل من الكتاب و السنّة ، لا يجوز لأحد إذا كان في المسئلة الكتاب و السنّة التقليد ، بل يجب فيه الأخذ من الكتاب و السنّة كما في البخاري : باب فضل العلم باب رقم ۱ / ص ۱۴ ، و باب الفهم في العلم باب رقم ۱۴ / ص ۱۶ ، و باب الاغتياب في العلم و الحكمة باب رقم ۱۵ / ص ۱۷ ، و باب فضل العلم باب رقم ۲۲ / ص ۱۸ .

جیسا کہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے شاگرد ابو داؤد رحمہ اللہ (جو سنن کے مصنف ہیں) کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا: نہ میری تقلید کرو، اور نہ امام مالک، نہ اوزاعی، اور نہ نخعی کی اور نہ انکے علاوہ کسی اور کی، اور حکم وہاں سے لیا کرو جہاں سے انہوں نے لیا ہے۔

اور بالکل ظاہر ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کی وصیت اپنے شاگرد ابو داؤد سجستانی کو ائمہ مذکورہ کی تقلید سے خود کو بچانے کی تھی، اور اس بات کی کہ کسی کے حق میں تقلید جائز نہیں کہ جب مسئلہ میں کتاب اور سنت موجود ہوں بلکہ اس میں کتاب اور سنت پر عمل کرنا واجب ہے، جیسا کہ بخاری میں ہے: باب فضل العلم ، باب الفہم فی العلم ، باب الاغتياب فی العلم والحکمة ، باب فضل العلم .

رحم الله من أنصف و أعادنا الله من شرّ الفتن ما ظهر منها و ما بطن و من شرّ سوء الفهم و الغباوة و الغواية ؛ فمن أين أخذوا أنّ التقليد ممنوع مطلقاً و الاتّباع ما ثبت عليه الحجّة ، و من أين أخذوا أنّ التقليد في دين الله غير صحيح ، ثمّ استدّلوا على ذلك من تلك الآيات فيه ذكر : لا تتّبِعُوا خطوات الشّيطان و ذكر بل نتّبِعْ آبائنا و ذكر أطعنا سادتنا و كبرآئنا و تفسيره بالتّقليد طعنًا في الأئمّة و في لفظ التّقليد .
و قالوا : الاتّباع في الدّين مسوغ استدلالاً من قوله تعالى : فاتّبعوني ، و قوله تعالى : أطيعوا الله و أطيعوا الرّسول .

اللہ (جل شانہ) عدل و انصاف کرنے والوں پر رحم فرمائیں اور ہم کو فتنوں کی شر انگیزی سے ”جو انہیں ظاہر ہے یا باطن میں چھپی ہوئی“ اپنی پناہ میں رکھے، اور یہ کہ پناہ دے بد فہمی کے شر اور غبادۃ و گمراہی سے۔

کھال سے ان لوگوں نے یہ سیکھا ہے کہ تقلید علی الاطلاق ممنوع ہے اور اتباع اُسے کہتے ہیں جس پر دلیل قائم ہو۔

اور کھال سے یہ سمجھا ہے کہ اللہ کے دین میں تقلید درست نہیں، پھر (اس ہٹ درمی کو دیکھو کہ) اس پر ان آیتوں کو دلیل بناتے ہیں جن میں ہے کہ : «ترجمہ» «شیطان کے کاموں کی تابعداری مت کرو۔

یا مشرکین کے حال کا بیان ہے : «ترجمہ» : بلکہ تابعداری کریں گے اپنے باپ دادوں کی» اسی طرح یہ ذکر ہے کہ «ترجمہ» : اور ہم نے کھانا اپنے سرداروں اور بڑوں کا۔

اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ دین میں اتباع جائز ہے، اور دلیل لیتے ہیں باری تعالیٰ کے اس فرمان سے کہ : (فاتبعونی) ”میری تابعداری کرو اور اس ارشاد سے (اطيعوا الله و اطيعوا الرسل) «ترجمہ» : اللہ اور رسول کی تابعداری کرو۔

فیا للعجب من سوء الفہم و إضاعة الأدب ، و التلاعب بالکتاب و السنّة.

فاللفظ واحد و هو الاتّباع و یفسّرونه بالتّقلید فی مقام الذّم طعنًا علی الأئمّة و الفقهاء و وطعنا فی دین اللہ الأتم ، و یفسّرونه بالاتّباع الممدوح فی مقام المدح و کذا یفعلون بالاطاعة الممدوحة والإطاعة المذمومة. و هذا دأبهم فی توضیح لفظ الإطاعة خذ هذا !

ہائے تعجب ! انکی علمی اور ادبی صلاحیتوں کے ضیاع پر اور کتاب اور سنّت کو کھلونہ بنانے پر، لفظ تو ایک ہے اتباع کا، تاہم مذمت کی جگہ اس کی تفسیر تقلید سے کرتے ہیں ائمہ اور فقہاء کے خلاف عیب جوئی کرنے کیلئے، اور مقام مدح میں اس کی تفسیر اتباع ممدوح سے کر دیتے ہیں۔ بالکل یہی معاملہ (دھوکے والا) اطاعت کے لفظ کی وضاحت میں بھی کرتے ہیں۔ یہ دیکھئے !

تفصیل التقلید والاتباع الممدوحین والإطاعة الممدوحة

الآن نفصل التقلید الممدوح والاتباع الممدوح والإطاعة الممدوحة.

أما التقلید الممدوح : فمن مسائل أصول الفقه ، و هو علم بقواعد

یتوصل بها إلى استنباط الأحكام الفقهیة عن دلائلها^۱.

و الدلائل الثلاثة كما فی الحسامی : فإن أصول الشرع ثلاثة :

الكتاب و السنة و إجماع الأمة .

و ذكروا القیاس بتبع الدلائل كما قال : و الأصل الرابع القیاس

المستنبط من هذه الأصول ؛ فالاجتهاد و القیاس ليس من الدلائل المثبتة

عندهم بل من الأمانة تحصل به العلم بوجوب العمل بتوسط الظن^۲.

ممدوح تقلید واتباع اور ممدوح اطاعت کی تفصیل

اب ہم ممدوح تقلید واتباع اور ممدوح اطاعت کی تفصیل ذکر کرتے ہیں :

تو تقلید ممدوح کا تعلق اصول فقہ کے مسائل سے ہے ، اور ”اصول فقہ جانا ہے ان قواعد کا جن کے

ذریعے سے احکام فقہیہ کو انکے دلائل سے استنباط کرنے تک رسائی ہو سکے “ اور دلائل ثلاثہ سے ہے

، جیسا کہ حسامی میں ہے : بلاشبہ شریعت کے تین اصول ہیں کتاب سنت اور امت کا اجماع جبکہ قیاس کو

انہوں نے دلائل کے تبعیت میں ذکر کیا ہے ، اور کھا کہ : چوتھا اصل قیاس ہے پر قیاس جو ان اصول

مذکورہ سے مستنبط ہو۔

چنانچہ اجتہاد اور قیاس اصولیین کے ہاں دلائل مظہرہ میں سے نہیں شمار کئے جاتے پس اس

کا مرتبہ ایک علامت کا (امارۃ) ہے ، جس کے ذریعے عمل کے وجوب کو ابوسطہ ظن کے جانا جاتا ہے۔

^۱ « كما فی مسلم الثبوت ص ۸ » .

^۲ « حاصل ما فی مسلم الثبوت ص ۷ » .

بیان الضرورة للاجتہاد والقیاس

؛ لأنّ من المشاهد بداهة أنّ بعض المسائل ليس فيه النصّ صريح الدلالة من الكتاب و السنّة .

و قد يكون فيه الحديث و لكن يكون على سنده الكلام فإذا لا يكون الحديث قطعیّة الثبوت أيضًا فإذا كان المبتلى بنحو هذه المسائل فیسئل المستفتی عن عالم فیجتهد العالم الراسخ إذا كان من أهل الرأی و أهل الذکر ، و يشغل فی تفصیل المسئلة ، و إثباتها من الكتاب و السنّة ، و يجب علیه ذلك .

قیاس اور اجتہاد کی ضرورت کا بیان

کیونکہ سراسر ظاہر ہے کہ بعض مسائل میں کتاب و سنت کی واضح نص موجود نہیں ہوتی، اور بسا اوقات ان میں حدیث مل جاتی ہے لیکن اس کی سند پر کلام ہوتا ہے، تو حدیث قطعی الثبوت نہیں رہتی۔

تو ایسی حالت میں جس کو ایسے مسائل درپیش ہوں، (تو انکے حل کے لئے) تو وہ علمی رسوخ رکھنے والے عالم سے پوچھے گا سو وہ اجتہاد کریگا اگر وہ اہل رائے اور اہل ذکر میں سے ہوا، اور مسئلے کی تفصیل میں مشغول ہوگا، اور کتاب اللہ اور سنت سے ثابت کرنے میں لگے گا، اور یہ اس کے فرائض میں ہے۔

وقت الحاجة إلى القياس

فإذا لم يجد في المسئلة الكتاب صريح الدلالة و لا السّنة القائمة فيجتهد كما هو المنقول من زمن النبوة فعن معاذ بن جبل رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ لما بعثه إلى اليمن قال : كيف تقضي إذا عرض لك القضاء ، قال : أقضي بكتاب الله ، قال : فإن لم تجد في كتاب الله ، قال : فبسنة رسول الله ﷺ ، قال : فإن لم تجد في سنة رسول الله ، و لا في كتاب الله ؟ قال : أجتهد رأيي و لا آلو

قياس کو احتیاج

چنانچہ جس مسئلہ میں کتاب اللہ سے صریح الدلالة نص اور سنت مستقیمہ نہ مل سکے تو وہاں اجتہاد کیا جائیگا، اور یہ طریقہ نبوی دور سے چلا آ رہا ہے، معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے: کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انکو یمن بھیجنا چاہا۔

تو فرمایا: کہ جب کوئی قضیہ تمہارے سامنے پیش آئے تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ عرض کی کہ کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا، فرمایا اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو! تو عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں میں نہ ملے کہنے لگے اس وقت اپنی رائے سے اجتہاد و استنباط کروں گا، اور (حق تک پہنچنے کی کوشش میں) کوتاہی نہیں کروں گا۔

فَضْرَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صدره ، فقال : الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله بما يرضى به رسول الله « سنن أبي داود » .
 ألا ترى أنه عليه السلام سئل عن معاذ رضي الله عنه كيف تقضي إذا عرض لك القضاء فأجاب في الجواب و أجاب ؛ لأنّ تتبّع الكتاب والسنة واجب .

تو آنحضرت ﷺ نے (فرط مسرت سے) حضرت معاذؓ کے سینے پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا کہ شکر ہے اس ذات کی جس نے اللہ کے رسول کے اس قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس پر اللہ کا رسول راضی ہے۔

کیا آپ نے سوچا نہیں کہ آپ ﷺ نے معاذ بن جبلؓ سے مشق کے طور پر سوال کیا؛ کہ جب تمہیں کوئی قضیہ درپیش ہو تو کیسے فیصلہ کرو گے؟

اور انہوں نے کیا ہی خوب جواب دیئے، کیونکہ کتاب اور سنت سے مسئلے کا تلاش کرنا واجب

ہے۔

بیان شرائط القیاس

و لكن قد تقع مسألة لا يوجد فيها الكتاب و السنة فيجتهد ، و لكن إذا كان العالم راسخاً من أهل الذكر ، و أهل الرأي كما قال معاذ رضي الله عنه : أجتهد رأيي ، فقله : أجتهد رأيي قرينة أنه كان من أهل الرأي كما قيل : من شرطه أن يكون صحيح الفهم عارفاً بالعربية و أساليب الكلام و مراتب الترجيح متفطناً لمعاني كلامهم لا يخفى عليه غالباً تقييد ما يكون مطلقاً في الظاهر ، و المراد منه المقيّد و إطلاق ما يكون مقيّداً في الظاهر و المراد منه المطلق ^۱.

و عن وابصة بن معبد أنه قال عليه السلام : استفت نفسك استفت قلبك ^۲.

قیاس کی شرائط کا بیان

لیکن کبھی تو ایسا مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ جس میں کتاب اور سنت نہ ہو تو اجتہاد ہی کرنا پڑتا ہے، پر تب جب کہ عالم راسخ علم والا ہو اور اہل ذکر و اہل رائے میں شمارا جاتا ہو، دیکھیں کہ معاذ نے فرمایا تھا کہ "اجتہد رائی" تو یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ وہ اہل رائے میں تھے، جیسے فرمایا گیا ہے : اجتہاد کی شرائط میں سے یہ ہے کہ مجتہد مناسب فہم کا مالک ، عربی زبان کا جاننے والا ہو اور کلام کے اسلوب ترجیح کے مراتب کی معرفت رکھتا ہو، فقہاء کے کلام کے معانی سمجھ سکتا ہو اور جس پر عموماً ایسی عبارتیں مخفی نہ ہوں جو بظاہر مطلق نظر آتی ہیں، لیکن ان میں کوئی قید ملحوظ ہوتی ہے، یا جو بظاہر مقید ہوں لیکن ان سے مراد اطلاق ہی ہو۔ وابصہ بن معبد سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے نفس سے اور اپنے دل سے فتویٰ لو۔

^۱ « عقد الجید ص ۵۱ » .

^۲ « مشکوٰۃ ص ۲۶۱ » .

و قال ﷺ لأمریر الجیش : إذا حصرت أهل الحصن فأرادوك أن تجعل لهم ذمة الله و ذمة نبيه ﷺ ؛ فلا تجعل لهم ذمة الله و ذمة نبيه ﷺ و لكن اجعل لهم ذمتك و ذمة أصحابك فإنكم أن تحفروا ذممكم و ذمم أصحابكم أهون من أن تحفروا ذمة الله و ذمة رسوله ، و إن حاصرت أهل حصن فأرادوك أن تنزلهم على حكم الله فلا تنزلهم على حكم الله و لكن أنزلهم على حكمك فإنك لا تدري أتصيب حكم الله فيهم أم لا «رواه مسلم» ۱.

اس طرح آپ ﷺ نے لشکر کے امیر سے فرمایا تھا: جب تم کسی قلعہ یا بستی کے لوگوں یعنی دشمن کا محاصرہ کرو، اور وہ قلعہ یا بستی والے تم سے اللہ اور اس کے نبی ﷺ کا عہد امان لینا چاہیں تو تم ان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے امان دینے کا عہد نہ کرنا، البتہ اپنے اور اپنے رفقاء جہاد کی طرف سے عہد امان دے دینا کیونکہ اگر تم اپنے رفقاء کے دیے ہوئے عہد و امان کو توڑ دو، تو یہ اللہ اور اس کے رسول کے عہد امان کو توڑنے سے ہلکا ہوگا، ورنہ جب تم کسی قلعہ کے لوگوں کا محاصرہ کرو اور قلعہ والے تم سے اللہ کے حکم پر اپنا محاصرہ اٹھالینے کی درخواست کریں، تو تم اللہ کے حکم پر ان کا محاصرہ نہ اٹھانا بلکہ اپنے حکم پر ان کا محاصرہ اٹھانا کیونکہ تمہیں یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ تم ان کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت اللہ کے حکم تک پہنچ گئے ہو یا نہیں یعنی تمہیں یہ کیسے معلوم ہوگا کہ تم نے ان کا محاصرہ اٹھالینے کا جو فیصلہ کیا ہے، وہ اللہ کے نزدیک صحیح بھی ہے یا نہیں، ہو سکتا ہے کہ تم اس میں بہول چوک کر رہے ہو، جیسا کہ مجتہد، کہ وہ صحیح حکم تک بھی پہنچ جاتا ہے، اور کبھی تو خطا بھی کر لیتا ہے۔ (مسلم)

و عن شريح أنّ عمر بن الخطاب كتب إليه إن جاءك شيء في كتاب الله فاقض به ، و لا يلتفتك عنه الرجال فإن جاءك ما ليس في كتاب الله فانظر سنة رسول الله ﷺ فاقض بها ، فإن جاءك ما ليس في كتاب الله ، و لم يكن فيه سنة من رسول الله ﷺ فانظر ما اجتمع عليه الناس فخذ به فإن جاءك ما ليس في كتاب الله ، و لم يكن في سنة رسول الله ﷺ ، و لم يتكلم فيه أحد قبلك فاختر أيّ الأمرين ، و إن شئت أن تجتهد برأيك ، ثم تقدّم فتقدّم ، و إن شئت أن تتأخّر فتأخّر ، و لا أرى التأخّر إلّا خيراً لك'

اور شریحؒ فرماتے ہیں: کہ حضرت عمرؓ نے انکو لکھا، اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کا جواب کتاب اللہ میں موجود ہے تو اس کے مطابق فیصلہ کرنا اور ایسی صورت میں لوگوں کی ذاتی آراء تمہیں اس سے روک نہ دیں، اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جو کتاب اللہ میں نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کو دیکھو اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کا جواب نہ کتاب اللہ میں ملے، اور نہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی سنت نظر آئے تو ایسی بات ڈھونڈنا کہ جس پر پہلے لوگ متفق رہے ہوں، اور اس پر عمل کر لو، اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جو کتاب اللہ میں نہ ملے اور نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت میں، اور اس کے بارے میں تم سے پہلے کسی (فقیہ) نے کلام بھی نہ کیا ہو، تو دو باتوں میں سے جس کو چاہو اختیار کر لو، اگر اپنی رائے سے اجتہاد کر کے اقدام کرنا چاہو تو کر لو اور اگر ایسے معاملے کے فیصلے سے مجھے ہٹنا چاہو تو ہٹ جاؤ اور تمہارے لیے میں مجھے ہٹنے کو بہتر ہی سمجھتا ہوں۔

۱ « سنن الدارمی ص ۵۵ / ج ۱ ، بحوالہ تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۱۲ » .

و فی صحیح البخاری : باب الحجۃ علی من قال : إنّ احکام النبیؐ كانت ظاهرة فظهر من الأخبار جواز العمل بالقرائن ؛ لأنّ النفس ليس من الدلائل كما فی الروایة و کذا ذمّة الأمير و ذمّة أصحابه ليس من الكتاب و السنّة ، و کذا فی قول عمرؓ ذکر الأمارات و القرائن ، فعلم الإمام و المجتهد يستفاد من الأمارات .

بیان المراد بالأدلة والأمارات

و المراد بالأدلة الأمارات الحاصل أنّ الأدلة فی المسئلة لا يوجد فیها الكتاب و السنّة و الأمارات .

جبکہ صحیح بخاری میں ہے، (باب الحجۃ علی من قال ان احکام النبیؐ كانت ظاهرة) باب ہے اس شخص کے خلاف دلائل کے بیان میں جو کہتا ہے کہ نبی ﷺ کے احکام ظاہری تھے، چنانچہ اس اعتبار سے قرائن پر عمل کرنے کا جواز ثابت ہو گیا، کیونکہ یہ نفس دلائل میں سے تو نہیں جیسا کہ روایت میں ذکر ہوا، اسی طرح امیر کا ذمہ اور اسکے ساتھیوں کا ذمہ کتاب اللہ اور سنت میں سے نہیں ہے، ایسا ہی عمرؓ کے قول میں قرائن اور امارات کا تذکرہ ہے سو امام اور مجتہد کا علم امارات سے مستفاد ہوتا ہے۔

اولہ اور امارات سے مراد کا بیان

بلاشبہ اولہ سے مراد امارات ہیں۔ حاصل یہ ہوا کہ دلائل ان مسائل میں ضروری ہیں جن میں کتاب، سنت اور امارات نہ ہوں۔

تعریف القیاس ، والأموال اللازمة له عند المحققین

و المراد من الأمارات ما ذكروا من تنقيح المناط و هو استخراج العلة لتعرف حال المنصوص أولاً و إن لزمه التعدية إلى غير المنصوص آخرًا.

فعند المحققين التنقيح و التّخريح و تحقيق الوصف و العلة ليس من القياس ، بل القياس هو التقدير لغة ، و أخذ حكم الفرع من الأصل عند الفقهاء إذا لم يكن في الفرع نصّ ، و قالوا : إنّ قياس الشبه كالتشبيه عند البيان ؛ لأنّ في التشبيه دلالة على مشاركة أمر لأمر في معنى ، و أمّا قياس المجتهدين فيقال له : قياس العلة

محققین کے نزدیک قیاس کی تعریف اور اسکے لازمی امور

امارات سے مراد وہ ہیں جو فقہاء نے ذکر کیں یعنی رائے کی اصلاح اور علت کا نکالنا ہے تاکہ پہلے منصوص کی حالت معلوم ہو سکے اگرچہ حالت آخر میں غیر منصوص کی طرف تعدیت لازم قرار پاتی ہے۔

محققین کے نزدیک تنقيح ، تخريج ، تحقيق الوصف اور علت قیاس میں سے نہیں بلکہ قیاس لغت میں اندازہ کرنا ہے اور فقہاء کے ہاں ”فرع کا حکم اصل سے لینا جب فرع میں کوئی نص موجود نہ ہو“ ، اور یہ بھی فرمایا کہ قیاس الشبه ایسا ہے جیسا کہ علم البیان میں تشبیہ ہے، کیونکہ تشبیہ میں ایک کام کی دوسرے کیساتھ معنوی مشارکت پر دلالت ہوتی ہے۔
اور رہا مجتہدین کا قیاس تو اس کو قیاس العلة سے موسوم کیا جاتا ہے۔

فہناک یدّعی المجتہد کون الوصف علّة ، و هو الوصف الصّالح المعدّل بظہور أثرہ فی جنس الحکم المعلّل بہ ، و هو الشّامل للاستحسان بالقیاس الخفی لا للاستحسان بالأثر ، و الإجماع ، و الضّرورة و هو مختار المحقّقین .

و قیل : بالعلل الطّردیّة ، و یقال : فیہا إذا وجد فوجد ، و إذا امتنع فامتنع ، و یحتاج إلى التّفصیل ، و معرفة إصطلاحہم فارجع إلى مباحث القیاس من الحسامی ، و مسلم الثبوت ، و التّوضیح و التّلویح ، و لهم فیہ ألفاظ مختلفة کما فی معارف السنن^۱ .

یہاں پر مجتہد وصف کو علت قرار دیتا ہے البتہ وہ وصف جو قابل اعتبار ہو، اور اپنے اثر کا حکم معلّل بہ کی جنس میں ظاہر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اور یہ قیاس خفی کیساتھ استحسان کو بھی شامل ہے، نہ کہ (شامل نہیں) استحسان بالاثّر بالاجماع اور بالضرورت کو۔ یہی محققین کے نزدیک مختار ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ تعلیل طردیت کیساتھ ہوتی ہے، جسکے بارے میں یوں کھا جاتا ہے: کہ جب پایا گیا تو پایا جائے گا اور اگر ممتنع ہو تو ممتنع ہی ٹھہرے گا ہے، اور یہ تفصیل اور فقہاء کی اصطلاحات کے جاننے کو محتاج ہے، سو حسامی، مسلم الثبوت، اور توضیح تلویح میں، قیاس کی مباحث کی طرف رجوع کیجئے۔ ان (اہل فن) کی اس بارے میں تو مختلف تعبیرات ہیں۔ جسکا بیان (معارف السنن) میں ہے۔

ذکر بعض اقسام القیاس ، ورد قول المنتقد

ثمّ القیاس باعتبار العلة ینقسم عندهم إلى قیاس العلة ، و قیاس الشبه ، و قیاس الدلالة ، و قیاس المعنی ، و قیاس العکس ، و قیاس الطرد ، و لا یقال : إنّ هذا الغاز لا یفهم به أحد ؛ لأنّا نقول : فی تراجم البخاری دقة والغاز و أزيد من هذا الالغاز ، فكیف یفهم أحد بتراجم صحیح البخاری إذ لم یفهم مقصد هذه الألفاظ .

و قال أبو عبد الله رحمہ اللہ حمّاد بن إسماعیل البخاری رحمہ اللہ : باب من شبه أصلًا معلومًا بأصل مبين^۱ .

قیاس کی بعض اقسام اور تنقید کرنے والے کے قول کی تردید

قیاس ان (اہل فن) کے ہاں علت کے اعتبار سے مندرجہ ذیل اقسام کو منقسم ہے:

قیاس العلة ، قیاس الشبه ، قیاس الدلالة ، قیاس المعنی ، قیاس العکس ، قیاس الطرد یہ واویلا نہ کیا جائے کہ یہ ایک معمم (مشکل مسئلہ) ہے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ ہم بخوبی یہ کہہ سکتے ہیں کہ بخاری کے تراجم میں ایسی باریکیاں اور معممہ جات ہیں جو اس سے کہیں زیادہ گہرے ہیں۔ تو جو شخص ان الفاظ کو نہیں سمجھ پاتا وہ بسلا بخاری کے تراجم کیسے سمجھے گا؟

ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (باب من شبه الخ) باب ہے اس شخص کے بارے میں جو اصل معلوم کی تشبیہ ایک اصل واضح سے دے۔

و قال : باب ما جاء في اجتهاد القاضي بما أنزل الله ^۱ .
 و قال : باب أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب و أخطأ ، و باب
 إذا اجتهد العامل و الحاكم فأخطأ ^۲ .

فظهر من التحقيق المذكور أنّ بعض المسائل لا يوجد فيه الدليل
 من الكتاب و السنّة ، و الراسخين من أهل الذكر و الرأي ، فيستنبطونه
 بالتنقيح و التخريج و التحقيق و الرأي الصّحيح و القياس

اور فرمایا، (باب ما جاء الخ) باب ہے ا کے بیان میں جو قاضی کے ما انزل اللہ کے ساتھ
 اجتہاد کرنے کے بارے میں آیا ہے۔

اسی طرح فرمایا (باب اجر الحاكم) باب ہے حاکم کے اجر کے بیان میں جب وہ حق تک پہنچا ہو
 یا خطا کر لی ہو۔

اور باب ہے اس میں کہ عامل اور حاکم اجتہاد کر کے خطا ہو جائے۔
 چنانچہ مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں، جن میں کتاب اور سنت سے کچھ
 نہیں ملتا جبکہ اہل فکر اور اہل رائے میں با اثر لوگ ایسے مسائل کو تنقیح، تخریج، تحقیق سے اور صحیح
 رائے اور قیاس کے ذریعے سے مستنبط کرتے ہیں۔

^۱ «ص ۶۳۷ / ج ۲» .

^۲ «ص ۶۴۲ / ج ۲» .

کما قال اللہ تعالیٰ : ﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾^۱۔
 ففیه دلالة علی أنّ بعض الأحکام غیر منصوص یمتدّ فیہ إلى الاستنباط ، وأيضًا دلالة علی أنّ علی العامی تقلید العلماء فی أحكام الحوادث^۲۔

جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے۔

«ترجمہ» "اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے، کوئی خبر امن کی یا ڈر کی تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں۔ اور اگر اس کو پہنچا دیتے رسول تک اور اپنے حاکموں تک تو تحقیق کرتے اسکی جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں۔

آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ بعض احکام غیر منصوصی ہوتے ہیں کہ انکے استنباط کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عوام ایسے حوادث میں علماء کی تقلید کرے گی۔

^۱ «سورة النساء ۸۳» .

^۲ «الخصائص» .

ذکر بحث المقلد

فهذا شأن المسئلة و الإمام فلنذكر بحث المقلد :

أما المقلد : فهو كل من ليس له ملكة الاجتهاد و الاستنباط ، و يقال له : العامي أيضا ، يجب عليه التقليد و الاقتداء ، و اتفقوا على ذلك كما روي عن ابن مسعود رضي الله عنه من كان مستنّا فليستن بمن قد مات فإن الحي لا تؤمن عليه الفتنة ، أولئك أصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم كانوا أفضل هذه الأمة فأعرفوا لهم فضلهم ، و اتبعوا على أثرهم ، و تمسكوا بما استطعتم من أخلاقهم و سيرهم فإنهم كانوا على الهدى المستقيم

.....

مقلد کی بحث کا ذکر

یہ تو مسئلہ امام کے متعلق بیان ہوا، اب مقلد کی بحث ذکر ہونی چاہئے: تو بہر حال مقلد وہ ہے جس کو اجتہاد و استنباط کا ملکہ و تجربہ حاصل نہ ہو، جس کو ”عامی“ بھی کہتے ہیں، اس پر تقلید اور تابعداری واجب ہے، اور فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے۔

جیسے ابن مسعود نے فرمایا ہے: کہ جو شخص کسی طریقے کی پیروی کر رہا ہے تو اس کو چاہئے کہ ان لوگوں کی راہ اختیار کر لے جو گزر چکے ہیں، کیونکہ زندہ آدمی (دین میں) فتنہ سے محفوظ نہیں ہو سکتا اور جو لوگ گزر چکے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں جو اس امت کے بہترین لوگ تھے، لہذا تم ان کی بزرگی کو پہچانو اور ان کے نقش و قدم کی پیروی کرنے لگو اور جہاں تک ہو سکے ان کے آداب و اخلاق کو بھی اختیار کر لو، اس لئے کہ وہی لوگ ہدایت کے سیدھے راستے پر تھے۔

و إذا كان المفتي على هذه الصفة فعلى العامي تقليده و إن كان المفتي أخطأ في ذلك و لا معتبر بغيره كما روى الحسن عن أبي حنيفة ، و ابن رستم عن محمد ، و بشير بن الوليد عن أبي يوسف ^۱ .
و كذا قال أبو يوسف : على العامي الاقتداء بالفقهاء لعدم الاهتداء في حقه إلى معرفة الأحاديث .
و قال العلامة سيف الدين الآمدي : العامي و من ليس له أهلية الاجتهاد و إن كان محصلاً لبعض العلوم المتبعة في الاجتهاد يلزمه اتباع قول المجتهدين ، و الأخذ بفتواه عند المحققين من الأصوليين ، و منع من ذلك بعض المعتزلة البغداديين ^۲ .

اور جب مفتی ان صفات (مذکورہ بالا) کے ساتھ متصف ہو تو عامی کا فریضہ اسکی تقلید کرنا ہوگی۔ اگرچہ اجتہادی مسائل میں اس سے خطا صادر ہوئی ہو۔ حسن رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے، ابن رستم نے امام محمد رحمہ اللہ سے اور بشیر بن ولید نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایسا ہی نقل کیا ہے۔

اسی طرح امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ہے: عامی کے لیے فقہاء کے پیچھے چلنا ضروری ہے کیونکہ وہ اپنے حق میں احادیث کو سمجھنے کی راہ نہیں پاتا۔

جبکہ علامہ سیف الدین آمري کہتے ہیں: کہ عام آدمی اور جس نے بعض علوم (جو اجتہاد میں کام آتے ہیں) حاصل کر رکھے ہوں لیکن اس میں اجتہاد کی اہلیت نہ ہو تو اس پر مجتہدین کے اقوال کی تابعداری اور ان کے فتویٰ پر عمل کرنا واجب ہے، محققین اصولیین کا یہی مسلک ہے، البتہ بعض بغدادی معتزلہ نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔

^۱ «الكفاية شرح الهداية بحواله تقليد کی شرعی حیثیت .

^۲ «إحكام الأحكام للآمدي ص ۱۹۷ / ج ۲ بحواله تقليد کی شرعی حیثیت ص ۱۳۰» .

و فی الحدیث قال علیہ السلام : إنما شفاء العی السّؤال^۱ .
 فهذا بیان حال المستفتی و المقلّد فیعتمد المقلّد بجواب الإمام ، و
 قوله فی المعرفة و التسلیم و العمل ، فالمقلّد مستنده قول مجتهدہ^۲ .
 و هو سندہ کما قالوا : و السّند معتمد الإنسان کالمستند^۳ .

قال الشّوکانی : أمّا من لا تتوافر فیہ هذه الشّروط ، و لا یتستطیع
 النّظر فی الأدلّة الشرعیّة و لا معرفة له أدلّة الأحکام من تلقاء نفسه فهذا
 یجوز له التّقلید ، بل إنّ بعض العلماء أوجبه علیه لأنّه مکلف بمعرفة
 الأحکام الشرعیّة خاصّة العبادات و ما یصحّ عقیدته

جبکہ حدیث مبارک میں ہے : عاجز شے ہوئے کی شفا سوال کرنے میں ہے۔

یہ تو فتویٰ طلب کرنے والے اور مقلد کے حال کا بیان ہے ، جو کہ امام کے
 جواب اور اس کے قول کی معرفت ، تسلیم کرنے اور عمل کرنے میں اعتماد کرے گا ، چنانچہ مقلد کا اعتماد
 مجتہد کا قول ہی ہے ، اور یہی اس کی سند ہے ، جیسا کہ علماء نے فرمایا : کہ سند وہ ہے جس پر انسان کا اعتماد
 ہو جیسا کہ مستند ہوتا ہے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں : وہ شخص جس میں یہ شرائط وافر مقدار میں نہ پائی
 جائیں اور نہ ہی دلائل شرعیہ میں غور و فکر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے ، اور نہ احکام کے دلائل کو خود
 سے سمجھ سکتا ہو اس کے لئے تقلید جائز ہے ، بلکہ بعض علماء نے اس پر (تقلید) واجب قرار دی ہے کیونکہ
 یہ احکام شرعیہ کی معرفت پر مکلف ہے بالخصوص عبادات پر اور ان امور پر جس سے اس کے عقیدے کی
 اصلاح ہو سکے۔

^۱ « المشکوۃ ص ۵۵ » .

^۲ « مسلم الثبوت ص ۷ » .

^۳ « جواهر القاموس ص ۳۸۱ / ج ۲ » .

و لا سبیل الی ذلك إلا بسؤال أهل العلم و تقلیدہم من غیر معرفة ما استندوا إلیه من الأدلة لثقتہ بهم فإن المعروف و الواقع أنه لیس هناك عالم یعمل عملاً ، أو یفتی بحکم إلا و عنده علیہ دلیل أحياناً یذکره للمستفتی أو المقلد ، و أحياناً لا یذکره ، و یتحی المقلد أن یسأله عن دلیله حتی لا یکون ذلك طعنًا فیہ ، أو ثقة فی علمه ، و علی ذلك جرى العلم منذ العصور الأولى^۱.

کیونکہ اس کے پاس اہل علم سے پوچھنے اور انکی تقلید کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔ ضروری نہیں کہ یہ ان دلائل کو جان لے جن کو فقہاء نے مستند قرار دیا ہے۔ کیونکہ اسکا ان پر اعتماد ہے، کیونکہ مشہور اور واقع بات یہی ہے کہ کہیں کوئی عالم ایسا نہیں ہوتا جو کسی چیز پر عمل کر رہا ہو یا اس پر فتویٰ جاری کر رہا ہو مگر اس کے پاس اسکی دلیل ہوتی ہے کبھی تو مستفتی اور مقلد کے سامنے ذکر کر دیتا ہے اور کبھی نہیں۔ جبکہ مقلد بھی اس سے (ہر مسئلہ پر) دلیل کے بارے پوچھنا برا سمجھتا، اور یہ اس کے متعلق کوئی عیب کی بات نہیں ہوتی، اور کبھی مقلد کے علم پر اعتماد کرتے ہوئے نہیں پوچھتا، اور اسی پر زمانہ قدیم سے تعامل چلا آ رہا ہے، (القول المفید)۔

^۱ «القول المفید فی حکم التقلید ص ۳۷» .

بيان المساع للتقليد الشخصي

و اتّباع شخص لمذهب شخص بعينه لعجزه عن معرفة الشرع من غير جهته إنّما هو ممّا يسوغ له ليس هو ممّا يجب على كلّ أحد إذا أمكنه معرفة الشرع بغير ذلك الطريق ، بل كلّ أحد عليه أن يتّقي الله ما استطاع ، و يطلب علم ما أمر الله به رسوله ﷺ فيفعل المأمور و يترك المحذور ، و الله أعلم^١.

و قال : و لكن إن كان الرّجل مقلّداً فليكن مقلّداً لمن يترجّح عنده أنّه أولى بالحقّ .

و إنّما يقال للمقلّد : مقلّداً « بصيغة اسم الفاعل » لأنّه يجعل القلادة في عنق الغير لا أنّه يجعل القلادة في عنق نفسه .

^١ « مجموع الفتاوى لشيخ ابن تيمية ص ٢٠٩ / ج ٢٠ » .

تقلید شخصی کی ضرورت کا بیان

اور کسی کا معین شخص کے مذہب کی تابعداری کرنا اس بنیاد پر کہ تابعداری کرنے والا شریعت کی معرفت سے عاجز ہے (بغیر اس کی کوتاہی کے) یہ اس کیلئے جائز ہے، یہ ہر شخص کے لئے وجوب کے درجہ میں نہیں جب کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے شریعت کی معرفت حاصل کر سکتا ہو۔ بلکہ ہر کسی کے لئے جو بات ضروری ہے تو وہ جتنا ہو سکے اللہ کا ڈر پیدا کرنا ہے اور یہ کہ علم کے حصول میں لگ جانا ہے جس کا حکم اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو دیا ہے۔ چنانچہ جس کا حکم دیا گیا ہو اس پر عمل کریگا اور ممنوع کو ترک کر دیگا، واللہ اعلم۔

اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے ”لیکن اگر یہ شخص مقلد ہو تو چاہئے کہ اس کا مقلد بنے جو اس کے ہاں رجحان رکھتا ہو کیونکہ یہ حق کے زیادہ لائق ہے۔“

”مقلد“ کو اسم فاعل کے صیغے کیساتھ مقلد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دوسرے کی گردن میں ہار

ڈالتا ہے، ایسا نہیں کہ اپنے ہی گردن میں ہار ڈال دے۔

خلاصۃ الکلام فی التقلید الشّخصی

- فالحاصل : ۱ . أنّ التّقلید فی مسئلة لا دلیل علیہ من الكتاب و السنّة القائمة صریحة الدّلالة .
- ۲ . فإذا سئل الغیر المجتهد فلیسئل عن عالم راسخ ذی الذّکر ، و الرّأي و الاجتهاد .
- ۳ . و ینظر المسؤول عنه فی المسئلة فإذا لم یجد فیها الدّلیل من الكتاب و السنّة یجتهد اجتہاداً کما مرّ ذکره .
- ۴ . و یجیب بالقول للمقلّد الغیر المجتهد .
- ۵ . فعلیہ تسلیمہ بعد المعرفة .
- ۶ . اعتماداً بقول المجتهد .

تقلید شخصی کے بارے میں کلام کا خلاصہ

حاصل یہ نکلا کہ :

- ۱ : تقلید ایسے مسئلہ میں کی جاتی ہے جس میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ واضح طریقے سے موجود نہ ہو۔
- ۲ : جب کبھی غیر مجتہد (کسی مسئلہ کے بارے میں) پوچھتا ہے ، تو راسخ علم والے ، اہل ذکر ، اصحاب رائے اور ارباب اجتہاد سے پوچھنا چاہئے۔
- ۳ : جس سے پوچھا گیا ، وہ مسئلے کو غور سے دیکھے گا جب اس میں کتاب اور سنت سے دلیل نہ پاوے تو اجتہاد کریگا جیسا کہ ذکر ہو چکا۔
- ۴ : غیر مجتہد جو کہ مقلد کی حیثیت میں ہے اسے قول سے جو ان دیگا۔
- ۵ : مقلد کیلئے مسئلہ جاننے کے بعد مسئلے کو ماننا بھی ضروری ہوگا۔
- ۶ : بمع اعتماد کے مجتہد کے قول پر۔

تعریف التقلید خلاصہ

فصار تعریف التقلید بملاحظة الأمور المذكورة : تسليم المقلد قول المجتهد .
فتسليم المقلد ؛ لأنه لا علم له بالمسئلة لعدم وجدانه الدليل من
الكتاب و السنة و الاجماع و القياس ؛ لأنه غير مجتهد .
و أما قول المجتهد ؛ لأنه من أهل الذكر ، و هذا هو التعريف
الرسمي يستفاد من قوله تعالى : ﴿ فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾^۱
كما قال ابن عبد البر في كتابه « جامع بيان العلم و فضله » ، و كذا
الخطيب في كتابه « كتاب الفقيه و المتفق » و القرطبي في تفسيره و غيرهم .

تقلید کی تعریف بطور خلاصہ

ذکر شدہ امور کی بنیاد پر تقلید کی تعریف یوں ہوئی : (تسليم المقلد قول المجتهد) یعنی مقلد
کا مجتہد کے قول کو ماننا، چنانچہ "تسليم المقلد" کی قید اس لئے لگائی گئی کہ (مقلد) کو مسئلے کا علم نہیں
ہوتا کیونکہ وہ غیر مجتہد ہونے کی وجہ سے کتاب و سنت، اجماع اور قیاس سے دلیل نہیں لے سکتا، اور
رہی "قول المجتہد" کی قید تو یہ اس لئے کہ مجتہد بھی اہل ذکر میں ہی ہوتا ہے۔
یہ تعریف رسمی ہے جو اللہ کے اس ارشاد مبارک سے مستفاد ہے، : () ترجمہ : اگر تمہیں علم
نہ ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لو : جیسا کہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "جامع بيان العلم و فضله" میں
ذکر فرماتے ہیں۔

اسی طرح خطیب رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف "كتاب الفقيه والمتفق" میں،
اور علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اپنے تفسیر (قرطبی) میں قول کیا ہے۔

^۱ « سورة التحل ۴۳ » .

فمن نظر بنظر الإمعان و الدقة و له أدنى ممارسة في الحدّ و التعريف من التعريف اللفظي و غيره من الحدّ و الرسم تاماً كان أو ناقصاً في مرتبة الحقيقة أو شرح اللفظ ، و تدبّر في مفاد الآية ، و حاصلها ظهر له أنّ المقلّد يحتاج في المعرفة و التسليم إلى قول الغير و هو الإمام ذو الذكر و الرأي ؛ لأنّ المقلّد داخل تحت قوله تعالى : ﴿ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ ؛ لأنّه لا علم له بالدليل من الكتاب و السنّة ، أو لا دليل في هذه المسئلة من الكتاب و السنّة عند المقلّد ، و لا هو مجتهد فيقبل قول الغير ، و هو المجتهد ذو الذكر و الرأي فصار تعريف التقليد : تسليم قول الغير بغير دليل ، و لهذا عرفوه بتعبيرات شتى :

توجب غور اور باریک بینی سے کوئی دیکھے ، اور حدّ و تعریف سے معمولی واقفیت بھی رکھتا ہو یعنی تعریف لفظی اور اسکے علاوہ کی ، رسم تام ہو یا رسم ناقص ، حقیقت کے مرتبہ میں ہو یا شرح اللفظ کے مرتبہ میں ، (ان کی پہچان رکھتا ہو) اور اسی طرح آیات کے مقصود اور حاصل کو سوچ سکتا ہو ، تو اسکی سمجھ میں یہ بات ضرور آئیگی ، کہ مقلد معرفت اور تسلیم میں دوسرے کے قول کا محتاج ہوتا ہے ، جبکہ امام اہل ذکر اور اصحاب رائے میں سے ہوتا ہے ، اس لئے کہ مقلد اللہ تعالیٰ کے اس قول کے تحت داخل ہے (ان کنتم لاتعلمون) کیونکہ اسکو کتاب و سنت کی دلیل کا علم نہیں ہوتا یا سرے سے اس مسئلے میں کتاب و سنت سے دلیل ہی نہیں ہوتی نہ مقلد کے پاس اور نہ ہی مجتہد کے پاس۔ سو یہ مقلد غیر کا قول قبول کرتا ہے۔ ، اور وہ (غیر) مجتہد ، اہل ذکر ، و اہل رائے ہوتا ہے۔

اس بنیاد پر اب تقلید کی تعریف یوں کی جائے گی : "تسلیم قول الغير بغير دليل ، غير کے قول کو بغير دليل طلب کئے ماننا : اور یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے تقلید کی تعریف مختلف تعبیرات سے کی ہے۔

عبارات العلماء فی تعریف التقلید

قال الإمام القرطبي في التفسير : قبول قول بلا حجة .
و قال ابن القيم : قبول قول الغير بلا حجة ^۱ .
و قال ابن الأمير الحاج : التقلید هو العمل بقول من ليس قوله
إحدى الحجج بلا حجة ^۲ .
و المنسوب إلى الغزالي : أن التقلید عبارة عن العمل بقول الغير
من غير حجة ملزمة .

تقلید کی تعریف میں فقہاء کے تعبیرات

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا : (قبول قول بلا حجة) یعنی بغیر کسی
دلیل کے، بات قبول کرنا۔
علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرمایا : (قبول قول الغير بلا حجة) غیر کا قول بغیر حجت کے
قبول کرنا۔
ابن امیر الحاج نے یوں ذکر کیا ہے کہ تقلید اس شخص کے قول پر بلا حجت عمل کرنا ہے جس کا قول دلائل
میں کوئی دلیل نہ ٹھرتا ہو۔

^۱ « إعلام الموقعين ص ۱۲۳ / ج ۴ » .

^۲ « التقرير و التحبير على تحرير ابن همام ص ۳۱۴ / ج ۳ » بحوالہ الموسوعة القرآنية ص

و قال الشّوکانی : الأولى أن يقال : هو قبول رأي من لا تقوم به الحجة بلا حجة .

و قال القفال : هو قبول قول القائل و أنت لا تعلم من أين قاله .
و عن الشافعيّ : قبول قول لا يدري ما قال ، من أين قال و ذلك لا يكون علمًا .

و عند الأحناف : التّقليد هو تسليم قول المجتهد من الأمارات ، لا من الدّليل لأنّه ليس فيه الكتاب و السنّة صريح الدّلالة .

جبکہ امام غزالی رحمہ اللہ کو یہ تعریف منسوب ہے کہ : تقلید نام ہے غیر کے قول پر عمل کرنا بغیر حجت ملزمہ کے۔

فقہال یوں کہتے ہیں : قائل کا قول قبول کرنا ہے یوں کہ تمہیں اس کے قائل کا علم نہ ہو۔
اور امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل ہے کہ ایسے قول کا قبول کرنا جس کے قائل اور ماخذ کا علم نہ ہو۔

اور احناف کے مطابق تقلید مجتہد کے قول کو امارات سے تسلیم کرنا ہے نہ کہ دلیل سے کیونکہ اس میں کتاب و سنت کی صریح نص موجود نہیں ہوتی۔

بیان الإفراط والتفریط فی التقلید ، و بیان سببها

و علی الرغم صار مسئلة التقلید معركة الآراء ، و صنفوا فیها تصنیفات فهلك من هلك ، و رحم الله من أنصف فیها إنصافاً ، و سبب هذا :

۱ . الاختلاط بین التقلید فی ایمانیات و فی المسائل اللّتی فیها الدلائل الصّریحة من الكتاب و السنّة ، و بین التقلید الضّروری یضطرّ الیه الإنسان الغیر المجتهد فی مسئلة لیس فیها الكتاب و السنّة ، و الإجماع إلی تقلید الإمام المستنبط ، و هو المصطلح فی أصول الفقه بالواجب .

تقلید میں افراط و تفریط اور اسکے سبب کا بیان

بد قسمتی سے تقلید کا مسئلہ معركة الآراء بن چکا ہے، جس کے بارے میں کتابیں بھی لکھی جا چکی ہیں۔ چنانچہ جنکے مقدر میں ہلاکت تھی وہ ہلاک ہو گئے، اور جنہوں نے انصاف کا دامن تھاما اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے رحم سے محفوظ رکھا اور اس ہلاکت کا سبب مندرجہ ذیل امور بنے :

۱ - ایمانیات میں تقلید اور ان مسائل کی تقلید کو جن میں کتاب و سنت سے واضح دلائل موجود ہوں، اس واجب تقلید سے خلط کر دینا کہ غیر مجتہد انسان کی مجبوری بن جاتی ہے امام کی تقلید کرنا ایسے مسئلے میں جس میں کتاب و سنت اور اجماع نہیں ہوتا۔ اور اصول فقہ میں اس کے لیے واجب کی اصطلاح مقرر کی گئی ہے۔

۲. و أنّ فی التعریف المصطلح ذکر بلا حجة ، و بلا دلیل ، و قد مرّ الباعث علی هذا الذکر مراراً ، و أنّ المقلّد ما یقول ، أو ما یفعل لظنّ أنّ الإمام محقّ من غیر نظر إلى الدلیل ؛ لأنّه لا دلیل فیہ إذ القیاس لیس عندهم دلیل مثبت بل مظهر .

۳. و قد اختلط علی من أنکر التّقلید لفظ ' أهل الرّأي ' فکذبوا بما لم یحیطوا بعلمه ، و لما یأتیهم تأویلہ كذلك کذب الذّین من قبلهم . إنّ لفظ أهل الرّأي ، و لفظ ذی الرّأي لفظ کثیر المعنی یستعمل فی مقام التّنبیہ كما قال الله تعالى : ﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ﴾^۱ .

۲: اصطلاحی تعریف میں "بلا حجة و بلا دلیل" کی قید ہے ، اس کے ذکر ہونے کی وجہ کئی مرتبہ ذکر ہو چکی ہے ، اور مقلد جو کرتا یا کہتا ہے اس گمان پر کہ امام حق بجانب ہے ، دلیل کی طرف نظر کئے بغیر ، کیونکہ اس میں دلیل نہیں ہوتی اس لئے کہ قیاس (علماء کے ہاں) مثبت نہیں بلکہ فقط مظهر ہوتا ہے۔

۳: اور یقیناً منکرین تقلید پر اہل رائے کا لفظ خلط ملط ہو کر رہ گیا ، سو اس چیز کو جھٹلا ڈالا جس پر ان کا علم احاطہ نہ کر سکا ، حالانکہ ابھی تک ان کے پاس حقیقت آئی ہی نہیں۔ اور یہی وتیرہ رہا ہے اقوام مکذّبہ کا۔

"اہل الرّأي" اور "ذو الرّأي" کا لفظ کثیر المعنی الفاظ میں سے ہیں جو تنبیہ کے مقام پر استعمال ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے «ترجمہ»: کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو جو کہ نکلے اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے اور وہ ہزاروں تھے۔

و : ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَا مِنْ بَنِي اِسْرَآءِیْلَ ﴾^۱ .
 و : ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرَہِمَ فِی رَبِّہٖ ﴾^۲ .
 قال سیبویہ : هذا تنبیہ .

و فی ابن کثیر : إذا عدا الرّأي بآلی فمعناه النّظر و الاعتبار ، و
 إنّما یقال لأصحاب القیاس أهل الرّأي ؛ لأنّهم یقولون برأی فیما لم یجدوا
 فیہ حدیثا ، أو أثرًا .

اور یہ ارشاد «ترجمہ» بیا . دیکھا تو نے ایک جماعت بنی اسرائیل کو۔

اور یہ ارشاد مبارک «ترجمہ» کیا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے،
 سیبویہ نے کھا ہے کہ یہ خبر داری ہے۔

جبکہ ابن کثیر میں ہے : کہ جب رائے "الی" کے ساتھ متعدی ہو تو اس کا معنی نظر و فکر اور
 اعتبار سے کیا جاتا ہے کیونکہ صاحب قیاس کو صاحب رائے اس وجہ سے کھا جاتا ہے کہ وہ جہاں حدیث یا
 کوئی اثر نہ پائے وہاں اپنی رائے سے کہہ دیتا ہے۔

^۱ « سورة البقرة ۲۴۶ » .

^۲ « سورة البقرة ۲۵۸ » .

استعمال لفظ 'الرأي' والفقهاء 'في الأحاديث الصحيحة

و قد ثبت استعمال نحو هذا اللفظ من الصحابة أمام النبي ﷺ
 كما قال الأنصار (فقهاءهم) لعلیه السلام أمّا ذو رأینا و فقہائنا یا رسول
 اللہ فلم یقولوا شیئاً و أناس منّا الحدیثۃ أسناہم فقالوا : یغفر اللہ لرسول
 اللہ یعطی قریشاً ، و یتزک الأنصار ... الحدیث^۱ .

بل ثبت فی شأن النبی ﷺ استعمال ذی الرأي فی أشعار حسن
 بن ثابت حیث قال فی غزوۃ بدر شعر : ۵

احادیث صحیحہ میں لفظ "رأے" اور لفظ "فقہاء" کا استعمال

اور اس جیسے الفاظ صحابہ کرامؓ سے ثابت ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کے حضور میں استعمال
 کیے :

جیسا کہ انصار کے فقہاء نے آپ ﷺ کو کھاتھا ، (اے اللہ کے رسول) بہر حال ہم میں
 سے اہل رائے نے کچھ بھی نہیں کھا، بلکہ ہم میں سے کچھ نوجوان ہیں جو کہ یہ کہہ بیٹھے کہ : "اللہ تعالیٰ
 پیارے پیغمبر ﷺ کو مغفرت نصیب فرمائے قریش کو تو مال دیتے ہیں پر انصار کو چھوڑ دیتے ہیں"۔
 بلکہ آپ ﷺ کی شان میں بھی ذی رائے کا لفظ حسان بن ثابتؓ سے اشعار میں ثابت ہے، جو کہ
 انہوں نے غزوہ بدر کے موقع پر پڑھے تھے۔

فغادرنا أبا جهل صريعاً
و شيبة قد تركنا في رجال
يناديهم رسول الله لما
ألم تجدوا كلامي كان حقاً
فما نطقوا ولو نطقوا لقالوا
و عتبة قد تركنا بالحبوب
ذوي نسب إذا نسبوا حسيب
قدفناهم كباكب في قلب
و أمر الله يأخذ بالقلوب
أصبت وكنت ذارأي مصيب^۱
فكيف يقال للاجتهاد لمعرفة الحكم الصحيح و امتياز ما هو الحق
من الباطل و اتباع من لا استطاعة له للمجتهد و تقليده شركا.

ترجمہ : ”ہم نے ابو جہل کو پچھاڑا ہوا چھوڑ دیا، اور عتبہ کو اس کے ساتھیوں سمیت، اسی
طرح شیبہ کو ہم نے ان مردوں میں چھوڑ دیا جو نسب والے تھے، جب ان کا نسب بیان کیا جائے شرافت
والے ہیں، پکارا ان کو اللہ کے رسول نے جب ہم نے ان کو کنوئیں میں منہ کے بل پھینک دیا، (اور وہ
پکارنا یہ تھا کہ) کیا تم نے میرے کلام اور اللہ کے امر کو سچا پایا جو دلوں کو لے رہا تھا، تو وہ نہیں بولے اور
اگر بولتے تو ضرور کہتے کہ آپ حق کو پہنچے اور درست رائے والے تھے۔“
تو کیسے اس اجتہاد کو شرک کھا جاتا ہے جو صحیح حکم کی پہچان کے لئے اور حق کو باطل سے جدا
کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

کبرت کلمۃ تخرج من أفواہهم ، و تکاد السموت یتفطرن منه ،
و تنشق الأرض ، و تخرّ الجبال هدًا .

و قال اللہ تعالیٰ : ﴿ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ﴾^۱ .

فالمجتهد لمعرفة الحكم الصحيح في شيء لا ينتسب إلى نفسه وضع
الحلّ و الحرمة في الشيء بل اجتهاده لمعرفة حكم الله في الشيء فمن عاده
عاد الله ، و من والاه والى الله .

کیسی بڑی بات ہے جو انکے (چھوٹے سے) منہ سے نکلتی ہے، اور قریب ہے کہ اس بات
سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: «ترجمہ»: اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دیں گے ان

کو اپنی راہیں۔

چنانچہ جب مجتہد کسی چیز میں درست حکم معلوم کر لیتا ہے تو اپنے آپ کی طرف حل
و حرمت کی نسبت نہیں کرتا بلکہ اس کا کسی چیز کے بارے میں اجتہاد کرنا در حقیقت اللہ کے حکم کی
معرفت کے مترادف ہے۔ چنانچہ جو اس کے ساتھ دشمنی کرتا ہے، گویا وہ اللہ کی دشمنی کرتا ہے، اور جو
اس کا ساتھ دیتا ہے، گویا وہ اللہ کا ساتھ دیتا ہے۔

عقاب من یدکر مثالب العلماء المجتہدین

و أنّ لحوم نحو هذه العلماء و أعراضهم مسمومة ، و عادة الله في هتكهم معلومة ، و أنّ من أطلق اللسان فيهم بلاه الله قبل الموت بموت القلب ، قد بذلوا طول عمرهم في معرفة الأحكام أولاً من الكتاب و السنّة و الإجماع ، و ثانياً بالاستنباط تنقيحاً و قياساً ، قبح الله من طال لسانه و قلمه في شأنهم ، و ألقاه قبل الموت إحدى الصّواعق ، و متى أعرضوا عن الكتاب و السنّة إذا كان في المسئلة الكتاب و السنّة بل تمسّكوا بالكتاب و السنّة بل تمسّكوا بالكتاب و السنّة ، و نعوذ بالله من جهل غبي و عناد غويّ ، و أين هم و مدارك الأئمة الفقهاء و الأئمة المجتهدین.

ان لوگوں کا انجام جو مجتہدین علماء کی کوتاہیوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اسی طرح علماء کے گوشت اور انکی عزتیں زہر آلود ہوتی ہیں۔ اور جو انکی توہین کرتے ہیں انکے حق میں اللہ کی سنت ڈہکی چھپی نہیں۔ اور یقیناً ان کے خلاف جو زبان بھی کہلتی ہے۔ اللہ اس کو موت سے پہلے دل کی موت مر وادیتا ہے، بے شک انہوں نے تو ساری عمر صرف کر ڈالی ہے احکامات شرعیہ کی معرفت کیلئے سب سے پہلے کتاب اللہ، سنت، اور اجماع سے اور پھر رائے اور قیاس کے ذریعے استنباط کر کے۔ اللہ ان کو خیر سے محروم کر دے جنہوں اپنی زبان دراز کر رکھی ہے اور قلم کو ایسے علماء کی شان میں گستاخی کیلئے استعمال کر رہے ہیں، اور موت سے پہلے ہی انہیں کسی آسمانی آفت میں گہیر لے لے، جب کسی مسئلہ میں کتاب و سنت موجود ہوتی تو کب ان (فقہاء) نے کتاب و سنت سے منہ موڑا ہے، بلکہ کتاب اللہ اور سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھا ہے۔ کند ذہن کی جہالت اور گمراہ کی سرکشی سے (ہم) اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ اور کھاں یہ لوگ اور کھاں فقہاء اور ائمہ مجتہدین کے مستنبطات جن سے وہ احکام کا استنباط کرتے رہے۔

مصدق اهل الرأي المذموم

و أمّا الرّأي المذموم فإنّہ یقال : فلان من أهل الرّأي إذا كان یرى رأي الخوارج ، و یقول بمذهبهم ^۱ و رأيهم مذموم و قبیح أشدّ القباحة .
و فی مسلم الثبوت ^۲ : بخلاف المعتزلة و الإمامیّة و الکرامیّة و البراهمة فإنّہ عندهم یوجب الحكم فلو لا الشّارع ، و كانت الأفعال لوجبت الأحكام .

مذموم اہل رائے کا مصداق

رہی مذموم رائے تو کھا جاتا ہے ”فلاں اہل رائے میں سے ہے، جب وہ خوارج کا ہم خیال ہوتا ہے، اور ان کے مذہب کا قائل ہو“ حالانکہ ان کی رائے مذموم ہے، اور بہت سے قبائح سے بہری پڑی ہے۔

مسلم الثبوت میں یہ بات ہے کہ : معتزلہ، امامیہ، کرامیہ، براہمہ کے برخلاف، کیونکہ ان کے نزدیک رائے ہی حکم کے اثبات کیلئے ہے، چنانچہ اگر شارع نہ ہوتا اور افعال کا وجود ہوتا تو بھی احکام کا اثبات ہوتا۔

^۱ جواهر القاموس ص ۱۴۱ / ج ۱۰ .

^۲ « ص ۱۵ » .

و كما قال الذّهي : و كذلك كان في هذا الوقت خلق من أئمة أهل الرّأي إلى أن قال : و أساطين المعتزلة و الشيعة و أصحاب الكلام اللّذين مشوا آراء المعقول ، و أعرضوا عمّا عليه السلف من التمسك بالآثار النبويّة^۱ .

و هو المراد بقوله تعالى : ﴿ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ﴾^۲ .

و ﴿ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ﴾^۳ .

اور جیسا کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ذکر فرماتے ہیں : " اسی طرح اس وقت اہل رائے کے ائمہ میں سے کچھ لوگ تھے ۔۔۔ " یہاں تک کہ یہ فرمایا کہ : " اور معتزلہ کے بااثر لوگ ، شیعہ اور وہ اصحاب کلام جو عقل کی راہ پر گامزن رہے اور سلف کا طریقہ جو کہ نبوی آثار کو مضبوطی سے تھامنا تھا اس سے منہ موڑ بیٹھے ۔

اور یہی اللہ کے فرمان مبارک سے مراد ہے «ترجمہ» " ٹھرا لیا اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر۔

اور اس سے بھی یہی مراد ہے «ترجمہ» : اور نہ بناوے کوئی کسی کو اللہ کے سوارب ۔

^۱ « حاصل ما في تذكرة الحفاظ ص ۶۲۷ / ج ۲ » .

^۲ « سورة التوبة ۳۰ » .

^۳ « سورة العنبران ۶۴ » .

تفسیر الأرباب بلسان النبی ﷺ

و قال الرازي : و الأكثرون من المفسرين قالوا : ليس المراد من الأرباب أنهم اعتقدوا فيهم أنهم آلهة العالم ، بل المراد أنهم أطاعوهم في أوامرهم و نواهيهم .

نقل أن عدي بن حاتم كان نصرانياً فانت هدى إلى رسول الله ﷺ ، و هو يقرأ سورة البراءة فوصل إلى هذه الآية ، فقلت لسانا نعبدهم ، فقال : أليس يحرمون ما أحل الله فتحرمونه ، و يحلون ما حرم الله فتحلونونه؟ فقلت : بلى ، قال فتلك عبادتهم^۱ .

ارباب کی تفصیل نبی ﷺ کی زبانی

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مفسرین میں سے اکثر اس کے قائل ہیں کہ ارباب سے مراد یہ نہیں کہ وہ اپنے علماء کے متعلق خدا ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے ، بلکہ مقصد یہ کہ وہ اوامر و نواہی میں انہی کا کھامانتے تھے۔

عدي بن حاتم نے منقول ہے : کہ جب وہ نصرانی تھے ، آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو گئے ، اور آپ ﷺ سورة براءة کی تلاوت فرما رہے تھے یہاں تک کہ اس آیت تک پہنچ گئے ، تو عرض کرنے لگے کہ ہم تو انکی عبادت نہیں کرتے۔

فرمایا : کہ "کیا وہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام نہیں ٹھراتے؟ چنانچہ تم بھی اس کو حرام کہتے ہو اور کیا وہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال نہیں ٹھراتے؟ سو تم بھی اسے حلال مانتے ہو۔ عدي جواب میں کہنے لگے ، جی کیوں نہیں؟ فرمایا : کہ یہی انکی عبادت کرنا ہے۔

^۱ « تفسیر الکبیر ص ۱۳۴ / ج ۴ » .

قال علیہ السلام : فتلك عبادتهم أي اتباعهم في تحريم ما أحل الله و في تحليل ما حرم الله ؛ فتأمل بنظر الإنصاف .

فإذا كان في الشيء وضع الحلّ من الله و يدّعي أحد رفع هذا الحلّ و وضع الحرمة موضع الحلّ ، و يزعم أنّ وضع الحلّ و الحرمة من شأنه ، و الحال أنّ وضع الحلّ و الحرمة من الله تعالى هل يشكّ أحد في كفره و شرکه من المسلمین ؟

آپ ﷺ کا فرمان : کہ ”تلك عبادتهم“ یعنی انکا ان اشیاء کی حرمت میں اپنے علماء کی تابعداری کرنا جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال کر رکھا ہے اور ان چیزوں کی حلت میں تابعداری کرنا جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے (یہ ان علماء کی عبادت کرنا ہے) سو انصاف کی نظر سے ذرا سوچئے، کہ جب کسی چیز میں اللہ کی جانب سے حلت مقرر ہو چکی ہو اور کوئی اس حلت کے ختم کرنے کا دعویٰ بنا پھرے، یا حرمت کو حلت کی جگہ قائم کرنا چاہے اور ذہن میں یہ خیالی ڈھانچہ پڑا ہو کہ حل و حرمت تو اسی کا کام ہے جیسے چاہے حل اور حرمت کے فیصلے کر دے۔ (حالانکہ حلت اور حرمت اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہیں) تو کون مسلمان ہے جو ایسے شخص کے کفر و شرک میں بھی شک کر رہا ہو۔

مراتب الحلّ والحرمۃ

فالحلّ و الحرمة له مراتب :

۱ . العمل بالحلال و الاجتناب من الحرام يجب على كلّ مسلم مکلف .

۲ . معرفة الحلال و الحرام من الكتاب و السنّة واجبة على المسلمين تعلیمًا ، و لها أبواب ، و إليها ترغیب ، و ليس هذه المعرفة من الشّرك ، بل من الدّین و الجهاد كما قال الله تعالى : ﴿لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾^۱ .

حلت اور حرمت کے مراتب

حل و حرمت کے چند مراتب ہیں :

- ۱: حلال پر عمل کرنا اور حرام سے خود کو بچانا یہ ہر مکلف مسلمان پر واجب ہے۔
 - ۲: حلال و حرام کو علما کتاب و سنت سے پہچاننا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ پھر اسکے چند مراتب ہیں جو کہ شرع میں مرغوب ہیں ، اور یہ معرفت (حلال حرام کا پہچاننا) شرک نہیں بلکہ دین اور جہاد کا حصہ ہے ، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے
- «ترجمہ»: کہ سمجھ پیدا کریں (طائفہ) دین میں اور تاکہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جب لوٹ کر آئیں ان کی طرف تاکہ وہ بچے رہیں۔

^۱ «سورة التوبة ۱۲۲» .

إرشاد الناس لتعليم الحلال و الحرام ، و معرفتهما من الجهاد و ليس من الشّرك ، و كما قال علیہ السلام : تدارس العلم ساعة من اللّیل خیر من إحياءها .

و عن الحسن مرسلًا قال ﷺ : من جاءه الموت و هو يطلب العلم ليحيي به الإسلام فبينه و بين النّبيين درجة واحدة في الجنّة « الدّارمي » .
و قال علیہ السلام : من سلك مسلکًا في طلب العلم سهّلت له طريق الجنّة ، فطلب العلم و السّلوک في طلب العلم جهاد و اجتهاد الفقيه و الإمام ، و اتّباع الغير المجتهد و تقليده للإمام شرك و ها عجبًا لقوم يصدر منهم نحو هذه المضاحك ، فاجتهاد المجتهد لمعرفة الأحكام و تقليد المقلد له في معرفته لهذه الأحكام ليس بشرك ، بل هو جهاد ، قتل الخراصون .

اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: رات کے ایک پہر علم کا باہم درس پڑھنا اس کے ذکر و عبادت میں گزارنے سے کہیں افضل ہے۔

اسی طرح حسن رحمہ اللہ کی مرسل روایت میں ہے: کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کو ایسی حالت میں موت آئے کہ وہ علم حاصل کر رہا ہو۔ تاکہ اسکے ذریعے اسلام کو رائج کر سکے تو اس کے اور پیغمبروں کے درمیان جنت میں ایک درجے کا فرق ہوگا۔ (جو کہ نبوت ہے) ، اور فرمان نبوی ﷺ ہے، جو شخص علم کے حصول میں کسی راہ پر چل پڑا اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیا جائیگا ، جب یہ ثابت ہو چکا تو کیا علم کی طلب اور علم کی راہ پر گامزن رہنا جہاد ہے، اور فقیہ و امام کا اجتہاد، غیر مجتہد کا تابعداری اور امام کی تقلید کرنا شرک ہے؟ تعجب ہے ایسی قوم پر جو ایسی خرافات میں لگے رہتے ہیں، چنانچہ مجتہد کا احکام شرعیہ کی معرفت کے واسطے اجتہاد کرنا اور مقلد کا انہی احکامات کی معرفت میں اس مجتہد کی تقلید کرنا شرک نہیں بلکہ جہاد ہے، سوائے انہیں کرنے والے ہلاک ہوئے۔

الفقهاء أعلم الناس بمفاهيم الأحادیث

فالفقهاء و المجتهدون هو أعلم الناس بمعنی الحديث كما في الترمذی^۱.

و قال السیوطی^۲ : فقیه واحد أشدّ علی الشیطان من ألف عابد .
و قال السیوطی^۳ : خصلتان لا یجتمعان فی منافق حسن سمّت ، و لا فقیه فی الدین « رواه الترمذی » .
و قال السیوطی^۴ : قرب حامل فقه إلی من هو أفقه منه^۵ .

فقهاء احادیث کے مفہوم کو سب سے خوب سمجھنے والے ہیں

فقهاء اور مجتہدین حدیث کے معانی کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں ہے: آپ ﷺ فرماتے ہیں: ایک فقیہ شیطان سے کے زیادہ سخت ہے، ایک ہزار عبادت گزاروں سے۔

اور فرمان نبویؐ ہے: دو عادتیں منافق میں جمع نہیں ہو سکتیں؛ بہترین اخلاق اور دین میں سمجھ بوجھ۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: «ترجمہ»: بعض حامل فقه اس فقه کو ان لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں، جو ان سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں۔

^۱ «ص ۱۵۳» .

^۲ «المشکوۃ ص ۳۵» .

التَّعَجُّبُ لِمَنْ تَرَكَ الْفَقْهَ وَالْحَدِيثَ مِنْ أَجْلِ كَلَامِ النَّاسِ فِيهِمَا

و التَّعَجُّبُ مِمَّنْ جَمَعَ مَا هُوَ زَلَّاتٌ فِي الْفَقْهِ وَ سَهُوَ إِمَّا مِنْ الْمُجْتَهِدِ ، وَ إِمَّا مِنَ الرَّاوي ، وَ إِمَّا مِنَ الْكَاتِبِ ، وَ إِمَّا تَدْلِيْسًا مِمَّنْ هُوَ مُخَالَفٌ الْفَقْهَ خُصُوصًا مَا فِي الْهُدَايَةِ ، وَ اسْتِدْلًا مِنْ ذَلِكَ بِتَخْطِئَةِ الْفَقْهِ وَ الْفُقَهَاءِ أَلَا تَرَى إِلَى مَا هُوَ فِي أَقْسَامِ الْحَدِيثِ مِنَ الضَّعِيفِ وَ الْمَوْضُوعِ وَ الْمَتْرُوكِ

تعجب اس شخص پر جو فقہ اور حدیث کو لوگوں کی باتوں کی وجہ سے چھوڑتا ہے
لیکن تعجب اس شخص سے جو فقہ میں ہونے والی لغزشوں اور ایسی بہول چوک کا مجموعہ تیار کرتا ہے جو کہ مجتہد، راوی، یا کاتب سے صادر ہوئی ہوں اور یا فقہ کے مخالف کی جانب سے بطور تدلیس اضافہ کیا گیا ہو، خاص کر زلات جو ہدایہ میں ہیں، اور اسی سے فقہ اور فقہاء کی تغلیط میں لگ جاتا ہے۔
کیا حدیث کی اقسام تمہارے مد نظر نہیں؟ جن میں ضعیف، موضوع، متروک.....

و المردود و المجروح و المنکر و الشاذ و المعلل و المدرج و المقلوب
و المزیّد فی متصل الإسناد و المضطرب و المصحّف و المهمل و المنقطع و
المعلق و المعضل و المدلس و المعنعن و التابع و المختلف الحدیث و الناسخ
و المنسوخ و المتوقّف فیہ .

ألا ترى إلى ما تكلموا على جامع صحيح البخاري ، و أنّ دار
قطني تتبّع على البخاري في أزيد من مائة موضع ^۱.

و فيه من الرجال الذين تكلم فيهم مائة و عشر (۱۱۰) ^۲.

مردود، مجروح منکر، شاذ، معلل، مدرج، مقلوب، مزیّد فی متصل الاسناد، مضطرب، مصحف،
مہمل، منقطع، معلق، معضل، مدلس، معنعن، تابع، مختلف الحدیث، ناسخ منسوخ اور متوقف فیہ سب
شامل ہیں۔

اور کیا جامع صحیح بخاری پر علماء کے کئے ہوئے کلام تمہارے مد نظر نہیں؟ دارقطنی نے
بخاری پر سو سے زیادہ جگہوں میں اس کے احوال کو ٹٹولا ہے۔ (فیض الباری)
جسمیں ایک سو دس / ۱۱۰ وہ رجال ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے۔

^۱ « كما في مقدمة فيض الباري ص ۵۷ »

^۲ « كما في نخبة الفكر ، و حواشيها في مبحث ترجيح البخاري على مسلم » .

لا تخالف بین کتاب و السنۃ و شرح الفقہاء

و ألا ترى ما تكلّموا على أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري رحمه الله في مسألة الكلام و خلق القرآن فمن له أدنى ممارسة بالكتاب و السنّة ، و دراية الكتاب و السنّة عرف أنّ الفقه هو دراية الكتاب و السنّة ، و لا اختلاف بين الكتاب و السنّة ، و لا شرح الفقہاء ، و على الرّغم أنّ من لا معرفة له بالكتاب و السنّة دراية فهو عاجز عن مدارك الفقہاء و شرحهم بالكتاب و السنّة ، و اجتهادهم فلهم طنين على الفقه و الفقہاء كطنين الذّباب ، و لهم نعق على الفقه كنق الغراب ، و زعموا على شرح الكتاب و السنّة جيف الكلاب ، و جلبوا عليهما بخيلهم ، و رجلهم ، و زعموا أنّ شرح الفقہاء مخالف للكتاب و السنّة ، و مزعوماتهم الواهية هي شرح الكتاب و السنّة .

کتاب، سنّت اور فقہاء کی تشریح میں اختلاف نہیں

اور کیا مسئلہ کلام اور مسئلہ خلق القرآن میں امام بخاری رحمہ اللہ پر کیا گیا کلام تمہیں بھول گیا ؟ چنانچہ جس کا قرآن و سنت کے علم سے کچھ بھی تعلق ہو، اور کتاب و سنت کی پہچان رکھتا ہو وہ بخوبی جان سکتا ہے کہ فقہ کتاب و سنت کی معرفت کا ہی نام ہے اور کتاب و سنت اور فقہاء کی تشریح میں کچھ بھی اختلاف نہیں، تاہم بد قسمتی سے جس کو کتاب و سنت کی سمجھ ہی نہ ہو، بلکہ فقہاء کے مآخذ سے عاجز ہو جن سے فقہاء نے احکامات کا استنباط کیا ہے اور اسی طرح فقہاء نے جو کتاب و سنت کی تشریح کی ہے اور مسائل کا اجتہاد کیا ہے انہیں سمجھنے سے بھی عاجز ہو سو وہ فقہ اور فقہاء کے خلاف کسی کی طرح بہنہ بناتا ہی رہے گا۔ اور یہی ہو نگے جو فقہ کے خلاف کوئے کی طرح آوازیں کیں گے۔ جنہوں نے کتاب اور سنت کی تشریح کو کتوں کے مردار گوشت جیسا سمجھ رکھا ہے، اور ان دونوں کے خلاف اپنے پیادے اور شہسوار دوڑا رکھے ہیں اور یہ بد گمانی جمار کھی ہے کہ فقہاء کی تشریحات کتاب و سنت کے خلاف ہیں، اور انہی کا بے ہودہ اور مشکوک کلام کتاب اور سنت کی تشریح ہے۔

التقليد الشخصي والانتخاب من المذاهب كلاهما جائزان

و أمّا ما قالوا : في ذمّ التقليد الشخصي ، و يقولون له : التقليد الجامد ، و أقاموا فيه الاصطلاح فاعلم : أنّ الانتخاب من المذاهب ، و التقليد الشخصي كلّ واحد منهما جائز و لكن بملاحظة الشّروط كما هو المذكور في مواضعه .

قال الشّيخ رحمته اللّٰه : كلمة الحكمة ضالّة الحكيم فحيثما وجدها فهو أحقّ بها « أخرجه الترمذي »^۱ .

تقليد شخصی اور انتخاب من المذهب دونوں جائز ہیں

رہی یہ بات کہ تقلید شخصی کی مذمت کرتے ہیں اور اسکو تقلید جامد کہتے تھے اور اس میں اصطلاح قائم کی ہے سو جان لو کہ مذهب کا انتخاب اور تقلید شخصی دونوں جائز ہیں۔ لیکن چند شرطوں کا لحاظ رکھتے ہوئے جو اپنی جگہ ذکر کیں جائیں گی۔

آپ اللہ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے «ترجمہ»: فائدہ دینے والی بات دانش مند آدمی کا مطلوب ہوتی ہے لہذا جہاں وہ اسے پائے اس کا مستحق ہے۔ تو یہ حدیث اگرچہ غریب اور ضعیف ہے لیکن اصطلاح کے قیام کے لیے کافی ہے۔

فالحديث و إن كان غريبًا و ضعيفًا و لكن يكفي لإقامة
الاصطلاح .

و قال العَلَمَةُ: يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه
تحريف الغالين ، و انتحال المبطلين ، و تأويل الجاهلين « رواه البيهقي »^۱ .
فالحاصل أنّ الحقّ أولي بالتسليم و إن كان مع شخص واحد و
اتباع شخص لمذهب شخص بعينه لعجزه عن معرفة الشرع من غير جهته
إنما هو ممّا يسوغ له^۲ .

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے «ترجمہ»: کہ اس علم کو ہر آئندہ آنے والی
جماعت میں سے اس کے نیک (ثقة معتمد) لوگ حاصل کریں گے اور وہی اس کے ذریعے حد سے
گزرنے والوں کی تحریف کو "باطل پرستوں کی افتراء پر دازی کو اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے
حاصل یہ ہوا کہ حق زیادہ لازم ہے کہ تسلیم کیا جائے اگرچہ ایک شخص کے پاس کیوں نہ ہو، اور کسی
شخص کا دوسرے کی تابعداری کرنا اس کے لئے جائز ہے، جب وہ شریعت کی معرفت میں عاجز ہو، اس
کی یہ عاجزی اس کے اپنے جانب سے نہ ہو۔

^۱ «المشکوۃ ص ۳۶» .

^۲ «مجموع الفتاوی ص ۲۰۹ / ج ۲۰» .

لا يجوز ترجیح مسئلة بحسب هوى النفس بل لا بد فيه من العلم

العمیق العریض

لكن إن كان الرجل مقلداً فليكن مقلداً لمن يترجح عنده أنه أولى بالحق فإن كان مجتهداً اجتهد ، و اتبع ما يترجح عنده أنه الحق ، و لا يكلف الله نفساً إلا وسعها ، و قد قال تعالى : ﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾^۱ . و لكن عليه أن لا يتبع هواه ، و لا يتكلم بغير علم ، قال تعالى : ﴿ هَآأَنْتُمْ هَؤُلَاءِ حَآجَجْتُمْ فِیْهَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ ﴾^۲ ، و قال تعالى : ﴿ يُجَادِلُونَكَ فِی الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ ﴾^۳ .

نفس کی خواہش سے کسی مسئلے کو ترجیح دینا جائز نہیں بلکہ اسمیں گہرے علم کا ہونا ضروری ہے

لیکن اگر کوئی مقلد ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اسی کا مقلد بنے جو اسے رائج اور حق کے زیادہ لائق نظر آتا ہو چنانچہ اگر مجتہد ہے تو اجتہاد کرے اور جو اس کے ہاں رائج ہو کہ یہ حق ہے اس کی تابعداری کرے ، اور اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر اس کی وسعت کے مناسب اور تحقیق اللہ نے ارشاد فرمایا ہے : « ترجمہ » : اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے ، لیکن یہ واجب کے درجے میں ہے کہ خواہش کی تابعداری نہ کی جائے اور نہ بے سمجھی سے بات کی جائے ، فرمان باری تعالیٰ ہے "وہ تجھ سے جھگڑتے ہیں حق بات میں اس کے ظاہر ہونے کے بعد

^۱ « سورة التغابن ۱۶ » .

^۲ « سورة آل عمران ۶۶ » .

^۳ « سورة الأنفال ۶ » .

و ما من إمام إلا لهو مسائل يترجّح فيها قوله على قول غيره ، و لا يعرف هذا التفاضل إلا من خاض في تفاصيل العلم ، و قال الشوكاني : الاجتهاد يقابله التقليد كما مرّ ، هذا تفصيل في التقليد لشخص .

الانتخاب من المذاهب والانتقال من مذهب إلى مذهب يجوز بعد

تعمق النظر ، والحاجة الداعية إليه

و أمّا الانتخاب من المذهب و في تبعه مسألة الرجوع من المذهب .
وإن كان المعروف أن لا يجوز الانتخاب من المذهب ، و لا الرجوع
من المذهب.....

اور ہر امام کے کچھ ایسے مسائل ہوتے ہیں جنہیں وہ اپنے قول کو غیر کے اقوال پر رائج سمجھتا ہے، اور اس برتری کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے علم کی تفصیلات میں غوطہ لگایا ہو، شوکانی نے کہتے ہیں کہ اجتہاد کا مقابل تقلید ہے جیسا کہ گزر چکا، یہ تو کسی شخص کی تقلید کرنے کی بات ہوئی۔

مذہب کا انتخاب کرنا اور مذہب سے انتقال دقیق نظر اور ضرورت داعیہ کے بعد

جائز ہے

رہا مذہب کا انتخاب کرنا اور اس کی تبعیت میں رجوع من المذہب کا مسئلہ، اگرچہ مشہور یہ ہے کہ انتخاب من المذہب ناجائز ہے، اور اسی طرح مذہب سے رجوع کرنا بھی درست نہیں۔

و لكنّ التّحقیق أنّ الانتقال من المذهب و كذا الرجوع من المذهب جائز .

و تحقیقہ أنّ المسائل من مذهب واحد تكون متّسقة أعني به أنّه تكون بينها سلسلة ، و ارتباط في ذهن المجتهد فإذا خلط في هذه المسائل يعمل تارة بهذا ، و أخرى بهذا فيلزم التناقض ، و إن لم يبدو في بادي الرّأي لأنّها ربما تبني على أصول مختلفة يخالف أحدهما الآخر ، فإذا عمل بتلك المسائل كلّها ابتلى في التناقض من حيث لا يدريه فإنّ تلك المسائل ، و إن لم تكن متناقضة إلّا أنّ الأصول الّتي تتفرّع عليها تلك المسائل تكون متناقضة ، فلا يلوح التناقض بين تلك المسائل في بادي الرّأي مع أنّه متحقّق بعد الإمعان

لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ مذہب کا انتخاب کرنا اور اسی طرح مذہب سے رجوع دونوں جائز ہیں، اس بات کی تحقیق یہ ہے کہ ایک مذہب کے مسائل مربوط ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے درمیان مجتہد کے ذہن میں تسلسل اور ربط ہوتا ہے اور جب یہ مسائل خلط ملط ہوں تو کبھی اس پر عمل ہوتا ہے اور کبھی اس پر چنانچہ تناقض پیدا ہو جاتا ہے اگرچہ سرسری نظر سے یہ تناقض دکھائی نہیں دیتا (تناقض اس لئے) کیونکہ بسا اوقات یہ مسائل ایسے مختلف اصول پر مبنی ہوتے ہیں جن میں ایک اصل دوسرے کے خلاف ہوتا ہے، چنانچہ جب مقلد ایسے مختلف مسائل پر عمل کرتا ہے تو تناقض میں ایسے مبتلا ہو جاتا ہے کہ اسے پتہ بھی نہیں چلتا۔ وجہ یہ ہے کہ یہ مسائل اگرچہ ایک دوسرے سے تناقض نہیں مگر وہ اصول جن پر یہ مسائل متفرع ہوتے ہیں وہ تناقض ہونگے، چنانچہ سرسری نظر سے اس میں تناقض ظاہر نہیں ہوگا، حالانکہ گہری نظر کے بعد تناقض متحقّق ہوتا ہے۔

و قال ابن تیمیۃ فی مجموع الفتاوی : و انتقال الإنسان من قول إلى قول لأجل ما تبین له من الحقّ هو محمود فیہ^۱ .

و قال رحمہ اللہ : و أمّا إن كان انتقاله من مذهب إلى مذهب لأمر دینیّ مثل أن یتبّین رجحان قول علی قول فیرجع إلى القول الذی یری أنّه أقرب إلى اللہ و رسوله فهو مثاب علی ذلك ، بل واجب علی کلّ أحد إذا تبّین له حکم اللہ و رسوله فی أمر أن لا يعدل عنه ، و لا یتّبع أحدًا فی مخالفة اللہ و رسوله^۲ .

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع الفتاوی میں کھا ہے: کہ انسان کا ایک قول سے دوسرے قول کی طرف اس وجہ سے انتقال کرنا کہ اس کو اسی میں حق ظاہر ہو چکا ہے یہ قابل تعریف ہے۔ اور آپ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے: کہ دینی معاملے کی وجہ سے ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی جانب انتقال کرنا مثلاً ایک قول کی ترجیح دوسرے پر معلوم ہو جائے تو اس قول کو لوٹے جس کے بارے میں رائے یہ ہو کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب ہے، تو اس پر اس کو ثواب ملتا ہے۔

بلکہ ہر کسی پر یہ واجب ہے کہ جب وہ کسی معاملے میں اللہ اور اللہ کے رسول کا حکم پاوے اس سے اعراض نہ کرے اور اللہ اور رسول کے خلاف کسی کی اتباع نہ کرے۔

^۱ « مجموع الفتاوی ص ۲۱۳ » .

^۲ « مجموع الفتاوی ص ۲۲۳ / ج ۲۰ » .

فالحاصل : أنّ الانتقال من المذهب و الانتقال من قول إمام إلى قول إمام آخر يجوز للعالم المتبحر كما قيل في عقد الجيد : فصل في المتبحر في المذهب ، و هو الحافظ لكتب مذهبه من شرطه أن يكون صحيح الفهم عارفاً بالعربية ، و أساليب الكلام و مراتب الترجيح متفطناً لمعاني كلامهم لا يخفى عليه غالباً تقييد ما يكون مطلقاً في الظاهر و المراد منه المقيّد ، و إطلاق ما يكون مقيّداً في الظاهر و المراد منه المطلق ^۱ .

حاصل یہ نکلا کہ انتقال کسی مذهب سے دوسرے مذهب کی طرف اور ایک امام کے قول سے دوسرے امام کے قول کی طرف تبحر عالم کے لئے جائز ہے جیسا کہ عقد الجید میں کھایا ہے (فصل فی المتبحر) تبحر فی المذهب وہ شخص ہے جو اپنے (امام مجتہد کے) مذهب کی کتابوں کا حافظ ہو، اور اس کیلئے شرط یہ ہے کہ فہم سلیم رکھتا ہو، عربی زبان اور اس کے اسالیب سے باخبر ہو اور (امام مجتہد کے مختلف اقوال میں) ترجیح کے مراتب پہچانتا ہو، فقہاء کے کلام کے معانی بخوبی سمجھتا ہو اور ایسی عبارتیں جو بظاہر مقید ہوتی ہیں لیکن ان سے مراد اطلاق ہوتا ہے وہ اس پر عمومی طور سے مخفی نہ رہ سکیں۔

و قال : إذا وجد المتبحر في المذهب حديثًا صحيحًا يخالف مذهبه فهل له أن يأخذ بالحديث ، و يترك هـ مذهبه في تلك المسئلة ؟
في هذه المسئلة بحث طويل ، و أطال فيها صاحب خزانة الروايات نقلًا عن دستور المساكين ^۱ .

فيستفاد من تتبع أقوال الأئمة المذكورة أنه يشترط للانتقال من المذهب ، و الانتخاب من المذهب شروطًا .

اور کھا ہے (صاحب عقد الجید) نے ”جب تبصر فی المذہب کو کوئی ایسی صحیح حدیث مل جائے جو اس کے مذہب کے خلاف ہو تو کیا اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ حدیث پر عمل کرے اور اس مسئلے میں اپنے مذہب کو چھوڑ دے، اس موضوع پر طویل بحثیں ہوئی ہیں۔ اور خزانۃ الروایات کے مصنف نے دستور المساکین سے نقل کر کے اس کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔
چنانچہ مذکورہ ائمہ کے اقوال سے بطریقہ تتبع معلوم ہوا: کہ انتقال و انتخاب من المذہب کے لیے چند شروط ہیں :

بیان شروط الانتقال من المذهب إلى مذهب ، والا انتخاب من المذاهب

- ۱ . أن يكون عالمًا متبحرًا .
- ۲ . و يجد نصًّا .
- ۳ . أن يكون النصّ صريح الدلالة .
- ۴ . غير متعارض بنصّ آخر .
- ۵ . أن يكون عالمًا بالجمع بين النصوص المتعارضة .
- ۶ . و لا يخالف إجماع الأمة .

مذہب کے انتخاب اور انتقال کے لئے شرائط

- ۱: یہ کہ (انتقال کرنے والا) متبحر عالم ہو۔
- ۲: نص پانے والا ہو۔
- ۳: نص اپنے مدلول پر صراحتاً دلالت کرتی ہو۔
- ۴: کسی دوسرے نص سے تعارض نہ ہو۔
- ۵: (یہ صاحب انتقال) تعارض رکھنے والی نصوص کے درمیان تطبیق کا علم رکھتا ہو۔
- ۶: اور اجماع امت کی خلاف ورزی نہ کر رہا ہو۔

مطلب ما فی کتب الفقہ من عدم الرجوع بعد العمل

ثمّ ما فی کتب الفقہ أنّ الرجوع من التّقلید بعد العمل غیر جائز
 لیس معناه ما فہمہ بعض القاصرین أنّه لا یجوز کون الشّافعیّ حنفیّاً أو
 بالعکس ، و کذا لیس معناه عدم جواز ترک التّحقیق بعد سنوح تحقیق
 آخر خلافہ ؛ لأنّہ یجوز التّحوّل من مذهب إمام إلى مذهب إمام آخر
 إن بدا له و دعتہ حاجة ، و کذا یجوز للمجتہد أن یتّرك تحقیقہ

فقہ کی کتب میں لکھے گئے اس قول کا مطلب کہ عمل کے بعد رجوع جائز نہیں

پھر فقہ کی کتب میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ عمل کے بعد تقلید سے رجوع کرنا جائز نہیں سو اس کا معنی یہ
 نہیں جو بعض کوتاہ فہم لوگوں کی غلط فہمی ہے کہ شافعی کیلئے حنفی ہونا جائز نہیں یا اس کے برعکس اسی
 طرح اس کا معنی یہ بھی نہیں کہ ایک تحقیق کو دوسری تحقیق کے ظاہر ہونے کے بعد بھی ترک کرنا
 جائز نہیں جب وہ پہلی تحقیق کے مخالف ہو، کیونکہ ایک امام کے مذہب سے دوسرے امام کے مذہب
 کی طرف انتقال یہ جائز ہے اگر اس کو حق اس میں نظر آتا ہو اور ضرورت درپیش ہو، ایسے ہی مجتہد کے
 لئے بھی جائز ہے کہ وہ اپنی تحقیق چھوڑ کر

و یختار الجانب الآخر إن رأى فيه الصواب فإن الشافعي كان قائلاً بعدم وجوب الفاتحة على المقتدي في الجهرية ثم رجع عنه ، و اختار وجوبها قبل وفاته بسنتين ، فهذا أيضاً جائز ، بل معناه أنه اختار تحقيقاً في مسألة ، ثم عمل عملاً لم يكن صحيحاً على هذا التحقيق ، و أراد أن يطلب له صورة الصّحة ، فقال : إني أختار تحقيقاً آخر في تلك المسألة بعينها تصحيحاً لعمله فإنه يجوز^۱ .

و بالجملة : الاجتهاد و التّخريج عند المحققين يتجزّء ، و على هذا العلماء المحققين قديماً ، و حديثاً و هو الذي وصّى به أئمة المذاهب .

دوسری جانب کو مختار کر لے اگر درستی اس میں دیکھتا ہو۔ بے شک امام شافعی رحمہ اللہ مقتدی پر جسری نمازوں میں فاتحہ کے واجب نہ ہونے کے قائل تھے، پھر اس سے رجوع کر لیا، اور اپنے وفات سے ۲ سال پہلے وجوب کا قول فرمایا یہ بھی جائز ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے، کہ محقق نے ایک مسئلہ میں ایک تحقیق کو مختار جانا اور پھر اس پر عمل بھی کیا جو کہ اس موجودہ تحقیق کے مطابق صحیح نہ تھا ، اور ارادہ کر لیا کہ اس کی درستی کی کوئی صورت بنالوں تو کھا کہ میں اس مسئلہ میں ایک اور تحقیق کو مختار کرتا ہوں، اپنے عمل کی درستی کے واسطے، سو یہ جائز ہے۔

بالجملہ اجتہاد اور تخریج محققین کے نزدیک جزوی طور سے حاصل ہوتی ہے اور اسی پر زمانہ قدیم و جدید کے محققین علماء قائل ہیں، اور اسی پر ائمہ مذہب کی وصیتیں ہیں۔

^۱ « فیض الباری ص ۳۵۳ / ج ۱ » .

وصایا العلماء المجتہدین المتبوعین

روی عن أبي حنيفة رحمه الله أنه كان يقول : لا ينبغي لمن لم يعرف دليلي أن يفتي بكلامي^۱.

و كان رحمه الله إذا أفتى يقول : هذا رأي نعمان بن ثابت يعني نفسه ، و هو أحسن ما قدرنا عليه فمن جاء بأحسن منه فهو أولى بالصواب .

و كان إمام مالك رحمه الله يقول : ما من أحد إلا و هو مأخوذ من كلامه ، مردود عليه إلا رسول الله ﷺ^۲ .

ان مجتہدین کی وصیتیں جنکی تابعداری کی گئی

امام صاحب رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ فرماتے کہ کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ میرے دلیل کو جاننے کے بغیر میرے کلام پر فتویٰ دے، (المیزان) اور آپ رحمہ اللہ جب فتویٰ دیتے فرماتے تھے "یہ نعمان بن ثابت کی رائے ہے، اپنا نفس مراد لیتے، ہم نے جو جانچا ہے اس میں بہتر یہی ہے اور جو اس سے بہتر لایا وہ درستگی کے زیادہ لائق ہوگا، امام مالک رحمہ اللہ فرماتے تھے کوئی شخص نہیں مگر اس پر اس کے کلام میں مواخذہ کیا جائے گا اور خطا کار ٹھرایا جائے گا سوائے اللہ کے رسول ﷺ کے۔

^۱ « ذكره الشعراي في الميزان ص ۵۸ / ج ۱ » .

^۲ « جامع البيان لابن عبد البر ص ۹۱ / ج ۲ » .

و روى الحاكم و البيهقي عن الشافعي أنه كان يقول : إذا صحَّ الحديث فهو مذهبي .

و في رواية : إذا رأيتم كلامي يخالف الحديث فاعملوا بالحديث ، و اضربوا كلامي الحائط .

و قال يوماً للمزني : يا أبا إبراهيم لا تقلدني في كلِّ ما أقول ، و انظر في ذلك لنفسك فإنه دين ، و كان رحمه الله يقول : لا حجة في قول أحد دون رسول الله ﷺ و إن كثروا ، و لا في قياس و لا في شيء و ما ثمَّ إلَّا طاعة الله و رسوله بالتَّسليم .

حاکم اور بیہقی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے: فرما رہے تھے کہ جب حدیث صحت کے درجے کو پہنچے یہی میرا مذہب ہے ایک روایت میں ہے جب تم لوگ میرے کلام کو حدیث کے مخالف پاؤ تو حدیث پر عمل کرو، اور میرے قول کو دیوار پر دے مارو، ایک دن مزنی کو فرمایا کہ اے ابو ابراہیم! ہر بات میں میری تقلید مت کیا کرو بلکہ اس میں اپنے نفس کو بھی دیکھ لیا کرو کہ یہ دین ہے۔ اور آپ رحمہ اللہ فرماتے تھے اللہ کے رسول کے سوا کسی کے قول میں دلیل نہیں اگرچہ بہت زیادہ کیوں نہ ہوں۔ اور نہ قیاس میں اور نہ کسی اور چیز میں، اور یہاں پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طاعت تسلیم کرنے کے علاوہ کچھ نہیں۔

« ذكره الشَّعْرَانِي فِي الْمِيزَان ص ٥٧ / ج ١ ، و ذكره الْفَلَانِي فِي أَيْقَاضِ الْهَمَم ص ١٠٧ . »

« الْمَنَاقِبُ لِلْبِيهَقِيِّ ص ٤٧٢ / ج ١ ، و إعلَامُ الْمَوْقَعِينَ ص ٢٨٥ / ج ٢ . »

و کان إمام أحمد بن حنبل رحمه الله يقول : ليس لأحد مع الله و رسوله كلام .

و قال أيضًا لرجل : لا تقلّدني و لا تقلّدن مالکًا و لا الأوزاعي و لا النخعي و لا غيرهم ، و خذ الأحكام من حيث أخذوا من الكتاب و السنّة ، و لا ينبغي لأحد أن يفتي إلّا أن يعرف أقوال العلماء في فتاوى الشرعيّة ، و يعرف مذاهبهم فإن سئل عن مسألة يعلم أنّ العلماء الذين يتّخذ مذاهبهم قد اتّفقوا عليها ، فلا بأس بأن يقول : هذا جائز ، و هذا لا يجوز و يكون قوله على سبيل الحكاية و إن كانت مسألة قد اختلفوا فيها فلا بأس بأن يقول : هذا جائز في قول فلان ، و هذا لا يجوز في قول فلان

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے تھے کوئی حقدار نہیں کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے

ساتھ کلام کرے۔

اور آپ رحمہ اللہ نے ایک شخص کو کھا کہ میری تقلید مت کرو نہ مالک کی نہ اوزاعی کی نہ نخعی کی اور نہ انکے علاوہ کی اور احکام کو وہاں سے لولو جہاں سے انہوں نے لیے ہیں۔ یعنی کتاب اللہ اور سنت اور کسی کے لیے بھی مناسب نہیں کہ وہ فتویٰ دے مگر یہ کہ شرعی فتاویٰ میں علماء کے اقوال کو جاننے والا ہو، اور ان کے مذاہب کو جاننے والا ہو، چنانچہ اگر اس سے کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا جائے تو وہ جانتا ہوگا، کہ وہ علماء جنکے مذاہب پر عمل کیا گیا ہے، انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا ہے، تو کوئی حرج نہیں کہ وہ کہہ دے کہ یہ جائز ہے، اور ناجائز ہے اور اس کا یہ قول بطور حکایت و نقل ہوگا۔

و ليس له أن يختار ، فيجب بقول بعضهم ما لم يعرف حجته^۱ .
و عن أبي يوسف ، و زفر و غيرهما رحمهم الله أنهم قالوا : لا يحل
لأحد أن يفتي بقولنا ما لم يعلم من أين قلنا .
قيل لعصام بن يوسف : إنك تكثر الخلاف لأبي حنيفة رحمه الله
، قال : لأنّ أبا حنيفة أوتي من الفهم ما لم نؤت ، فأدرك بفهمه ما لم
ندرک ، و لا يسعنا أن نفتي بقوله ما لم نفهم^۲ .

اور اگر مسئلہ ایسا ہو جس میں علماء نے اختلاف کیا ہو تو کوئی حرج نہیں کہ وہ کہہ دے ، یہ
فلاں کے قول کے مطابق جائز ہے اور فلاں کے قول کے مطابق جائز نہیں۔ اور اس کے لیے یہ جائز نہیں
کہ کسی مسئلے کو مختار ٹھہرائے اور بعض کے قول کے مطابق اس کو واجب قرار دے جب تک کہ اس کی
دلیل کو نہ سمجھا ہو۔

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ زفر رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ کسی کے لیے حلال نہیں کہ
ہمارے قول پر فتویٰ دے جب تک اس کو اس کا علم نہ ہو کہ ہم نے کھاں سے قول کیا ہے۔
عصام بن یوسف سے کھا گیا: کہ آپ امام صاحب کی بہت زیادہ مخالفت کرتے ہو، انہوں
نے جواب میں کھا: کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو فہم کا وہ درجہ عطا کیا گیا ہے جو ہم کو
نہیں ملا، چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے اپنے فہم سے ایسی چیزوں کا ادراک کیا جن کا ہم ادراک نہ کر سکے، اور
ہمارے لیے اس بات کی گنجائش نہیں کہ آپ کے قول کو سمجھے بغیر اس پر فتویٰ دے دیں۔

^۱ « إعلام الموقعين ص ۲۰۰ / ج ۲ و ذكره الفلاني في أيقاظ الهمم ص ۱۱۳ » .

^۲ « و ذكره الفلاني في أيقاظ الهمم ص ۵۲ ، بحواله عقد الجيد ص ۱۵۷ ، ۱۵۸ حاصلًا ،

العمل بالاحتیاط امر آخر ، والتلاعب شیئ آخر

نعم ! ههنا أمر آخر و هو العمل بالتبعض بأن يحمل النصوص بما هو الأحوط بأن يحمل أحدهما بحال ، و الآخر على حال كما قالوا في الظهر : بالمثل الأول ، و المثل الثاني فلا ينبغي تأخير الظهر من المثل الثاني ، و لا تقلسم العصر من المثل الثاني ، و كذا لا ينبغي تأخير المغرب من الشفق بمعنى الحمرة ، و تقلسم العشاء من الشفق بمعنى البياض .

احتیاط برتنا اور چیز ہے جبکہ دین کا مذاق اڑانا جدا چیز ہے

ہاں ! اس مقام پر ایک اور بات قابل غور ہے اور وہ یہ کہ تبعض پر عمل کیا جائے جس کی صورت یہ ہوگی کہ نصوص کو احتیاط پر محمول کیا جائے مثلاً ایک نص ایک حالت پر اور دوسری کسی اور حالت پر محمول کی جائے۔

جیسا کہ فقہاء نے (نماز) ظہر کے بارے میں کھا ہے، کہ مثل اول میں پڑھی جائے اور مثل ثانی میں (بنا بر اختلاف)۔

چنانچہ ظہر کی تاخیر مثل اول سے اور عصر کی تقدیم مثل ثانی پر کرنا غیر مناسب ہے، اسی طرح غیر مناسب ہے کہ مغرب کو شفق (جب سرخی مراد لی جائے) سے مؤخر کیا جائے اور عشاء کو شفق (بمعنی سفیدی) پر مقدم کیا جائے۔

و أمّا عند فقدان هذه الشّروط لا يجوز الانتخاب من المذهب لأنّ هذا ليس الانتخاب من المذهب بل تلاعب بالمذهب ، و هم الذّین اتّخذوا دینهم لهوًا و لعبًا و غرّتهم الحیوة الدّنیة .

و قد نصّ الإمام أحمد رحمہ اللہ و غیرہ علی أنّه لیس لأحد أن یعتقد الشّیء واجبًا ، أو حرامًا ثمّ یعتقدہ غیر واجب أو محرّم بمجرد هواہ^۱ .

رہا ان شرط کا نہ ہونا، تو ایسی صورت میں کسی دوسرے مذہب کا انتخاب کرنا ناجائز ہے، کیونکہ یہ کسی دوسرے مذہب کا انتخاب کرنا نہیں بلکہ دین کا مذاق کا اڑانا ہے۔ اور یہی وہ طبقہ ہے جنہوں نے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔

اور بلاشبہ امام احمد رحمہ اللہ اور باقی ائمہ نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی چیز کے واجب یا حرام ہونے کا عقیدہ رکھے، پھر اس کے برعکس واجب اور حرام نہ ہونے کا اعتقاد محض خواہش کی بنیاد پر بنالے۔

اقوال العلماء فی ذمّ الانتقال المذموم

و قال رحمہ اللہ : أو الانتقال عن قول إلى قول لمجرد عادة و اتباع هوى فهذا مذموم^۱ .

و قال رحمہ اللہ : لا ريب أن التزام المذاهب و الخروج إن كان لغير أمر ديني مثل أن يلتزم مذهبًا لحصول غرض دنيوي من مال أو جاه و نحوه ذلك فهذا مما لا يحمد عليه بل يذم عليه في نفس الأمر^۲ .

و قال رحمہ اللہ : لأنّ ذلك يفتح باب التلاعب بالدين و فتح الذريعة إلى أن يكون التحليل و التحريم بحسب الأهواء^۳ .

مذموم انتقال کی مذمت میں علماء کے اقوال

(ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے) کھا ہے انتقال کسی قول سے دوسرے قول کی جانب صرف عادت یا خواہش کی تابعداری کی وجہ سے مذموم ہے۔

اور فرماتے ہیں : اس بات میں شک کی گنجائش نہیں کہ کسی مذہب کو لازم تھا منا اور مذہب سے نکلنا اگر کسی دینی معاملے کی بنیاد پر نہ ہو مثلاً کسی مذہب کا التزام دنیوی غرض کے لئے کیا جائے جیسے مال اور جاہ وغیرہ کے لئے تو یہ قابل ستائش نہیں بلکہ نفس الامر میں بھیانک اور مذموم فعل ہے۔ اسی طرح فرماتے ہیں "اس لئے کہ یہ دین کے ساتھ مذاق کرنے کا دورازہ کہلواتا ہے، اور حلال و حرام کو خواہش کے مطابق کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

^۱ الفتاویٰ الکبریٰ ص ۲۱۴ / ج ۲۰ « .

^۲ الفتاویٰ الکبریٰ ص ۲۲۲ / ج ۲۰ « .

^۳ الفتاویٰ الکبریٰ ص ۲۸۵ / ج ۲۰ « .

و قال أبو إسحاق الشَّاطِبي رحمه الله : و لست مِّن يحمل النَّاسَ
 على غير المعروف المشهور من مذهب مالك و أصحابه لأنَّ الورع قلٌّ ،
 بل كاد يعدم ، و التَّحفظ على الدِّينات كذلك ، و كثرت الشَّهوات ،
 و كثر من يدَّعي العلم ، و يتجاسر على الفتوى به فلو فتح لهم باب في
 مخالفة المذهب لا تسع الخرق على الرَّاقع ، و هتكوا حجاب هيبة المذهب
 ، و هذا من المفسدات اللَّتي لا خفاء بها^۱ .

جبکہ ابن اسحاق الشاطبی رحمہ اللہ ”موفقات“ میں ذکر فرماتے ہیں : کہ میں لوگوں کو اس
 بات پر آمادہ نہیں کر سکتا کہ وہ امام مالک رحمہ اللہ اور آپ کے ساتھیوں کے غیر مشہور اقوال پر عمل کریں
 ، اس لئے کہ تقویٰ میں کمی آگئی ہے ، بلکہ تقریباً نایاب ہو چکا ہے ، اس طرح دینداری کے تحفظ
 کا احساس کم ہو چکا ہے ، لوگوں کی خواہشات بڑھ گئیں ہیں ، علم کے دعویدار بکثرت ہیں ۔ جو فتویٰ دینے
 کے معاملے میں نہایت جری و بیباک ہیں ۔ لہذا اگر ان کے لئے مذہب مالکی کی مخالفت کا دروازہ کھولا گیا
 تو اصلاح کی کوشش سے فساد اور بڑھ جائیگا مذہب کے حجاب کا پردہ لوگ چاک کر ڈالیں گے ، اور یہ ایک
 ایسا مفسدہ ہے ، جس میں کوئی پوشیدگی نہیں ۔

أصحاب الهوى يتتبعون زلات الفقهاء ، ويكذبون معها مائة

كذبة كما هي عادة الملاحدة والإباحية

لأنهم الذين يتتبعون الزلات في الفقه و أقوال الفقهاء يكذبون معها مائة كذبة تقطيعاً و تلبيساً و تدليساً من عند أنفسهم ، و لهم فضائح في ذلك و تزويرات ، و لكن هذا المختصر لا يمكن أن يجمع فيه أمثلة تزويراتهم و تلبيساتهم و تقطيعاتهم .

خواہش پرست لوگ علماء کی زلات کے پچھے پڑتے ہیں اور اسکے ساتھ سو جھوٹ

ملاتے ہیں جیسا کہ ملحدین اور اباحیہ کی عادت ہے

" کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو فقہ اور فقہاء کے اقوال میں زلات کی تلاش کر کے اس کے ساتھ

اپنی جانب سے بطور تقطیع ، اور تلبیس و تدلیس کے سو جھوٹ ملا لیتے ہیں۔ اور اس میں ان کے رسوا کن طریقے اور چالیں بھی شامل حال ہوتی ہیں۔

لیکن یہ ایک مختصر رسالہ ہے ، اس میں انکے مکر و فریب ، تلبیسات اور کلام میں کانٹ چھانٹ

کر کے اپنے مقصد کی برآری کرنا ، ان تمام اشیاء کا بیان نہیں ساسکتا۔

و هذا من عادة الملاحدة ، و الإباحية كما قال مولانا عبد الحي
 الكهنوي رحمه الله في إفساد هم في الآثار المرفوعة :
 و لكن خلق الله للحروب رجالاً
 و رجالاً لقصة و ثريد
 من تصدّى لخدمة الدين عوتب ، و لكن العاقبة لهم كما قيل :
 من الذي ينجوا من الناس سالمًا
 و للناس قال بالظنون و قيل
 يا ناطح الجبل العالي ليكلمه
 اشفق على الرأس لا تشفق على الجبل

اور یہ ملحدین اور اباحیہ کی عادات میں سے ہے: جیسا کہ عبد الحی الکهنوی رحمہ اللہ نے آثار
 مرفوعہ میں ان کی فساد کے ظاہر کرنے کے بارے میں لکھا ہے: شعر: ؕ
 «ترجمہ»: ”اللہ تعالیٰ نے کچھ انسانوں کو تو جنگوں کیلئے پیدا فرمایا ہے، اور بعض کو پیالوں
 اور چوری کیلئے بھی۔“

جو دین کی خدمت کیلئے بڑھے ہیں۔ وہ عتاب زدہ ہوئے ہیں، لیکن بہتر انجام انہی کا ہے، جیسا
 کہ کھا گیا ہے:

شعر: ؕ

«ترجمہ»: ”کون ہے جو لوگوں میں سلامتی کیساتھ نجات حاصل کر لے، کیونکہ لوگ تو
 اپنے گمانوں کے مطابق قیل قال کرتے رہتے ہیں۔ اے بلند پہاڑ کو زخمی کرنے کے ارادے سے ٹکر لینے
 والے، اپنے سر پر خوف کہا پہاڑ پر شفقت مت کر۔“

الحصر فی المذاهب الأربعة من أجل القبول من الله ، والفضل من الله

و قيل اعتراضاً على الحصر في المذاهب الأربعة : بأنه لا نصّ من الشارع على المذاهب الأربعة ؟
فجوابه : أنّ القبول من الله تعالى كما في الخبر عن نافع قال : قال أبو هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال : إذا أحبّ الله العبد نادى جبرئيلُ : إنّ الله يحبّ فلاناً فأحبّه فيحبّه جبرئيلُ فينادي جبرئيلُ في أهل السماء : إنّ الله يحبّ فلاناً فأحبّوه فيحبّوه أهل السماء ، ثمّ يوضع له القبول في الأرض^۱ .

مذاهب فقط ان چار میں محصور ہیں کہ انکو اللہ نے قبولیت اور فضیلت دی ہے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مذاهب فقط ان چار میں محصور ہیں۔ پر شارع کی طرف سے تو ان چاروں کے بارے میں تو کوئی نص موجود نہیں ؟ چنانچہ جواب یہ ہے کہ مقبولیت اللہ کی جانب سے ہوتی ہے :

جیسا کہ نافع رحمہ اللہ سے خبر منقول ہے ، فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے ارشاد نقل کر کے فرمایا ”جب اللہ کسی بندے کیساتھ محبت کا اظہار فرماتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو متوجہ فرماتا ہے : کہ اللہ فلاں کیساتھ محبت کرتا ہے ، جبرئیل علیہ السلام آسمان والوں میں اعلان کر دیتے ہیں ، کہ اللہ فلاں کے ساتھ محبت کرتا ہے تم بھی اس کے ساتھ محبت کرو چنانچہ وہ آسمان والوں کا محبوب بن جاتا ہے پھر زمین میں بھی اسکی مقبولیت آ جاتی ہے۔

^۱ « البخاري ص ۲۵۶ / حديث رقم ۳۱۰۵ » .

و أَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ، وَ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ .
 فَلَا يَنْبَغِي الْإِنْكَارُ مِنْ فَضَائِلِ مَنْ اخْتَصَّهُ اللَّهُ تَعَالَى بِرَحْمَتِهِ كِإِنْكَارِ
 الشَّيْعَةِ مِنْ فَضِيلَةِ الشَّيْخِينَ ، وَ إِنْكَارِ الْبَعْضِ مِنْ مَحَبَّةِ الْخَتَنِينَ ، وَ إِنْكَارِهِمْ
 عَنْ فَضِيلَةِ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، وَ إِنْكَارِ الْبَعْضِ عَنْ صَحَّةِ
 صَحِيحِ الْبُخَارِيِّ فَفَضِيلَةُ الْأُئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ ثَابِتَةٌ ، وَ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ
 يَحْسُدَهُمْ بِهَذِهِ الْفَضِيلَةِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى : ﴿ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ
 اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ﴾^۱ .

اور بے شک فضیلت اللہ کے اختیار میں ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنی
 رحمت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔

چنانچہ جس کو اللہ نے اپنی مہربانی سے خصوصیت دی ہو، اس کے فضائل سے
 انکار کرنا بے جا ہے، جیسے شیعہ شیخین رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے منکر ہیں، اور بعض ختنین رضی اللہ عنہما کی محبت کے۔
 اور یہی لوگ ام المؤمنین عائشہ کی فضیلت کے بھی منکر ہیں، اور اسی طرح بعض لوگ صحیح بخاری کی
 صحت سے انکار کر دیتے ہیں، لہذا چاروں ائمہ کی فضیلت برحق ہے۔ اور کسی بھی کے لیے مناسب نہیں
 ہے کہ وہ ان فضائل کی وجہ سے ان کے ساتھ حسد کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: «ترجمہ»: حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس پر جو دیا ہے اللہ
 نے ان کو اپنے فضل سے۔

فنقل المذاهب الأربعة بقدر المشترك تواتراً ، و قال الشّاه ولیّ اللّٰه
 الدّهلوی : و بالجملة فالمذهب للمجتهدین سرّ ألهمه اللّٰه تعالیٰ العلماء ،
 و جمعهم علیه من حیث یشعرون ، أو لا یشعرون^۱ .
 اللّٰهم أرنا الحقّ حقّاً وارزقنا اتّباعه ، و أرنا الباطل باطلاً و ارزقنا
 اجتنابه .

چنانچہ مذاہب اربعہ کا تواتر نقل ہونا بطریقہ قدر مشترک کے ہے۔
 شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جسکا خلاصہ یہ کہ مجتہدین کے مذہب کی پابندی ایک
 راز ہے جسے اللہ نے علماء کے دل میں ڈالا اور شعوری یا غیر شعوری طور پر سے ان کو اس پر متفق کر ڈالا۔
 اے رب ہمیں حق کو حق ہی سمجھنے کی توفیق عطا فرما اور اس کی تابعداری نصیب کر، اور باطل ہمیں
 باطل ہی دکھا اور ہمیں اس سے کوسوں دور کر دے۔

^۱ « الإنصاف ص ۶۳ ، تقلید کی شرعی حیثیت ص ۷۶ » .

جملة الکلام فی المناظرة مع من يدعی التمسک بالکتاب و السنة

و بالجملة هذا بعض تفصیل المناظرة مع من يدعی التمسک بالکتاب و السنة و له عرض عریض فینبغي الیقظة حین المناظرة ، و تحریر محلّ النزاع ، و بهذا اکتفی معرضاً عن الوضاحة بالأمثلة ؛ لأنّ الاکتفاء بالأمثلة لوضاحة کلیات ، و لیس لهذه الفرقة ضابطة ، و کلیّة لأهم فرق شتی و لكلّ فرقة عندیّة من عند نفسها ، و یعبر عن ذلك بالتمسک من الکتاب و السنة فافهم و تأمل .

ان لوگوں کے ساتھ مناظرے کے بارے میں کلام کا حاصل جو کتاب اور سنت پر تمسک کے دعویدار ہیں

یہ تو ان لوگوں کے ساتھ مناظرے کی کچھ تفصیل تھی جو کتاب اور سنت پر عمل کرنے کے دعویدار تھے ، جس کامیدان بہت وسیع ہے تو مناظرے کے دوران بیداری سے کام لینا چاہئے ، اور محل نزاع واضح کرنا چاہئے۔

اور اسی پر اکتفاء کرتا ہوں ، مثالوں کے ساتھ وضاحت کرنے سے اعراض کرتے ہوئے اس لئے کہ مثالوں پر اکتفاء کرنا کلیات کی وضاحت کے لیے ہوتا ہے ،۔ حالانکہ اس فرقے کا کوئی قانون اور کلیہ ہے ہی نہیں کیونکہ (یہ اپنے درمیان) مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں ، اور ہر فرقے کے کچھ خود ساختہ ٹوکے ہیں جنہیں کتاب و سنت کے تمسک کا نام دیتے ہیں۔ سو خوب فہم اور سوچ پیدا کرلو۔

تفصیل کیفیۃ المناظرۃ مع من یدعی التمسک بأقوال الفقہاء

، و بیان عجائب الفرقة المتمسكة بأقوال الفقہاء

و أما المناظرۃ مع من یدعی التمسک بأقوال الفقہاء فلا بد عند المناظرۃ مع هذه الفرقة من تحریر محل النزاع ، و تعیین الدعوى ، و المدعی ، و المدعی علیہ ما یقال له السائل فی علم المناظرۃ ، و لهذه الفرقة عجائب عند المناظرۃ ، و من أعظم شبہاتهم سؤالهم عن التقلید فتذكر ما مرّ من مباحث التقلید فإن قلت : أنا مقلد فاستدلّون علیک من الزلات المنتسبة إلى الفقہاء ، و لیست هی فی الحقیقة من مذهب الفقہاء ، بل من دسیسات بعض الناس ، و تلبیساتهم ، و تقطیعاتهم .

ان لوگوں کے ساتھ مناظرے کی کیفیت کی تفصیل جو فقہاء کے اقوال پر تمسک

کے دعویدار ہیں اور انکے عجائبات کا بیان

رہا ان لوگوں کے ساتھ مناظرہ جو فقہاء کے اقوال کے تمسک کے مدعی ہیں۔ تو اس فرقہ کیساتھ مناظرے کے وقت بھی محل نزاع کی وضاحت اور دعوی مدعی اور مدعی علیہ (جس کو فن مناظرہ میں ساکل بھی کھا جاتا ہے) کی تعیین کرنا ضروری ہوگی ، ایسے لوگوں کے چند عجوبات ہوتے ہیں جو مناظرہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کے شبہات میں بڑا شبہ تقلید کے بارے میں سوالات کرنا ہوتا ہے تو آپ تقلید کی وہ مباحث جو گزر چکی ہیں۔ یاد رکھیں۔ چنانچہ اگر آپ کہیں کہ میں مقلد ہوں، تو یہ آپ کے خلاف ان زلات سے دلیل لیں گے جو فقہاء کی طرف منسوب ہیں۔ حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ فقہاء کے مذہب میں تو ایسی خرافات کا نام و نشان ہی نہیں ہوتا بلکہ یہ بعض لوگوں کی از خود تنقیص و زیادت، اور توڑ پھوڑ کا ثمرہ ہے۔

عدم النقل والترك في العبادات دليل عدم الجواز

و قد رأينا ذلك مراراً منهم ، فقد كنا في مناظرة فزاد مناظرهم المعروف زيادة عجيبة من عند نفسه فقال في أثناء نقل العبارة من فيض الباري للعلامة الكشميري رحمه الله ، فقال : عدم النقل ليس بدليل قال ذلك من عند نفسه فتعجبنا من زيادته العبارة المذكورة ، و الحال أن عدم النقل في العبادات دليل عدم الجواز .

و أما أهل السنة و الجماعة فيقولون في كل فعل و قول لم يثبت عن الصحابة فهو بدعة لأنه لو كان خيراً لسبقونا إليه لأنهم لم يتركوا خصلة من خصال الخير إلا و قد بادروا إليها .

عبادات میں عدم نقل اور ترک عدم جواز کی دلیل ہے

اور شک ہم ان لوگوں کے کرداروں کو بارہا دیکھ چکے ہیں چنانچہ ہم ایک مناظرے میں حاضر تھے ، تو ان کے مشہور مناظر نے اپنی طرف سے عجیب اضافہ کر ڈالا ۔ اور علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی تصنیف فیض الباری سے عبارت نقل کرتے ہوئے یہ کہہ دیا ”کہ عدم نقل دلیل نہیں“ حالانکہ یہ اپنی طرف سے زیادت تھی ، تو ہمیں اسکی اس زیادت سے انتہائی تعجب ہوا ، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ عبادات میں عدم نقل تو عدم جواز کی دلیل ہوتی ہے ، اور اہل سنت و الجماعت کا تو یہی قول ہے کہ ہر وہ فعل اور قول جو صحابہ سے ثابت نہ ہو بدعت قرار پائے گا ، کیونکہ اگر یہ خیر کا کام ہوتا تو صحابہ اس کی طرف ہم سے سبقت کر چکے ہوتے کیونکہ کوئی ایسی خوبی نہیں جس کی طرف وہ بڑھے نہ ہوں اور اسے ترک کر دیا ہو ۔

و عن الزهري أنّ رسول الله ﷺ كان إذا رمى الجمرة التي تلى
مسجد منى يرميها بسبع حصيات يكبر كلما رمى بحصاة ، ثمّ تقدّم
أمامها فوقف مستقبل القبلة رافعاً يديه يدعو ، و كان يطيل الوقوف ، ثمّ
يأتي الجمرة الثانية فيرميها بسبع حصيات يكبر كلما رمى بحصيات ، ثمّ
ينحدر ذات الشمال ممّا يلي الوادي فيقف مستقبل القبلة رافعاً يديه ، ثمّ
يأتي الجمرة التي عند العقبة فيرميها بسبع حصيات يكبر عند حصيات
، ثمّ ينصرف و لا يقف عندها ' ألا ترى إلى استدلال الزهري و ابن عمر
بالدعاء ، و رفع اليدين عند الجمرتين من فعل النبي ﷺ و عدم الدعاء ،
و رفع اليدين عند رمي الجمرة العقبة و عند الوقوف .

اور امام زہری رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ جب اس جمرہ پر کنکری
مارتے جو مسجد منی کے قریب ہے، تو سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے، پھر اس کے
سامنے سے آگے بڑھتے، قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھاتے اور دعا فرماتے، اور کافی دیر تک کھڑے رہتے، پھر
جمرہ ثانیہ کو آتے اور سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے اور پھر بائیں جانب وادی کے
قریب جاتے، وہاں کھڑے ہوتے قبلہ رو، ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے، پھر عقبہ کے قریب والی جمرہ کے پاس
آتے اور سات کنکریاں مارتے ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے پھر لوٹتے اور وہاں کھڑے نہ ہوتے۔
کیا آپ زہری رحمہ اللہ اور ابن عمر کے استدلال کو نہیں سمجھ سکے! کہ (پہلے) دو جمروں کے
پاس دعا اور رفع الیدین نبی ﷺ کے فعل سے ثابت ہے، اور جمرہ عقبہ اور وقوف کے وقت رفع
الیدین و دعا ثابت نہیں ہے۔

و فی المرقّات : المتابعة كما تكون في الفعل تكون في التّرك أيضًا فمن واطب على فعل لم يفعله شارع فهو مبتدع^۱ ، و لست في معرض تفصیل مسائل الجزئیات ، و قد صنّفوا في ذلك تصنيفات فعليكم بالرجوع إليها ، و إنّما أذكر تدسیس أهل الهوى و البدع ، و تدلیسهم خصوصًا حين المناظرة ، و من فضائحهم الاستدلال من قول مفتي عصرهم ، و يقولون إنّهُ مفتٍ فقیه ، و له ملكة و الحال لا يقال على المقلّد : الفقیه كما في مسلم الثبوت ، و لا يقال على المقلّد : (أي لا يقال : الفقیه على المقلّد) لتقصيره عن الطّاقة^۲ ، هذا حکم مطلق المقلّد فكيف يستدل من قول مفتي زماننا الذي قلّمَا يفرّق بين الغث و السّمين .

مرقات میں ہے کہ: ”تابع داری جیسے کہ فعل میں ہے، اسی طرح ترک فعل میں بھی ہے، چنانچہ جس نے کسی ایسے کام پر مواظبت اختیار کر لی کی جو کہ نبی ﷺ سے ثابت نہ ہو سو وہ بدعتی قرار پائے گا۔ میں جزئیات کی تفصیل میں نہیں جاسکتا۔ اس بارے میں تو فقہاء تصنیفات کر چکے ہیں، چنانچہ وہی ملاحظہ فرمائیں۔ بلکہ میرا مقصد یہاں خواہش پرستوں اور اہل بدع کے مکرو فریب اور چالوں کا بیان کرنا ہے۔ بالخصوص جو مناظرے کے موقع پر کی جاتی ہیں۔ ان کے رسوا کنندہ کاموں میں اپنے زمانے کے مفتی کے قول کو دلیل بنانا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ فقیہ اور مفتی ہے، اور اسے علمی ملکہ حاصل ہے۔ حالانکہ مقلد کو فقیہ نہیں کہا جاسکتا جیسا کہ مسلم الثبوت میں ہے: (لا يقال على المقلد ای لا يقال : الفقیه على المقلّد) کیونکہ اس کے پاس اجتہاد کی طاقت نہیں ہے۔ یہ مطلق مقلد کا حکم ہے، تو ہمارے زمانے کے مفتی کے قول سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے جو کہ بہت کم ہی کہیں با موقع اور بے موقع گفتگو کے درمیان فرق کرنے پائے۔

^۱ « المرقّات ۱۴ » .

^۲ « مسلم الثبوت ص ۶ » .

يجوز الاستدلال للمقلد من الكتاب والسنة

و إن استدلت من الآية و الحديث فيستصرخون من كل جانب ، و ينادون بصوتهم المرتفع ، و يقولون : أنت قلت أنا مقلد و أنت تستدل من الآية و الحديث فكأن في زعمهم الفاسد لا يجوز للمقلد الاستدلال من الآية و الحديث ، و لا معرفة لهم بمرتبة التقليد فإن التقليد في مسائل لا توجد فيه الدليل من الكتاب و السنة كما مر ذكره فكيف يجوز التقليد في مسائل فيها نصوص قطعية الثبوت صريحة الدلالة قد مر التفصيل في ذلك .

و من سألهم سؤال تعريف الفقه ، و طبقات الفقهاء :
 فالفقه : لغة فهم الأشياء الدقيقة ، و في مسلم الثبوت الفقه :
 حكمة فرعية شرعية^١ .
 و لا يقال على المقلد لتقصيره عن الطاقة .

^١ « مسلم الثبوت ص ٦ » .

مقلد کے لئے قرآن و سنت سے استدلال درست ہے

اور اگر آپ آیت کو یا حدیث کو دلیل میں پیش کرتے ہیں تو ہر طرف سے چیخنا اور چلانا شروع ہو جاتے ہیں اور شور و غوغا کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ تم تو کہتے ہو کہ میں مقلد ہوں اور پھر آیت اور حدیث سے استدلال بھی کر رہے ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کے فاسد خیالات میں یہ بات پڑ چکی ہے کہ مقلد آیت و حدیث سے استدلال کرنے کا مجاز نہیں۔ تقلید کے مرتبے کو تو پہچانتے نہیں کیونکہ تقلید تو ان مسائل میں کی جاتی ہے، جن میں کتاب و سنت نہ ہو جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ تو جن مسائل میں نصوص قطعی الثبوت اور صریح الدلالة موجود ہوں تو ان میں تقلید کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔ اور اس میں تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ان کے سوالات میں ایک سوال فقہ کی تعریف اور فقہاء کے طبقات کے بارے میں ہوگا۔ سو فقہ لغت میں باریک اشیاء کے سمجھنے کا نام ہے۔ مسلم الثبوت میں فقہ حکم شرعیہ فرعیہ، کو کھا گیا ہے۔ مقلد کو فقیہ نہیں کھا جاسکتا، کیونکہ اس میں اجتہاد کی قدرت ہی نہیں۔

التفصیل فی الفقه والفقهاء ، و بیان طبقاتهم

و فی التّوضیح و التّلوّیح : و الفقه : معرفة النّفس ما لها ، و ما عليها ، و یزداد عملاً لیخرج الاعتقادات ، و الوجدانیات ^١ .
و قال : و قیل : العلم بالأحكام الشرعیّة العملیّة من أدلّتها التفصیلیّة ^٢

و قال : بل هو العلم بكلّ الأحكام الشرعیّة العملیّة الّتی قد ظهر نزول الوحي بها ، و الّتی انعقد الإجماع علیها من أدلّتها مع ملكة الاستنباط الصّحیح منها ^٣ .

و بالجملة : تعریف العلوم المدوّنة یختلف باختلاف النّاظرین ، و لا مشاحة فی الاصطلاح .

و من سؤلهم طلب بیان طبقات الفقهاء ، فعلیک فی الجواب معنی الطّبقه لغة و اصطلاحاً كما مرّ .

و بعد ذلك بیان طبقات الفقهاء كما فی الدّر المختار ، و ذکر سبع طبقات :

^١ « التّوضیح ، و التّلوّیح ص ٢٧ » .

^٢ « التّوضیح ، و التّلوّیح ص ٣٠ » .

^٣ « التّوضیح ، و التّلوّیح ص ٤٦ » .

فقہ اور فقہاء اور ان کے طبقات کی تفصیل

جبکہ توضیح تلویح میں ہے، فقہ نفس اور نفس کیلئے اشیاء مفیدہ اور مضرہ کی معرفت کو کھا جاتا ہے، اور عملاً کی قید زائد ٹھرائی جائے گی اعتقادات اور وجدانیات کو (فقہ کی تعریف سے) نکالنے کیلئے۔ اور کہتے ہیں کہ ایک یہ قول بھی ہے کہ فقہ اولہ تفصیلیہ سے احکام شرعیہ عملیہ کے استنباط کا علم ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ: بلکہ فقہ تو ان تمام احکام شرعیہ عملیہ کا جاننا ہے جن کے متعلق وحی کا نزول ظاہر ہے اور انکی حجیت پر اجماع منعقد ہے کہ جن احکام کو ان کے دلائل سے استنباط صحیح کے ملکہ کے ساتھ مستنبط کیا گیا ہو۔

بالجملہ علوم مدونہ کی تعریفات ناظرین کے بدلنے سے مختلف ہوتی رہتی ہیں، (اور اصطلاحات میں کچھ مضائقہ نہیں ہوتا)۔

اور ان کے سوالوں میں ایک سوال فقہاء کے طبقات کے متعلق بھی ہوتا ہے، چنانچہ آپ جواب میں طبقہ کالغوی معنی اصطلاحی معنی ضرور ذکر کیجئے، جو کہ مذکور ہو چکا، اس کے بعد فقہاء کے طبقات بیان کر دیجئے جو کہ درمختار میں مذکور ہیں، انہوں نے سات ۷ طبقات ذکر کیے ہیں۔

الأولى : طبقة المجتهدين في الشرع كالأئمة الأربعة رضي الله عنهم
و من سلك مسلكهم في تأسيس قواعد الأصول و به يمتازون عن غيرهم.
و الثانية : طبقة المجتهدين في المذهب كأبي يوسف رحمه الله، و
محمد رحمه الله، و سائر أصحاب أبي حنيفة القادرين على استخراج
الأحكام من الأدلة على مقتضى القواعد التي قررها استاذهم أبو حنيفة
في الأحكام ، و إن خالفوه في بعض أحكام الفروع لكن يقلّدونه في قواعد
الأصول ، و به يمتازون عن المعارضين في المذهب كالشافعي رحمه الله ، و
غيرهم المخالفين له في الأحكام غير مقلّدين في الأصول .

۱۔ پہلا طبقہ شریعت کے مجتہدین کا طبقہ ہے ، جیسے کہ چاروں ائمہ (رحمہم اللہ) اور وہ لوگ جو
اصول کی بنیاد رکھنے میں انکی راہ پر چلے اور اسی کے ذریعے اوروں سے ممتاز ہوئے۔
۲۔ الثانیہ ؛ دوسرا طبقہ فقہاء میں مجتہدین فی المذہب کا ہے ، مثلاً امام ابو یوسف ، امام محمد اور
امام ابو حنیفہ کے دوسرے اصحاب جو مذکورہ دلائل سے ان قواعد کے مطابق احکام مستنبط کرتے ہیں ،
جو ان کے استاد نے مقرر کیے ہیں اس لئے ان حضرات نے اگرچہ اپنے امام سے بعض فروعی مسائل
میں اختلاف کیا ہے ، لیکن قواعد اصول میں اپنے امام کے مقلد رہے ، اور اسی بناء پر یہ طبقہ معارضین
عن المذہب ، ”جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور اس کے علاوہ دیگر وہ ائمہ ہیں جو احکام میں امام صاحب
کے مخالف ہیں اور اصول میں بھی آپ کے مقلد نہیں“ سے ممتاز ہو گیا۔

و الثالثة : طبقة المجتهدين في المسائل اللتي لا نصّ فيها عن صاحب المذهب كالخصّاف و أبي جعفر الطّحاوي و أبي الحسن الكرخي و شمس الأئمّة الحلواني و شمس الأئمّة السّرخسي و فخر الإسلام البزدوي و فخر الدّین القاضي خان و أمثالهم ؛ فإنّهم لا يقدرّون على شیء من المخالفة لا في الأصول ، و لا في الفروع و لكنّهم يستنبطون الأحكام في المسائل اللتي لا نصّ فيها على حسب الأصول و القواعد.

و الرابعة : طبقة أصحاب التّخريج من المقلّدين كالرازي ، و أضرابه فإنّهم لا يقدرّون على الاجتهاد أصلاً لكنّهم لإحاطتهم بالأصول ، و ضبطهم للمأخذ يقدرّون على تفصيل قول مجمل ذي وجهين

۳-الثالثة : تیسرا طبقہ ان مجتہدین کا جو ان مسائل کا استنباط کرتے ہیں ، جن میں صاحب مذہب سے کوئی صراحت منقول نہ ہو جیسے خصاف ، ابو جعفر الطحاوی ، ابو الحسن کرخی ، شمس الائمۃ حلوانی ، شمس الائمۃ سرخسی ، فخر الاسلام بزدوی ، فخر الدین ، قاضی خان وغیرہ کیونکہ ان سب کو کسی بھی اصل یا فرع میں اختلاف کرنے کی قدرت نہیں ، لیکن ان ہی اصول و قواعد کے مطابق ان مسائل میں احکام کا استنباط کر سکتے ہیں جن میں نص نہ ہو۔

۴-الرابعة : چوتھا طبقہ مقلدین میں اصحاب تخریج کا ہے ، جیسے کہ امام رازی اور آپ جیسے اور علماء کیونکہ اس طبقے والوں کو تو اجتہاد کی طاقت نہیں ہوتی لیکن اصول کا احاطہ کرنے اور مأخذ کو گھیرنے کی بنیاد پر دو جہتوں والے مجمل قول

و حکم مبہم محتمل لأمّریں منقول عن صاحب المذهب ، أو أحد من أصحابه برأیهم ، و نظرهم فی الأصول ، و المقایسة علی أمثاله ، و نظائره من الفروع ، و ما فی الهدایة من قوله : کذا فی تخریج الکرخی ، و تخریج الرّازی من هذا القبیل .

و الخامسة : طبقة أصحاب التّرجیح من المقلّدين کأبی الحسن القدوري ، و صاحب الهدایة ، و أمثالهم ، و شأنهم تفضیل بعض الروایات علی بعض کقولهم : هذا أولى ، و هذا أصحّ رواية ، و هذا أوفق للنّاس . و السادسة : طبقة المقلّدين القادرین علی التّمييز بین القویّ و الأقوی و الضّعیف و ظاهر المذهب و الروایة النّادرة کأصحاب المتون المعتبرة من المتأخّرين مثل صاحب الکنز و صاحب الدّر المختار و صاحب الوقایة و صاحب الجمع ، و شأنهم أن لا ينقلوا الأقوال المردودة ، و الروایات الضّعيفة .

السّابعة : طبقة المقلّدين الذّین لا یقدرون علی ما ذکر ، و لا یفرّقون بین الغثّ ، و السّمین^۱ .

هذا تفصیل المناظرة مع من یدّعی التّقلید و التّمسّک بأقوال الفقهاء ؛ فتأمّل و تیقّظ عند المناظرة فلهم عجائب عند الاستدلال لا یسعه هذا المختصر .

اور ایسے مبہم حکم کی تفصیل کی قدرت ہوتی ہے جو دو امروں کا احتمال رکھتا ہو ، صاحب مذہب سے نقل ہو یا صاحب مذہب کے اصحاب میں کسی ایک سے ، یہ تفصیل اپنی رائے اور اصول

میں غور کرنے سے اور اسی طرح باقی فروع میں ان مسائل کی امثال اور نظائر پر قیاس کرنے سے کی گئی ہو۔

ہدایہ میں جو یوں ذکر ہے کہ: کذا فی تخریج الکرخی، و تخریج الرازی یہ اسی کی قبیل سے ہے۔

۵-والخامسہ پانچواں طبقہ مقلدین میں اصحاب ترجیح کا ہے، جیسا کہ ابو الحسن القدوری، صاحب ہدایہ اور ان جیسے فقہاء ان کی خدمت بعض روایتوں کو بعض دیگر پر ترجیح و فوقیت دینا ہے جیسا کہ یہ فرماتے ہیں کہ ”یہ بہتر ہے“ ”یہ زیادہ درست روایت ہے“ یہ لوگوں کے زیادہ موافق ہے۔

۶-والسادسہ: چھٹا طبقہ، ان مقلدین کا ہے جو قوی اقوی ضعیف، ظاہر المذہب اور الروایۃ النادرۃ کے درمیان تمیز کرنے پر قادر ہوں، جیسے متاخرین میں سے معتبر اصحاب متون مثلاً صاحب کنز، صاحب مختار، صاحب الوقایہ، صاحب المجمع اور ان کا کام یہ ہے کہ مردود اقوال اور کمزور روایات نقل نہیں کرتے۔

۷-والسابعہ ساتواں طبقہ: خالص مقلدین کا ہے، جو مذکورہ امور پر قدرت نہیں رکھتے اور بے موقع و باموقع گفتگو میں فرق نہیں کر سکتے۔

یہ ان لوگوں کے ساتھ مناظرے کی تفصیل ہے جو تقلید اور فقہاء کے اقوال کے تمسک کے دعویدار ہوں، چنانچہ غور کرو اور مناظرے کے موقع پر بیدار مغز رہو، استدلال کے وقت وہ اپنے حیران کن طریقے آزماتے ہیں، کہ یہ مختصر رسالہ انکی وسعت نہیں رکھ سکتا۔

کیفیۃ المناظرۃ مع من یدعی الفہم بالعلوم الآلیۃ، و بیان

أسئلتهم

و أمّا المناظرۃ مع من یستدلّ من العلوم الآلیۃ و الصنّاعیۃ من اللّغة و الاشتقاق و النّحو و علم الأدب و المنطق و الحکمة و الفلسفۃ ؛

فطريقة البحث معهم مختلفة ، فاکثرهم یسألون أولاً عن الألفاظ المفردة ، و یقولون : إنه مصدر أو اسم مصدر أو علم مصدر ، و بعد ذلك لهم الاستفسار فی الفرق بین المصدر المعلوم و المجهول و الحاصل من المصدر المعلوم و المجهول و المصدر المبني للفاعل و المفعول و القدر المشترك

ان لوگوں کے ساتھ مناظرے کی کیفیت کا بیان جو علوم آلیہ پر عبور کے دعویدار ہوں اور ان کے سوالوں کا بیان

رہا مناظرہ ان لوگوں کے ساتھ جو علوم آلیہ صنعتیہ کو دلیل ٹھرائیں جیسے کہ علم لغت ، اشتقاق ، نحو ، علم الادب ، منطق ، حکمت ، فلسفہ ہے ، چنانچہ ان کے ساتھ بحث کرنے مختلف کے طریقے ہیں ، ان میں سے اکثر پہلے الفاظ مفردہ کے بارے میں سوال کرتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ یہ مصدر ہے کہ اسم مصدر یا علم مصدر اور اس کے بعد مصدر معلوم ہے یا مصدر مجہول ، حاصل من المصدر المعلوم ہے یا حاصل من المصدر المجہول ، مصدر مبني للفاعل ہے یا للمفعول اور قدر مشترک کی وضاحت پوچھتے ہیں ۔ ایسے ایک سوال جنس ، اسم جنس ، علم جنس اور فرد الجنس کے درمیان فرق کا بھی ہوتا ہے ۔

قال لی أحد : ما الفرق بین نفس الشئی و بشرط الشئی و بشرط لا شئی ؛ فقلت له بداهة : لفظ الحمار نفس الشئی ، و الحمار مع الرّحل بشرط الشئی ، و الحمار بدون رحل بشرط لا شئی .

و من شبهاتهم طلب الفرق بین مطلق الشئی و بین الشئی المطلق كما يقولون : ما الفرق بین مطلق الدّعاء و بین الدّعاء المطلقة .

فاعلم : أنّ مطلق الشئی فی مرتبة العموم ، و الماهیة تحتها الأفراد ، و هي اعتباریّة و حقیقیّة فإن کان الخصوص فیہ فی المصداق فهو فرد حقیقی ، و إن کان الخصوص فی الذّهن فهو فرد اعتباری فمطلق الشئی باعتبار العموم یصیر شیئاً مطلقاً ، فالشئی المطلق فرد اعتباری لمطلق الشئی

مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کہ نفس شے بشرط شے اور بشرط لاشے میں کیا فرق ہے میں نے فی البدیہ جواب دیا، گدھا نفس شیء ہے، گدھا ساتھ کجاوے کے بشرط الشئی ہے، اور گدھا بغیر کجاوے کے بشرط لاشئی ہے۔

ان کے شبہات میں ایک شبہ مطلق شیء اور شیء مطلق کے درمیان فرق کا ہے جیسا کہ کہتے ہیں مطلق دعاء اور دعاء مطلقہ کے درمیان کیا فرق ہے؟

تو جان لو کہ مطلق شیء عموم کے مرتبہ میں ہوتی ہے، اور ماہیت جس کے نیچے افراد ہوتے ہیں۔ یا تو اعتباری اور یا حقیقی، تو اگر اس میں خصوصیت مصداق کے اعتبار سے ہو تو فرد حقیقی ہوگا اور اگر خصوص ذہن کے اعتبار سے ہو تو فرد اعتباری ہوگا چنانچہ مطلق شیء عموم کے اعتبار سے شیء مطلق بنتی ہے، تو شیء مطلق مطلق شیء کا فرد اعتباری ہوا۔

و أمّا الفرد الحقيقيّ فإن كان التقييد بالكلّيّ الذاتي فهو فرد نوعيّ ، و إن كان بالكلّيّ العرضيّ فهو فرد صنفيّ ، و إن كان بالتشخصّ الواقعيّ فهو الفرد الشخصيّ ، و إن كان التخصيص بالتقييد بحيث تكون التقييد داخلاً ، و القيد خارجاً فهو حصّة ، و جملة أفراد المصدر حصص .
و بعد وضاحة المفردات تذكر ما مرّ من بحث الدّعى و المدّعى و المدّعى عليه ما يقال له السّائل في علم المناظرة .

فإن كان الدّعى بديهية و طلب السّائل يعني المدّعى عليه الدّليل من المدّعى فجوابه أنّ المدّعى بديهية لا يحتاج إلى الدّليل

اور رہا فرد حقیقی تو اگر تقييد کلی ذاتی سے کی گئی ہو تو فرد نوعی کہلاتا ہے ، اور اگر کلی عرضی سے کی گئی ہو تو فرد صنفی ہے اور اگر تشخص واقعی سے کی گئی ہو تو فرد شخصی اور اگر تخصیص تقييد کے ذریعے کی گئی ہو یوں کہ تقييد داخل ہو اور قید خارج ہو تو حصہ ہے ، اور مصدر کے سارے افراد خاص ہیں۔

مفردات کی وضاحت کے بعد دعوی ، مدعی ، مدعی علیہ (جس کو مناظرے کے فن میں سائل بھی کہتے ہیں) کی مباحث کو یاد رکھو جو گزر چکی ہیں۔

چنانچہ اگر دعوی بدیہی ہو اور سائل یعنی مدعی علیہ ، مدعی سے دلیل طلب کر لے تو جواب یہ ہوگا کہ مدعی (دعوی) بدیہی ہے دلیل کا محتاج نہیں۔

نعم ! یذكر لتنبیه الشّاهد ، و إن كان المدّعی نظریّة فی ذکر المدّعی الدّلیل ، و یجب علیه ملاحظة مادّة الدّلیل لأنّ الدّلیل إمّا برهانیّ یتألّف من الیقینیّات ، و إمّا جدلیّ یتألّف من المشهورات و المسلّمات ، و إمّا خطابیّ یتألّف من المقولات و المظنونات ، و إمّا شعریّ یتألّف من المتخیّلات ، و إمّا سفسطیّ یتألّف من الوهمیّات المشبّهات .

و یجب علیه ملاحظة هیئة الدّلیل من الاقترانیّ و الاستثنائیّ لئلاّ یرد علیه المنع و النّقض و المعارضة

ہاں اور اگر مدعی (دعوی) نظری ہو تو مدعی دلیل پیش کریگا اور اس میں دلیل کے جزء ترکیبی کا ذہن نشین رکھنا ضروری ہوگا، کیونکہ دلیل یا تو برہانی ہوتی ہے جو یقینیات سے مرکب ہوتی ہے، یا جدلی ہوتی ہے جو مشہورات اور مسلمات سے مرکب ہوتی ہے، اور یا پھر خطابی ہوتی ہے، جو مقولات اور مظنونات سے مرکب ہوتی ہے، یا شعری، جو خیالات سے مرکب ہو اور یا سفسطی، جو وہمیات سے اور التباس پیدا کرنے والے امور سے مرکب ہوتی ہے۔

اور دلیل کی ہیئت کو ملاحظہ کیا جائے گا، جیسے اقترانی ہونا یا استثنائی ہونا، تاکہ منع، نقض معارضہ اس پر وارد نہ ہو سکے۔

فالمنع على جهات مختلفة ، و له أقسام ، و المعروف في تفسيره :
طلب الدليل على المقدمة ، و قيل : طلب الدليل على ملتزم الصحة ، و
لا بد من سند المنع ، و هو ما يعتمد عليه .

و أما المعارضة : هي إقامة الدليل على خلاف ما أقام به الخصم ،
و لها أقسام .

و أما النقض فأيضاً له أقسام ، و المعروف ما يقال : أن النقض
إجماليّ ، و تفصيليّ .

فالإجماليّ على قسمين أحدهما أن يقال هذا الدليل محال لأنه
مستلزم للمحال ، و مستلزم المحال محال ، و الثاني أن يقال : الدليل بجميع
مقدماته جارٍ في موضع آخر ، و لا يستلزم المطلوب .

و أما النقض التفصيليّ : هو الكلام مفصلاً مفسراً على مقدمة
مقدمة من الدليل .

چنانچہ منع کی مختلف جہات ہیں اور کئی اقسام ہیں۔ اس کی تعریف کے بارے میں مشہور قول
یہ ہے کہ: ”مقدمہ پر دلیل کا مطالبہ کرنا“ اور منع کی سند بھی ضروری ہے اور سند اسے کہتے ہیں جس پر
اعتماد کیا جائے، اور جو معارضہ ہے تو یہ اس چیز کے خلاف دلیل قائم کرنے کا نام ہے جس پر خصم نے
دلیل قائم کر رکھی ہو۔ اس کی کئی اقسام ہیں۔ اور بہر حال نقض تو اس کی بھی متعدد اقسام ہیں: مشہور
انہیں نقض اجمالی اور نقض تفصیلی ہے پھر اجمالی دو قسم پر ہے: ایک یہ کہ یوں کھا جائے یہ دلیل محال
ہے کیونکہ محال کو مستلزم ہو رہی ہے اور محال کا مستلزم محال ہوا کرتا ہے جبکہ دوسری قسم یہ کہ یوں
کھا جائے، ”تمہاری دلیل بمع مقدمات کے دوسری جگہ جارہی ہوتی ہے اور جو تمہارا مقصود ہے اس کو
مستلزم نہیں ہوتی“، رہا نقض تفصیلی تو یہ وہ تفصیلی کلام ہے، جو دلیل کے ہر ہر مقدمے پر کیا جائے۔

خاتمة الكتاب

انتهی ما تيسر جمعه في هذه الرسالة ، و الله سبحانه أسئل التوفيق ، و السداد ، و الاستقامة ، و الإنصاف ، و أن يوفقنا الله تعالى باتّباع الكتاب و السنّة على ما شرّحه أهل السنّة و الجماعة المصيّبين إلى الحقّ . اللهم أحسن عاقبتنا في الأمور كلّها و أجرنا من خزي الدّنيا و الآخرة ، و صلّى الله تعالى على خير خلقه محمّد ، و آلہ، و أصحابہ أجمعين .

خاتمه

اختتام کو پہنچ گیا وہ جس کا جمع ہونا اس رسالے میں آسان ہو گیا تھا، اللہ سے توفیق، رہنمائی، استقامت اور انصاف چاہتے ہیں۔ اور یہ کہ ہمیں توفیق دے کتاب اللہ اور سنت کی تابعداری کی اس طریقے پر جس کی تشریح حق کو پانے والے اہل السنۃ والجماعت کے علماء نے کی۔ اے اللہ سب کاموں میں ہماری عاقبت خوب تر بنادے، اور دنیا و آخرت کی رسوائی سے اپنی پناہ میں رکھ، اور اللہ کی کامل رحمت کا نزول ہو مخلوق میں سے بہترین ہستی محمد ﷺ پر اور آپ کی اہل پر اور آپ کے سب صحابہ پر۔

مَسْتَعِذٌ

فهرست

٢	عرض مترجم
٦	الاعتذار والالتماس
١٠	خطبة الكتاب
١٥	ابتداء الفتن في المسلمين
٢٣	تعريف الرنادقة
٣٦	فضيلة هذه الأمة أولاً وآخرًا
٣٨	تفصيل علماء الربانيين ودعوتهم
٤٤	الدعوة بالحكمة
٤٩	تفسير الحكمة من القرآن
٥١	ولابد من تصحيح البيان نطقاً كان أو كتابة
٥٢	تفصيل السياسة الإسلامية
٥٦	ولا ينبغي أن يغتزر العالم بالألقاب ولا بالشغل الشخصي
٦٠	الدعوة بالموعظة الحسنة
٦١	أما الدعوة بالجدال
	وكذا لا بدّ له من التدبر والتأمل في ما أنبأ النبي صلى الله عليه وسلم عن الفتن، وما إذا يفعله
٦٥	الداعية عند وقوعها ؟
٤٤	الدخول في المقصود بعد الفراغ من التمهيد المسدود
٤٩	فأول ما وقعت المناظرة من إبليس مع الله تعالى إباءاً واستكباراً
٨١	إذا كان الغرض من المباحثة إظهار الحق وإبطال الباطل فتجوز
٨٢	وأما مناظرة أهل السنة والجماعة مع أهل البدع والإحاد فمنقولة
٨٩	آداب المناظرة الصحيحة
١٠٠	ذكر بعض مكائد أهل البدع
١٠١	الفتوى من غير أهل سبب الهلاك والاستهلاك في الدنيا والآخرة
	أعظم كيد أهل البدع في هذه الأزمان كيد الجعليات بصورة المستفتى والمفتى كلاهما من
١٠٥	أهل البدع
١٠٤	لزوم بيان فتوى الحق
١١٠	سبب بسط الكلام في الإفتاء وما يرجع من الفتوات على أهل الحق
١١٢	ذكر الأمور الإجمالية حول المناظرة
	تحقيق لفظ 'اللغة'، ولفظ 'الاصطلاح'، والفرق بين الاصطلاح عند أهل الإسلام وأهل
١١٣	الإحاد

١١٥	تحقیق المناظرۃ لغۃ واصطلاحاً
١١٤	ذکر المناسباتۃ بین المعنی اللغوی والمعنی الاصطلاحی
١١٨	بیان الفرق بین المناظرۃ والمجادلة والمکابرة
١١٨	بیان علم المناظرۃ
١١٩	الأمر اللزامة فی المناظرۃ
١١٢	إذا لاحظ المناظر الأمر اللزامة فی المناظرۃ فربما ینکفی سکوته للجواب
١١٩	لا ینبغی الغفلة وقت شروع البحث
١٢٠	لا بد من معرفة أقسام التعریف
١٢٢	کیفیۃ المناظرۃ مع من یدعی التمسک بالکتاب والسنة
١٢٣	طریق کیفیۃ الاستدلال من القرآن
١٢٣	بیان کیفیۃ الاستدلال من السنة
١٢٥	تفصیل الطبقات فی الحدیث
١٢٤	لرؤم معرفة أقسام الحدیث، وبیانها
١٢٠	تفصیل اصطلاح السادات الحنفیۃ لرفع المعارضة الحدیثیۃ
١٢٠	معرفة طریقه دفع التعارض بالتسخیر
١٢٢	تفصیل دفع التعارض بالترجیح
١٢٣	تفصیل فی دفع التعارض باعتبار الجمع بین الأحادیث
١٢٣	ذکر الأمر بطریق التطفل، ألا وهو التقليد
١٢٨	طریق أهل الزیغ فی الاستدلال من الألفاظ المشتركة بین المعانی
١٢٩	استعمال لفظ التقليد من بین القرآن والسنة وأقوال الصحابة
١٥٢	التقليد المطلق ممدوح ومذموم کالاتباع المطلق والإطاعة المطلقة
١٥٥	ذکر الفرق بین التقليد والاتباع والإطاعة
١٥٤	تفصیل الاتباع والطاعة والتقليد المذموم
١٦٣	تفصیل التقليد والاتباع الممدوحین والإطاعة الممدوحة
١٦٢	بیان الضرورة للاجتهاد والقیاس
١٦٥	وقت الحاجة إلى القیاس
١٦٤	بیان شرائط القیاس
١٤٠	بیان المراد بالأدلة والأمارات
١٤١	تعریف القیاس، والأمر اللزامة له عند المحققین
١٤٣	ذکر بعض أقسام القیاس، ورد قول المنتقد
١٤٦	ذکر بحث المقلد
١٨٠	بیان المسأله للتقليد الشخصی

١٨٢	 خلاصة الكلام في التقليد الشخصي
١٨٣	 تعريف التقليد خلاصة
١٨٥	 عبارات العلماء في تعريف التقليد
١٨٦	 بيان الإفراط والتفريط في التقليد، وبيان سببها
١٩٠	 استعمال لفظ 'الرأى' والفقهاء في الأحاديث الصحيحة
١٩٣	 عقاب من يذكر مثالب العلماء المجتهدين
١٩٣	 مصداق أهل الرأى المذموم
١٩٦	 تفسير الأرباب بلسان النبي ﷺ
١٩٨	 مراتب أهل والحرمة
٢٠٠	 الفقهاء أعلم الناس بمفاهيم الأحاديث
٢٠١	 التعجب لمن ترك الفقه والحديث من أجل كلام الناس فيهما
٢٠٣	 لا تخالف بين الكتاب والسنة وشرح الفقهاء
٢٠٣	 التقليد الشخصي والانتخاب من المذاهب كلاهما جائزان
٢٠٦	 لا يجوز ترجيح مسألة بحسب هوى النفس بل لا بد فيد من العلم العميق العريض
٢٠٦	 الانتخاب من المذاهب والانتقال من مذهب إلى مذهب يجوز بعد تعق النظر، والحاجة
٢٠٦	 الداعية إليه
٢١٢	 بيان شروط الانتقال من المذهب إلى مذهب، والانتخاب من المذاهب
٢١٣	 مطلب ما في كتب الفقه من عدم الرجوع بعد العمل
٢١٥	 وصايا العلماء المجتهدين المتبوعين
٢١٩	 العمل بالاحتياط أمر آخر، والتلاعب شيء آخر
٢٢١	 أقوال العلماء في ذم الانتقال المذموم
٢٢١	 أصحاب الهوى يتتبعون زلات الفقهاء، ويكذبون معها مائة كذبة كما هي عادة الملاحدة و
٢٢٣	 الإباحية
٢٢٥	 الحصر في المذاهب الأربعة من أجل القبول من الله، والفضل من الله
٢٢٨	 جملة الكلام في المناظرة مع من يدعى التمسك بالكتاب والسنة
٢٢٨	 تفصيل كيفية المناظرة مع من يدعى التمسك بأقوال الفقهاء، وبيان عجائب الفرقة
٢٢٩	 المتمسكة بأقوال الفقهاء
٢٣٠	 عدم النقل والتترك في العبادات دليل عدم الجواز
٢٣٣	 يجوز الاستدلال للمقلد من الكتاب والسنة
٢٣٥	 التفصيل في الفقه والفقهاء، وبيان طبقاتهم
٢٣٠	 كيفية المناظرة مع من يدعى الفهم بالعلوم الآلية، وبيان أسئلتهم
٢٣٦	 خاتمة الكتاب

